مرج البحرین

از

حضرت شیخ محدث دھلوی رحمتہ اللہ علیہ

مع اردو ترجمہ

ذخیرۂ پروفیسر محمد اقبال مجددی

جو 2014ء میں پنجاب یونیورسٹی لائبریری کو

ہدیہ کیا گیا۔

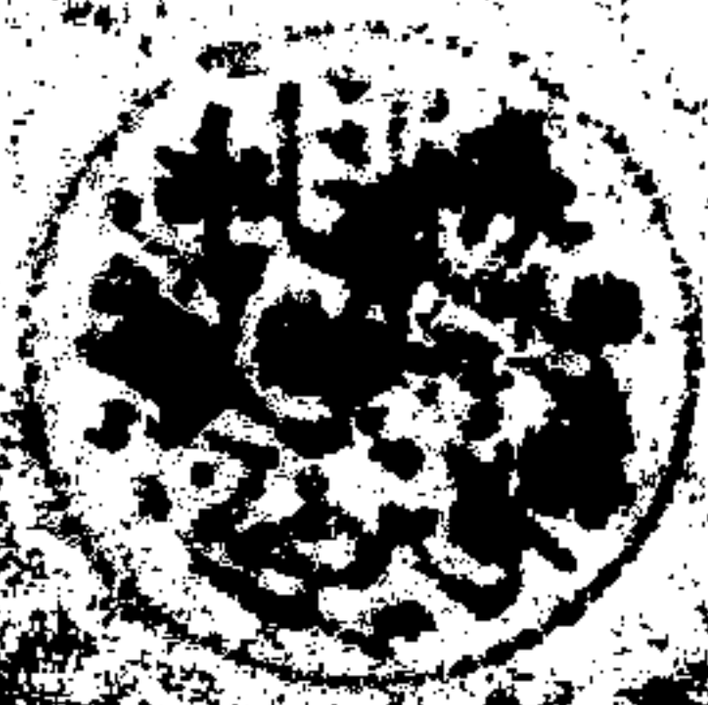

Marfat.com

۷۸۶

مرج البحرین یلتقیان بینھما برزخ لا یبغیان

الحمد للہ کہ

مرج البحرین

از

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

مع اردو ترجمہ

مترجمہ

جناب ثناء الحق صاحب صدیقی ایم اے (علیگ)

ناشر

محمد علی 2/5 .H/III ناظم آباد کراچی

Marfat.com

اپریل ۱۹۶۸ء

ملنے کا پتہ

محمد اعلی 2/5 .III/H ناظم آباد کراچی

تعداد طبع .... ایک ہزار

135449

قیمت تین روپے

~~135450~~

مطبوعہ ایجوکیشنل پریس پاکستان چوک کراچی

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے سوانح و سیرت پر اہلِ علم نے بہت کچھ لکھا ہے لیکن افسوس ہے کہ ان کے علمی اور تجدیدی کارناموں پر روشنی نہیں ڈالی گئی ہے اور اس حیثیت سے ان کی سیرت کا یہ باب ابھی تک تشنۂ تکمیل ہے۔ ان کے علمی اور تجدیدی کارناموں میں سے تصوف کا علمی اور عملی پہلو بھی ہے۔

شیخ موصوف طبعاً صوفی تھے۔ تصوف ان کی گھٹی میں پڑا تھا۔ ان کی زندگی کا بڑا قیمتی حصہ اس کی تحصیل میں گزرا تھا اور اسی کا نتیجہ ہے کہ ان کی کوئی کتاب اور کوئی رسالہ تصوف کی چاشنی سے خالی نہیں ہے۔ تصوف کے عملی پہلو سے ان کی زندگی کا جائزہ لیں تو سرتاپا تصوف کے سانچے میں ڈھلی ہوئی نظر آتی ہے اور علمی اعتبار سے ان کا نظریۂ تصوف معلوم کرنا چاہیں تو "مرج البحرین فی الجمع بین الطریقین"[1] اور "تحصیل التعرف فی الفقہ والتصوف"[2] پڑھیں، حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔[3]

مرج البحرین فی الجمع بین الطریقین، قواعد الطریقہ فی الجمع بین الشریعۃ والحقیقۃ

---

[1] یہ کتاب فارسی میں ہے اس کا اردو میں ترجمہ چالیس پچاس سال پہلے شائع ہوا تھا وہ ایک زمانہ سے نایاب ہے اسی وجہ سے اس کا ازسرنو اردو میں ترجمہ کرا کر متن کے ساتھ شائع کیا جارہا ہے۔

[2] یہ کتاب عربی زبان میں ہے اور ضخیم ہے اس کا ایک روٹوگراف نسخہ میرے پاس بھی ہے۔ یہ کتاب اس موضوع پر شیخ کی معرکۃ الآرا تصنیف ہے۔ اس کے نسخے رضا لائبریری رامپور، کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن، اور خدا بخش لائبریری پٹنہ میں بھی ہیں۔ اس کو بھی شائع کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ کام محکمہ اوقاف کو کرنا چاہیے۔

[3] قواعد الطریقہ عربی میں ہے اور ابھی تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئی ہے۔ شیخ عبدالوہاب متقی [illegible] کا بیان ہے [illegible] ذلک کتاب سیدی [illegible] بقواعد الطریقۃ فی الجمع بین الشریعۃ والحقیقۃ وھو کتاب جلیل عجیب، جامع

Marfat.com

مصنفہ شیخ شہاب الدین ابوالعباس احمد برنسی فاسی مالکی معروف بشیخ زرّوق المتوفی ۸۹۹ھ کی نہایت مفید و مختصر تلخیص ہی نہیں بلکہ اس میں فن تصوف کی وہ اہم باتیں بھی جو شیخ محدث نے "المکاتیب والرسائل الی ارباب الکمال والفضائل" میں اپنے شیوخ طریقت کے حوالہ سے جا بجا نقل کی ہیں ایک خاص ترتیب اور وضاحت سے بیان کردی ہیں۔ اس سے شیخ محدث کے نظریۂ تصوف ہی کی نہیں بلکہ شیخ عبدالوہاب متقی اور شیخ علی متقی برہانپوری ثم مکی کے نظریۂ تصوف کا بھی سراغ بآسانی لگایا جاسکتا ہے کیونکہ شیخ محدث انہی کے علمی اور عملی تصوف کے داعی و ترجمان اور انہی کی تعلیمات کے پیرو و پابند تھے بلکہ نظر غائر سے اگر دیکھیں تو مرج البحرین شیخ عبدالوہاب متقی کی وصیتوں کی ترجمان اور ان کے مجمل بیانات کی تفصیل اور ان کی تعلیماتِ تصوف کا نظریاتی خاکہ ہے جس کا تذکرہ شیخ موصوف نے اپنے رسالہ "ذکر الاحوال والاقوال منبھۃ علی رعایۃ طریق الاستقامۃ والاعتدال" میں نہایت تفصیل سے کیا ہے یہ رسالہ المکاتیب والرسائل کے ساتھ شائع ہوچکا ہے۔ اس کے مطالعہ سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ شیخ علی متقی کی تعلیمات نے شیخ موصوف کی علمی و عملی زندگی میں کیا انقلاب کیا اور ان کے علمی افکار میں کس قسم کی تبدیلی اور اصلاح ہوئی۔ ان کے نظریۂ

(بقیہ صفحہ گذشتہ)

بین طریقتا الفقہ والتصوف والعلم والحال۔ لا ینتفع بہ الا فقیہ۔ محب مشرف علی الاحوال وصوفی محقق مقید بالاعمال ولا ینتفع بہ فقیہ متعسف عنید ولا صوفی متعسف مفرط بعید یحفظ کلا الجانبین ویجمع کلا الطریقین ولقد شرح اکثر مقاصد ھذا الفقیر وترجمہ بالفارسیۃ فی رسالۃ مسماۃ بمرج البحرین فی الجمع بین الطریقین۔ (یعنی: اسی سلسلہ میں موصوف نے مجھے سیدی احمد بن زروق کی کتاب جس کا نام قواعد الطریقۃ فی الجمع بین الشریعۃ والحقیقۃ ہے پڑھائی تھی یہ بڑی عجیب کتاب ہے طریقہ فقہ و تصوف اور علم و حال کی جامع ہے؛ اس کتاب سے وہی فقیہ استفادہ کرسکتا ہے جو تصوف کا دلدادہ اور احوال کا نگراں ہو اور وہ صوفی محقق ہو اور اعمال کا پابند ہو، سرکش اور بے راہ رو فقیہ، کج رو اور غلو کرنے والا اور حق سے دور صوفی اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا، یہ دونوں جہت (فقہ و تصوف) کی محافظ اور دونوں طریقوں کی جامع ہے۔ اس کتاب کے اکثر و بیشتر مقاصد کی شرح اس فقیر نے کی ہے اور اس کا ترجمہ بھی فارسی میں کیا ہے جس کا نام مرج البحرین فی الجمع بین الطریقین ہے)

Marfat.com

ـوف کا مرکزی نقطہ کیا تھا۔ زندگی کے کن کن شعبوں کی اصلاح کی طرف ان کی توجہ زیادہ تر
رہی، انھوں نے کس قسم کے علما کو قابلِ اعتبار اور لائقِ اعتماد سمجھا اور ان کے کلام سے
کس قسم کی باتوں کا انتخاب کیا اور کن علما کی کتابوں کے مطالعہ سے گریز کیا اور کس قسم کے
کلام سے استدلال میں پہلو تہی کی، اور ان کی تصنیفات و تالیفات کا افادی پہلو کیا ہے۔

مذکورۂ بالا بیانات کی روشنی میں مرج البحرین کی افادیت و اہمیت کا صحیح اندازہ
کیا جا سکتا ہے نیز یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ یہ کتاب گیارہویں صدی ہجری کے
اوائل کی تالیفات سے ہے۔

مرج البحرین کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مطبوعہ کتاب کامل نہیں ہے، شیخ
محدث آخر کتاب میں رقمطراز ہیں:۔ "این کلمہ 'امنا بما جاء عن اللہ ......
...... تفاصیل آن در رسالہ کمال الایمان مقالہ کردہ بیان کنیم"۔

افسوس ہے اس کتاب کے کسی کامل نسخے کا مجھے کہیں سراغ نہیں لگ سکا بلکہ
مخطوطے اس کتاب کے میری نظر سے گزرے ہیں وہ بھی مطبوعہ نسخے سے زیادہ کامل
نہیں ہیں بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عقائد پر جو رسالہ تکمیل الایمان شیخ محدث رح
کا لکھا ہے وہ اس سلسلہ کی دوسری کڑی ہے۔

(مولانا) محمد عبد الحلیم چشتی

۲ ذی الحجہ ۱۳۸۵ھ

Marfat.com

افتتاحیہ

اس کتاب کے مصنف حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بعہد سلیم شاہ سوری ۹۵۸ھ/۱۵۵۱ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد حضرت سیف الدین سلسلۂ قادریہ سے منسلک اور نظریۂ وحدت الوجود کے حامی تھے۔ حضرت شیخ کی ابتدائی تعلیم و تربیت اِن ہی بزرگ باپ کے زیرِ سایہ ہوئی۔ ان کے دل میں شروع ہی سے حصولِ علم کی لگن تھی۔ چنانچہ والدِ ماجد کے منع کرنے کے باوجود وہ کافی رات گئے تک مطالعۂ کتب میں مشغول رہتے تھے۔ اور اپنے قیمتی وقت کو کھیل کود میں ضائع نہیں کرتے تھے۔

بیس بائیس سال کی عمر تک حضرت شیخؒ نے تحصیلِ علم دہلی میں کی۔ بعدہٗ فتحپور سیکری تشریف لے گئے اور وہاں کے علما سے فیض حاصل کیا۔ وہیں کے دورانِ قیام میں قرآن مجید حفظ کیا۔ ۹۹۵ھ/۱۵۸۷ء میں حج بیت اللہ کیلئے تشریف لے گئے اور وہاں اس دور کے ایک بڑے عالم اور صاحب باطن بزرگ شیخ عبدالوہاب متقی سے اکتسابِ فیض کیا۔

دیارِ عرب سے واپسی کے بعد آپ درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے۔ اسی زمانہ میں حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے دست حق پرست پر نقشبندیہ طریقہ میں بیعت کی۔ اور اپنے علم و عمل سے حیاتِ مستعار کے آخری لمحات تک خلقِ خدا کو فیض پہنچاتے رہے اور ایک طویل عمر پاکر مغل شہنشاہ شاہجہاں کے

Marfat.com

[illegible]حکومت میں ۲۱ ربیع الاول ۱۰۵۲ھ مطابق ۱۶۴۲ء کی درمیانی شب میں واصلِ رحمتِ حق ہوئے۔
وہ ایک متبحر عالم، ایک صاحبِ باطن بزرگ اور ایک بڑے مصنف تھے۔ انھوں نے دینی علوم کی جس منظم طریقہ پر اشاعت کی اس کی نظیر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے قبل دکھائی نہیں دیتی۔ وہ پہلے عالم تھے جنھوں نے علم حدیث کو اتنی باقدگی سے اس سرزمین میں جاری کیا۔

باطنی علوم میں حضرت شیخ پر کئی قسم کے اثرات پڑے تھے۔ باپ سے وحدت الوجود کا نظریہ اخذ کیا تھا۔ شیخ عبدالوہاب متقی سے وہ سلوک حاصل ہوا تھا جو کلیتاً شریعت کا تابع تھا۔ اور حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی صحبت نے ان پر طریقہ نقشبندیہ کا رنگ چڑھایا تھا۔ اس طرح ان مختلف اثرات کے ملنے سے ان کے مسلک میں اعتدال و توازن کی کیفیت پیدا ہوگئی تھی۔

تصنیف و تالیف سے ان کو ابتدا ہی سے لگاؤ تھا چنانچہ انھوں نے زمانہ طالب علمی ہی میں اپنی مشہور کتاب اخبار الاخیار مرتب کر لی تھی۔ اس کے علاوہ کتاب الصالحین اور [illegible] رسالے مختلف موضوعات پر اسی زمانے میں تصنیف کر لئے تھے۔

[illegible] تحصیلِ علم سے فارغ ہونے کے بعد حضرت شیخ نے پوری توجہ اسی پر مرکوز کر دی۔ اور [illegible] مشغول کر جاری رکھا چنانچہ آپ کی تصانیف کی تعداد سو سے متجاوز ہے جن میں بعض نہایت معرکہ آرا ہیں۔ لمعات اور اشعۃ اللمعات مشکوٰۃ کی شرحیں ہیں۔ پہلی عربی زبان میں اور دوسری فارسی میں ہے۔ مدارج النبوۃ سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہے جذب القلوب الی دیار المحبوب مدینہ منورہ کی تاریخ ہے۔ زاد المتقین الی طریق الیقین ان کے [illegible] کمالات پر مشتمل ہے۔ اخبار الاخیار جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے اولیاء اللہ کا [illegible] ہے۔ مرج البحرین میں شریعت و طریقت سے متعلق بحث ہے اسی موضوع پر

ایک رسالہ روضات ہے۔ اگرچہ اس کا ذکر حضرت شیخ کی فہرستِ تصانیف میں نہیں ملتا تاہم بعض شواہد کی بنا پر اس کو ان ہی کی تالیف سمجھنا پڑتا ہے۔

مرج البحرین جس میں شریعت و طریقت کے درمیان مطابقت بتلانے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے حضرت شیخ کی اعتدال پسندی کی مظہر ہے۔ اس میں انھوں نے طریقت اور شریعت کے انتہا پسندانہ نظریات کے درمیان ایک معتدل راہ دکھائی ہے اور نہایت اچھے انداز میں اور دلائل و شواہد کے ساتھ یہ بتایا ہے کہ یہ دونوں ایک ہی شے کے مختلف پہلو ہیں۔ البتہ شریعت کو اسلئے برتری حاصل ہے کہ اس کے احکام سب کیلئے ہیں ان میں تبدیلی ممکن نہیں اور ان پر عمل کرنا ضروری ہے طریقت کے احکام سب کیلئے نہیں ہیں، اور ذوق و حال اور وجدان کے اختلاف کی بنا پر تبدیلی ہو سکتی ہے۔ یہ فرق بتا کر انھوں نے کہا ہے کہ کمال کے درجہ تک پہنچنے کیلئے دونوں کا حاصل کرنا ضروری ہے البتہ راہِ حق کے متلاشی کو "فقیہ صوفی" بننا چاہیئے "صوفی فقیہ" نہیں۔ یعنی پہلے شریعت کا علم حاصل کرکے اس پر عمل پیرا ہو، بعدہٗ راہِ طریقت میں قدم رکھے۔

اس مفید کتاب کی تلیابی کو دیکھتے ہوئے اسوقت نہایت صحت کے ساتھ مع اردو ترجمہ اور ضروری حواشی شائع کیا جارہا ہے۔ امید ہے کہ اہلِ ذوق حضرات اس کا مطالعہ دلچسپی سے کریں گے۔ اور اگر حضرت شیخ کے استدلال سے مطمئن ہوجائیں تو اس کی روشنی میں اپنے خیالات و نظریات میں ترمیم کرلیں گے۔ واللہ الموفق۔

ثناء الحق صدیقی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مُحَمَّدٍ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ وَاَحْزَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ امّا بعد می گوید فقیر حقیر عبد الحق بن سیف الدین القادری الدہلوی، ایں رسالہ ایست مسمّٰی بہ "مرج البحرین" و جامع الطریقین، جامع طریقہ فقہ و تصوف و شریعت و طریقت و ظاہر و باطن و صورت و معنی و قشر و لب و علم و حال و سکر و مذہب و مشرب و قال و عشق اگر آنرا صراط مستقیم و طریق قویم نام کنند جائز باشد۔ و اگر دین [illegible] اسلم لقب نہند روا بود۔ و دعوت حق و منہج رشاد گویند [illegible] میزان عدل و دستور العمل گردانند، راست آید۔ متفقہ را [illegible] تصوف باز دارد و متصوف را در دائرۂ مذہب فقہ آرد، [illegible] فقیہ [illegible] مستشرف احوال، و صوفی محقق مقید [illegible] متعصب عنید و متصوف متوغل بعید، [illegible] بینہما برزخ لا یبغیان ۰ شعر

Marfat.com

بر کفے جامِ شریعت بر کفے سندانِ عشق ہر ہوسنا کے نداند جام و سنداں باختن

پروردگار تعالیٰ شانہ ما را و جملہ مسلمانان و یاران ما را در مقام امن و مقر سلامت نہادہ - و بر مرکزِ حق و مقعدِ صدق ثابت دارد، و راہِ راست، و دین درست و اعتقاد صحیح روزی کرداند. قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَاِمَامِ الْكُلِّ وَاُسْتَاذِ الْوُجُوْدِ وَهَادِي الْخَلْقِ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَفْتَرِقُ اُمَّتِيْ ثَلٰثًا وَّسَبْعِيْنَ فِرْقَةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ اِلَّا وَاحِدَةً مِّنْهُمْ قِيْلَ وَمَنْ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى مَآ اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِيْ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدُ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔ یعنی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت می کند کہ سید الانبیا و سند الاصفیا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمودہ کہ امتِ من از انہا کہ ایمان بمن آوردہ اند، و بدینِ اسلام گرویدہ و روئے بقبلہ آوردہ اند ہفتاد و سہ ۷۳ گروہ شوند، ہر گروہ را اعتقادے دیگر و راہے دیگر است از انجملہ ہفتاد و دو ۷۲ فرقہ بدوزخ روند و بعلت ضلالت فسادِ اعتقاد و شومیٔ عصیان و بدعت بعذاب آتش گرفتار گردند تا وقتیکہ قادرِ مطلق خواہد ایشاں را ازاں آلائشہا و کثافتہا پاک ساز دو بجنت در آید، و یک گروہ از انہا بآتش در نروند، و از جہت عقیدۂ صحیح و پیروی

راہِ راست مستحقِ عذاب نگردد۔ پرسیدند یا رسول اللہ این فرقہ کہ برہدایت باشند و بدوزخ درنیایند، چہ کسانند۔ فرمود آنہا ئیکہ در مذہب واعتقاد موافق طریقۂ من واصحابِ من باشند۔

۔ وآں ہفتاد و دو فرقہ را اہلِ بدعت و ضلالت واہلِ ہوا گویند، واہلِ قبلہ نیز نامند، واہلِ قبلہ را کافر نباید گفت، وخارج از دائرۂ اسلام نباید شمرد، ومخالفتِ ایشاں با فرقۂ ناجیہ در ہمہ جانیست۔ اِلّا در بعضے مسائل وعقائد کہ در آنجا خطا کردہ وبتاویل د تغیرِ ظواہرِ نصوص از جادۂ مستقیم منحرف گشتہ اند، وفرق میانِ کفر وضلالت بر آنجملہ قیاس باید کرد کہ مثلاً جماعتے بسمت مشرق روئے آوردہ باشند یکے از انہا دحاق وسطِ راہ برخطِ مستقیم کہ اقربِ طرق است سلوک نماید ودیگراں نیز روئے بمقصد دارند، ولیکن درچپ وراست روند ودر جانبِ جنوب وشمال افتند، گامے چند بزنند باز رجوع بمشرق نمایند وروئے براہ آرند بعضے قریب وبعضے بعید، وہمیں تفاوت از مقصد دور ونزدیک افتند وا شد کہ یکے از ایشاں را ہم درراہ آفتے رسد کہ بداں ہلاک گردد کہ آفت درراہ راست بسیار باشد ودیگرے چنداں دور افتد کہ رجوعش بطریق راست متعذر گردد، والّا ہمیں قدر کہ نیت مقصد وطلب مقصود دارد

آنہا اہلِ ضلالت اندکہ سالک اند ولے ہالک وراہ روانند ولے گمراہ جماعتے دیگر باشند کہ مطلق پشت بمشرق دادہ روئے بسوئے مغرب آرند ودر ہیچ جا ہیچ وجہ ایشاں راروئے بجہتِ مشرق نباید و باقاصدانِ راہِ مشرق موافقت نیفتد۔ . . . .
. . . .

. . . ایں مثالِ اہلِ کفر ست کہ درقصدو مقصد وطریق تبائن و مخالفت دینِ اسلام اند و اہلِ ضلالت را نیز اگرچہ گاہے در رفتار پشت بمنزلِ مقصود افتد ولیکن بعد از چند قدم یا چند میل یا چند فرسخ ومنزل بَالِغًامَّا بَلَغَ اِلٰی مَاشَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی روے بقبلۂ حقیقت آید و قدم برجادۂ مستقیم افتد۔ شعر

جنگ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ ۔۔۔ چوں ندیدند حقیقت رہِ افسانہ زدند

(۱) **وصل** موجب کفر و ضلالت جز محبتِ دنیا واتباعِ ہوائے نفس و اعتماد برعقل نباشد حُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ۔ کہ گفتہ اند این ست یکے را محبت دنیا چناں غالب افتد کہ از دائرہ ایمان برآرد، و دیگرے را چنانکہ از ادائے فرائض و اتباعِ سنت و احرازِ نوافل و التزامِ استقامت باز دارد۔ بہر وجہ کہ دنیا و مال و منال و عزت و جاہ بدست آید ہماں کند۔ و بہر راہے کہ حصولِ آں ممکن باشد ہماں راہ رود و متابعتِ نفس و شیطان کند تا رفتہ رفتہ بدانشِ خود مغرور گردد، و برعقلِ خود اعتماد نماید و کردارِ خود را خوب داند، اگرچہ کفر و معصیت بود۔ و ایں خاصیتِ نفس است کہ بہ نسبت عیب و نقصان بخود راضی نگردد و مغلوب و ملزم نشود،

و با مردم بحجت پیش آید، و از برائے جلبِ منفعت خود در استحلال معاصی و استحسان قبائح افتد، و برائے تقویت و ترویجِ مذہب و تحسین کردارِ خود دلائل اقامت کند و ہر چہ مخالفِ ہوا و خلافِ رائے خود بیند اگرچہ آیات و احادیث بود تاویل کند و تغیر دہد تا آخر کار روے زندقہ و الحاد باشد، و ماوئ وے ہاویہ دوزخ گردد۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ۔

وسببِ حقیقی در انقطاعِ انوارِ ایمان و یقین و وقوع در ظلمات تردد و تخمین بُعدِ زمانِ نبوت و دور افتادن از مرکزِ حقیقت و محجوب شدن از مشہد و رود انوارِ وحی و نزولِ قرآن ست صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین از مشاہدہ جمالِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم چناں در مقامِ کشف و یقین متمکن شدہ بودند کہ تردد و تذبذب را بحال ایشاں راہ نبود لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ از مومناں آں وقت چہ گوید کہ کافرانِ آں زماں را شک و تردد نبود کفر کافراں در آں عہد نہ جہت شک و تردد بود بلکہ بعلت حسد و عناد و سابقہ شقاوتِ ازلی و تقدیرِ لم یزلی بود۔ ابوجہل لعنۃ اللہ علیہ کہ سر گروہِ اشقیا و راندۂ درگاہ بود، بارہا قرآن شنیدے و بگریستے و گفتے یقین دانم کہ ایں نہ کلام بشر و ساختہ آدمیانست طرز و طرح ایں سخن از عالمِ دیگرست، اِنَّ لَہٗ لَحَلَاوَۃً وَاِنَّ لَہٗ لَطَلَاوَۃً۔ ایں کلام را شیرینی و تازگی ہست کہ ہیچ کلام دیگر را نیست، چہ کنم کہ باوسوسۂ دیو و نفسِ کافر بس نتواں آمد و تفاوتِ حال غیبت و حضور ہم در روز رحلت آنحضرتؐ بظہور آمد۔ انس رضی اللہ عنہ گوید کہ ہماں روز آں حضرتؐ

صلی اللہ علیہ وسلم از دنیا رفت، و آفتابِ جمالِ وے در پردہ شد، حال برما متغیر شد و پیش دلہائے ما پردۂ فروہشت کہ سر رشتۂ شناخت از دست رفت، و نورِ یقین روئے در انطفا نہاد۔ شعر

رہ ندیدم چو برفت از نظرم صورتِ دوست ہمچو چشمے کہ چراغش ز مقابل برود

ازیں بالاتر و باریک تر سخن دیگر است کہ حنظلہ رضی اللہ عنہ کہ اورا حنظلۃ غسیل الملائکہ[1] گویند کاتبِ وحیٔ آسمانی بود بشکایت حالِ خود پیش ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آمد و فریاد برآورد کہ نَافَقَ حَنْظَلَۃُ من حنظلہ را، یعنی خود را از مومنان و مخلصان می پنداشتم آخر وے منافق صفت برآمد دلش با زبان و ظاہرش با باطن یکے نیست، و حالش بر نہجِ استقامت نہ۔ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ گفت حَاشَ لِلّٰہِ آخر ایں چہ سخن است و چہ می گوئی و کیفیتِ حال چیست و مقصود چہ؟ گفت وقتے کہ در حضرت رسولؐ باشیم صلی اللہ علیہ وسلم، و جمال ویرا بہ بینیم و سخن ویرا بشنویم، نورِ یقین چناں جلوہ گر شود کہ گویا حقیقت را بچشمِ سر می بینیم و بہشت و دوزخ مشاہدہ می کنیم، باز چوں از پیشِ وے بیروں رویم و با اہل و اولاد مخالطت نمائیم و بر اسباب و آلات نظر افگنیم، حال بگردد و سر رشتہ گم شود و بسیارے از آنچہ یاد بود فراموش گردد۔ بنگر کہ ابوبکر صدیقؓ کہ اول مومنان و مہترِ صدیقاں است در برابر آں چہ می گوید گفت: اے برادر تو چہ گوئی کہ مارا نیز حال ہمبریں منوال است۔ پس حنظلہ با ابوبکرؓ در مشہدِ حضورؐ کہ

---

[1] بعضے گفتہ اند کہ حنظلہ غسیل الملائکہ غیر کاتبِ وحی است۔

[illegible] مجلس پُرنور سیدِ کائنات است صلی اللہ علیہ وسلم حاضر آمدہ، [illegible] حال را با حضرت عرض نمودہ فرمود: غم مخور واندیشہ مکن کہ حقیقتِ حال وخاصیتِ غیبت وحضور ہمیں است، اگر دائم بریں حال باشید کہ در حضرت می آئید، حقیقت را علانیہ دریابید و با ملائکہ مصافحہ کنید بینا بینوی می آئید

اگر درویش بریک حال ماندے سر و دست از دو عالم برفشاندے
گہے بر طارم اعلیٰ نشینم گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

اکنوں معلوم شد کہ احوالِ اصحاب کہ مقربانِ درگاہ وسر حلقۂ عارفاں آگاہ اند بحسب غیبت وحضور نورِ نبوت متغیر ومتفاوت بود چہ جائے دیگراں۔ اما دریں جا سخنے دیگر و نزاکتے دیگر است کہ خیال نکند کہ اصل یقین واعتقاد ایشاں قصورے داشت یا فتور می پذیرفت، تفاوت در [illegible] کیفیتِ شہود وکثافت ولطافتِ حجاب است، آخر دیوار حجاب است و [illegible] نیز حجاب۔

اما آں بدیں کے ماند، آنکہ با محبوب در یک خانہ است شبِ تاریک [illegible] در اصل یقینِ قلبی وے یک حکم دارد۔ تفاوت اگر ہست در [illegible] یقین خواہد بود تا صبح صادق بدمد وآفتاب برآید وروز روشن پیدا گردد [illegible] دیگر ومشاہدہ دیگر باشد۔ اما اصل یقین ہماں است کہ بود آخر [illegible] علی مرتضیٰ کہ شاہ اولیا وامامِ اصفیا واستاذ اہلِ کشف ویقین است [illegible] لَوْ كُشِفَ الْغِطَاءُ مَا ازْدَدْتُ يَقِيْنًا۔ فرمود پردہ باشد یا [illegible] یکے است۔ مگر اشارت بہمیں معنی می کند کہ گفتہ شد یعنی

Marfat.com

ہر چند پردہ درمیان ست ولیکن من در پردہ چناں بینم کہ گویا پردہ نیست، آخر این پردہ اگر نباشد و حقیقت بے پردہ ظہور کند، نہ علم بود و نہ کشف، و نہ خبر ماند و نہ اثر، لَاَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهٖ خواندہ باشی کہ چیست ؎

(۲) ہست از پسِ پردہ گفت و گوئے من و تو ... چوں پردہ برافتد نہ تو مانی و نہ من

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ ... (۱) اسرار ازل را نہ تو دانی و نہ من / دیں حرف معما نہ تو خوانی و نہ من

(۲) وصل تا بعد از قرنِ صحابہؓ و دو قرنِ دیگر کہ ایشاں را تابعین و تبع تابعین گویند، و مصدوق و محکوم حدیث خیر القرون اند بحکم ... حدیث کہ فرمودہ است ثُمَّ يَفْشُو الْكَذِبُ. نزاع و اختلافات درمیان آمد و بخار حیرتِ مذموم متصاعد شد، و چون و چرائے پیدا گشت، و نورِ سنتِ انطفا پذیرفت، و ظلماتِ بدعت عالم را در گرفت۔ ہر یکے را ہوائے دیگر در سر افتاد، و رائے دیگر در دل نشست، و ابوابِ تاویل مفتوح شد، و ظواہر نصوص متروک گشت، و طریق صحابہ رضوان اللہ علیہم و مذہبِ سلف عزیز الوجود و غریب آمد کہ اَلْاِيْمَانُ بَدَاَ غَرِيْبًا وَسَيَعُوْدُ غَرِيْبًا فَطُوْبٰى لِلْغُرَبَآءِ. و سخت ترین حادثہ و صعب ترین نازلہ کہ در دین اسلام و اعتقادِ سلف افتاد، ظہورِ علمِ فلسفہ و ترجمۂ وے بلفظ عربی بود کہ در زمان بعضے خلفائے عباسیہ واقع شد، و مخالفان را دست آویزی و دشمنان را آلتِ حرب بہم رسید۔ بعضے بحرص و شرہ علم و دانش کہ نفسِ ناطقہ انسانی بر آں مجبول است، خصوصاً در علوم غریب جدید و بعضے بقصد افساد عقائدِ اسلام، و ہدم قواعد ملت دراں علوم بدعت خوض کردند و توغل نمودند

Marfat.com

اعلامِ دین و اساطینِ ملت بقصدِ حراستِ مذہبِ سلف و پاسبانی
ت در مقامِ اثباتِ عقائدِ شرعیہ و ردّ و ابطالِ فلسفیات ایستادند، ولابد
ان را دانستنِ آں علوم بتفصیل از ضروریاتِ وقت افتاد، چہ ردّ
کارِ چیزے بے دانستنِ آں چیز صورتِ امکان نہ بندد۔ پس فلسفیات
ایع شد و دائرہ کلام و جدال و قیل و قال وسعت پذیرفت و بازارِ
ں گرم آمد و علمِ کلام پیدا شد و پیش ازیں نیز علمِ کلام پیدا شدہ بود،
لیکن سخن دراں مخصوص بسمعیات بود و خلاف در وے با فرقِ اسلامیہ
ود کہ مخالفتِ اعتقادِ اہلِ سنت و جماعت کردہ بودند۔

و حارث محاسبی کہ از متقدمین فقہا و مشائخ طریقت بود، در وے
نیف کرد۔ و امام احمد بن محمد بن حنبلؒ با وے بجہت ایں تصنیف و
باب جدال و توسیع دائرہ قیل و قال نقارے پیدا کرد و ترکِ صحبتِ
دارد۔ و از متاخرین آنکہ در خوضِ فلسفیات غلو کرد و ابطالِ آں نمودہ
او یاجوجِ فتنہ شد، امام فخر الدین محمد رازیؒ بود کہ مصادمت و
ت غریب با حکما نمودہ اگرچہ در بعضے مباحث مکابرہ و مجادلہ
افتہ باشد، اما چوں نیتش بخیر است عاقبتش بخیر باد۔ و با وجود
ارباب کشف کہ بصحبتِ معنوی حضرت سید کائنات
علیہ وسلم مشرف شدند، و از حقیقتِ حال فخر رازیؒ از حضرتش
نمودند فرمودند: ذٰلِكَ رَجُلٌ مُعَاتَبٌ ۔ و چوں از حال
سینا پرسیدند فرمودند: ذٰلِكَ رَجُلٌ اَضَلَّ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ۔

Marfat.com

ودرشان شہاب الدین مقتول فرمود: هُوَ مِنْ مُتَّبِعِیْهِ۔ یعنی وے نیز از تابعان وپیروان ابوعلی بن سیناست۔ واللہ اعلم

وامام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نیز دراوائلِ عمر برطریقۂ فقہا ومتکلمین بود ودرآخر براہ ترک وتجرید درآمدہ دطریقۂ تصوف قدم نہاد واز محققینِ علمائے ایں طائفہ شد وملقب بحجۃ الاسلام گشت، وکتبِ بسیار درعلمِ تصوف تصنیف کرد۔ چوں از حقیقتِ حال وے پرسیدند۔ فرمود: ذٰلِكَ رَجُلٌ وَصَلَ اِلٰی مَقْصُوْدِهٖ۔ ہنوز گفتہ اند کہ فرق است میانِ آں کہ گویند وَصَلَ اِلَى الْمَقْصُوْدِ یا۔ وَصَلَ اِلٰی مَقْصُوْدِهٖ۔

وبالجملہ خوضِ اہلِ اسلام وارباب علمِ کلام درفلسفیات ہرچند بقصد ردّ وابطال اہلِ زیغ ونفع اہلِ حق بود، ولیکن درضمن آں ضررے عظیم بایشاں نیز عائد شد وموجبِ تذبذب عقائد وتزلزلِ مرقواعدِ دین آمد وسبب فتح باب تشکیک وتردید گشت، کم کسے باشد کہ بعد از خوض وغلو دریں علم از ورطۂ حیرت بسلامت برآید، وسرمایۂ یقین از دست ندہد۔ اِلَّا مَنْ عَصَمَهُ اللّٰهُ وَذٰلِكَ نَادِرٌ۔ فَاِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔

(۳) وصل سبیلِ سالکِ راہِ سلامت وطالبِ طریقِ استقامت آنکہ خوض درفلسفیات واشتغال بداں حرام داند، واز غلو درمباحث ودلائلِ کلامیہ اجتناب نماید، ودر تفصیل قیل وقال اہلِ بحث وجدال درنیفتد وبمجرد عقائد اہلِ سنت وجماعت ودلائلِ اجمالیہ آں اکتفا نماید، وایں اعتقاد را بخود درست کند وراسخ گرداند، وعقل را دنکار وبارِ شریعت و

Marfat.com

احکام کتاب وسنت معزول سازد، ومنقول راتابع معقول ندارد، وابوابِ
دل وتشکیک بربندد، واز راهِ اعتقاد واتباع بیرون نیفتد، وبرفہم قاصر
عقلِ ناقص خود اعتماد نکند که ہرکہ بوادیٔ ضلالت افتاد از اعتماد برعقل و
اعجاب واستبدادِ رائے افتاد اگر عقل درمعرفت اسرارِ غیب وصلاح و
فسادِ مبدأ ومعاد، استقلال واستبدادمی داشت۔ ارسالِ انبیا وبعثتِ
رسل برائے چہ بودے، غایتِ کارِ عقل وحکمت درآفرینشِ وے ہمیں است
کہ فہم اوامر ونواہیِ الٰہی وتحمل امانت تکالیفِ شرعیہ بکند، عقل بالجملہ نیست
کہ تفصیلِ احوالِ آخرت، وکیفیتِ اسرارِ اعمال ومقادیرہ وہیأت وتعینِ
اوقات وخصوصیات جزائے آں بے واسطۂ وحیٔ آسمانی تواند دریافت،
اینجا کشف ووجدان سراسیمہ وحیران است، عقلِ خود کدام است ہمچنانکہ
حس درادراک مدرکات عقل بیکاراست، عقل دردریافتِ مضمراتِ کشف
معزول، ہمچنیں کشف دراحاطۂ اسرارِ وحی وایمان بے دخل درطورِ ایمان
را معلوم گردد کہ بقوتِ کشف ووجدان دریافتہ نشود، از عقل خود چہ
آید۔ ظاہرترین موجودات محسوسات است، وروشن ترین محسوسات
اجسام۔ وتمام عقلا از متکلمین وحکما دردریافت حقیقتِ آں سرگردانند
ونہ دریافتہ کہ حقیقتِ جسم چیست وترکیب او ازچہ۔ وقریب ترین اشیا،
بہر کسی وے ولطیفۂ انانیتِ اوست کہ بداں اشارت باناہمی کند و
گوید من کردم، ومن گفتم، ومن دیدم۔ ہیچ عاقلے بحقیقتِ آں پے نبردہ
کہ چیست وچیست کہ می گوید من کردم ومن گفتم ازیں جا گفتہ است ؎

Marfat.com

آنکہ خود را شناخت نتواند   آفرینندہ را کجا داند
توکہ در ذاتِ خود زبوں باشی   عارفِ کردگار چوں باشی

اگر بجہتِ کمالِ ظہورِ نورِ ہستی حق و وجود آثار صنع وے مجملاً بوجودِ وے تعالیٰ وصفات وے عقل پے برد، دُور نباشد۔ ولیکن تفصیلِ صفات وافعال و آثار وے تعالیٰ و تقدس دریں عالم و در عالمِ دیگر کہ بے حد و اندازہ است جز باخبارِ رسل صلوات اللہ علیہم اجمعین نتواں دانست۔

عقل را در طورِ نبوت گوش باید بود و چشم بستہ خاموش باید نشست، تا چہ قرآن رعد و چہ خبر دہد۔ اگر گوش باشد بس است چشم اگر نباشد گو مباش۔ ازیں جاست کہ علما گوش را بر چشم فضیلت نہادہ اند کہ اَلْقَی السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ۔

تا گہر وصفِ ترا شد صدف   سامعہ بر باصرہ دارد شرف

عقل بمثابہ چراغیست کہ بداں راہ را از چاہ بداند و کارِ چراغ آں بود کہ راہِ نمودہ اندو نشانہا دادہ بداں بہ بیند و بر اثر نشانہا بروند، نہ آنکہ راہ را از خود پیدا کند و اختراع نماید۔ ایں کار ہرگز از چراغ نیاید راہ ہمانست کہ قرار دادہ اند، و نشانہائے آں نمودہ دیگر نمی شود، و اگر نقل را تابع عقل گردانند، و ہر چہ بفہم در نیاید و عقل بداں نرسد، آنرا تاویل کنند و بموجب آں قائل نشوند و اعتقاد بداں نیارند۔ اگر نیک در روند، ایں عین تکذیب و انکار است، پس ایمان کجا و اسلام کہ معنی آں قبول و انقیاد است گو لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللہ، ذرہ با آفتاب و قطرہ با دریا و جزو با کل و محکوم با حاکم و بندہ با

Marfat.com

[پ]روردگار در برابر می افتد و می گوید تو کئی و چہ چیزی کہ من نیستم زہے فہم و زہے عقل، اگر بادشاہے از بادشاہانِ دنیا حکمے کند و چیزے دہد و گویند کہ این حکم معقول ما نمی افتد، و این چیز نزد ما راست نمی آید، کسے تواند گفت، حَاشَا وَ کَلَّا۔ و اگر گوید داد مخالفت و انکار خود داده باشد، این ادب کہ تسلیم و ترک اعتراض است اُستاد و مرشد قرار داده اند، چہ با خدا و رسولِ خدا ہر چہ فرماید بسمع و طاعت باید شنید و بقلب و جوارح بدان گردید، و عمل کرد تا خود نور ہدایت و عنایت در باطن پرتو اندازد و ظلمت شک و ارتیاب از میان بر دارد۔ شعر

ہر چہ نماید کہ بکن آں بکن　　و آنچہ بگوید کہ مگو آں مگو

با سخنِ او ہمہ تن گوش باش　　وسوسہ بگذار و ز شیطاں مگو

(۴) وصل اگر گویند کہ این سخن کہ تو می گوئی مخالفِ نقل علما و مصادم مذہب اہلِ حق است آخر نہ در فضیلتِ عقل آمده است کہ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْعَقْلَ۔ (الحدیث)۔ آں حدیث خبر می دہد کہ اول و افضل مخلوقات عقل است و مدار کار بر او ست، و خطاب و عتاب با او و آں ہمہ گفت و شنید و چنین آیات و احادیث را علما بمخالفتِ حکم عقل تاویل و صرف از ظاہر نموده در موافقت مقتضائے عقل و معقول فرود آورده اند و مذہب اہلِ حق کہ تو در مقام تقویت آنی و اثبات آں می نمائی خود آنست کہ عقل یکے [از] ... است، و بعکس دلالتِ عقل چیز ہا معلوم گردد و آنرا کہ عقل در ... معزول و مردود مطلق باشد و ہیچ چیز بوے معلوم نگردد

Marfat.com

سخن باطل ومذہب اہلِ زیغ شمردہ اند۔ جوابش آں ست کہ حدیث اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْعَقْلَ۔ کہ تو آوردۂ مراد بعقل دریں جا مخلوق اول وموجود ثانی است کہ آنرا عقل اول وروح اعظم وقلم اعلیٰ گویند۔ وآں خود بدریافت اربابِ کشف ووجدان واعتقادِ اہلِ دین وایمان عین حقیقتِ محمدی و وروح اقدس آنحضرت است صلی اللہ علیہ وسلم کہ دراں نشاۃ درعالمِ امر نبی الانبیا ومربی ارواح بود وبعد از ظہور نشاۃ عنصریہ خلقیہ ہماں جوہر کل ببدن شریفش متعلق شدہ ومدبر ومتصرف آمدہ تکمیل وارشادِ اہلِ عالم کرد۔ ایں خود موافقِ مقصود بلکہ عینِ مدعائے ما آمد، چہ ایں ارواح و عقولِ جزئیہ کہ متعلق بابدان افرادِ انسانی است ہمہ مستفیض مقتبس ازاں عقلِ کل وروحِ اعظم اند کہ معدنِ فیوض ومنبعِ انوار است، ودر حقیقت اَشِعَّۂ از لمعاتِ نور او یند بر مثال دیدہا نسبت بجرم آفتاب کہ تا نورِ آفتاب نتابد وپرتو نیندازد نور بینش در دیدہ پیدا نشود، وچیزے ننماید۔ پس معارضہ وممانعہ عقول با نورِ نبوت معقول نباشد۔ چنانچہ معارضہ دیدہ با آفتاب صورتِ امکان نہ پذیرد، وبا قطع نظر ازاں در فضیلت واعتبارِ عقل کسے را سخن نیست کہ مدارِ کار بفہم خطاب واستحقاق ثواب وعقاب براوست ومعرفت طرق وقواعدِ صلاح وفساد، معاش ومعاد بتعریف صاحبِ شریعت مراد است وچندیں آیات واحادیث واخبار وآثار در فضل ومزیتِ وے وارد شدہ، تا بعضے مردم اورا بر علم فضیلت نہادہ اند، وترجیح دادہ، وبعد از تحقیق نزاع شاید کہ حق نیز ہمیں باشد، وآخر معرفت

135449

Marfat.com

[illegible] شناخت الٰہی تعالیٰ و وصول بندہ بجناب احدیت ہمیں دو طریق است،
[illegible] است یا فکر۔ بعضے فکر را اصل نہادہ اند و دستور دیوانِ معرفت داشتہ
[illegible] تَفَكُّرُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِنْ عِبَادَةِ سَنَةٍ۔ وجائے دیگر فرمودہ: مِنْ عِبَادَةِ
سِتِّيْنَ سَنَةً۔ این تفاوت بحسبِ تفاوتِ درجاتِ فکر است۔ تا فکر
ہر کس در کجا بود۔ مولانا روم می فرماید قدس سرہ ؎

این قدر گفتیم باقی فکر کن　　فکر اگر جامد بود رو ذکر کن

گفتہ اند کہ ذکر عاشق سازد و فکر عارف گرداند و طائفۂ دیگر ذکر را افضل و
اشرف داشتہ اند، زیرا کہ وے صفتِ حق است تعالیٰ و تقدس فَاذْكُرُوْنِيْ
اَذْكُرْكُمْ۔ و فکر صفتِ بندہ است ولابد ہر چہ صفتِ مولیٰ باشد افضل
باشد، ازاں چہ صفتِ بندہ است۔ و نیز ذکر متعلق بذاتِ حق باشد کہ
اُذْكُرُوا اللهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا۔ و فکر در صفاتِ وے تعالیٰ رود کہ تَفَكَّرُوْا فِي
الْآلَاءِ وَلَا تَفَكَّرُوْا فِيْ ذَاتِهٖ۔ و بالجملہ راہ بے فکر کشادہ نگردد، و فکر خود
کارِ عقل است، پس عقل را در معرفتِ صانع تعالیٰ مدخلے تمام و پایۂ
ارجمند باشد ولیکن مقصود آنست کہ عقل در کار رو باید ین و وصول
بمرتبۂ حق الیقین مستبد و مستقل نیست۔ و با وحیِ آسمانی معارض و با
حکمِ شارع معادل و مقابل نہ علم دارد، اما بہ تعلیم شرع معرفت دارد، و
لیکن تعریفِ وے تفکر باید کرد، در آنچہ فرمودہ است بر طریقے کہ فرمودہ
[illegible] است۔ آخر مراتبِ تفاوت اہلِ تقلید و تحقیق باقی ست
[illegible] یا اُولی الاَبصار

وتصرف وتاویلِ علماء در آیات واحادیث وتطبیق آں بمعقول ہم ا
باب است. آں معقول کہ منقول را بداں تطبیق نمایند معقولیست کہ بہ تنـ
قوانینِ شرع واحکامِ دین معلوم ومقرر شدہ است. والا بمعقول صرف یعنی
آنچہ بفہمِ قاصر وعقلِ ناقص با درآید. توقف در خبرِ شارع واعتقادِ آں
کہ در باطن متضمنِ نفاق وانکار است نامعقول باشد. ایں متفلسفان
در ابتلائے حال بہ تمویہاتِ فلسفہ عادت کردند ہرگز مسلمان صادق نشو
ودر مضمر سر بدینِ خالص کہ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ نکردند نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ
ذٰلِكَ وبتقریرے کہ کردہ شد معلوم شد کہ آنچہ گفتہ اند کہ مذہب اہلِ حق آنست
کہ عقل از اسبابِ علم است منافات بمقصود ندارد. واللہ اعلم وعلمہ احکم.

(۵) وصل وآنکہ گویند عقل باید تا بداں صدق نبی بنظر وفکر در معجزات
وے دریابند وجز بعقل آں را در نتواں یافت پس عقل اصل باشد، لا واللہ
ہدایت باید، ونورِ توفیق باید تا دریابد، ومنزلِ مقصود رساند. والا چندیں
کفارِ قریش عقلا بودند کہ در کار وبارِ خود موئے شگافی می کردند، باوجود مشاہدۂ
انوار معجزات بینات صدق نبی را درنیافتند، واگر دریافتند بحسد وتکبر
وعناد براہ کفر وتکذیب رفتند، چرا بعقل قباحتِ حسد وتکبر وعناد وخامت
عاقبت آں را وطریقِ اجتناب ازاں درنیافتند، وبداں راہ نہ رفتند.
وچرا بعقل وفرزانگی خود تدبیرے نکردند وقانونے نہ بستند کہ قاعدۂ دین و
ملتِ آبا واجدادِ ایشاں کہ قرنہا برآں گذشتہ بود برہم نہ افتاد وغیرِ ایشاں
چہ دراں زمان وچہ بعد ازاں چندیں عقلا وحکما وامراء وسلاطین کہ دبدبہ

Marfat.com

کوس حکمت و سلطنتِ ایشاں بفلک می رفت۔ چرا بزورِ عقل و دانش ملاح از ظہورِ دین و ملتِ اسلام نیامدند۔ واگر بعضے از ایشاں بغرورِ نفس و غلبۂ ہوا ایں ہوس کردند، و باخود ایں خیالِ محال بربستند و قواعد و قوانین اختراع نمودند۔ چرا آں قواعد و قوانین بعد از ایشاں باقی نماند و رواج نیافت۔ ازیں جا معلوم شود کہ نبوت دیگر است و سلطنت دیگر۔ ایں سخن در رسالۂ دیگر کہ درباب اثباتِ نبوت نوشتہ شود۔ بگوئیم اثباتِ نبوت چہ باشد۔ کیست کہ نبوت را ثابت گرداند، نبوت ہمہ را ثابت می گرداند۔ ایں سخن ہمچنیں زبان زد عرف و عادت شدہ است چنانکہ اثبات واجب گویند، مقصود خود معلوم است کہ چیست۔ ولیکن سخن بر زعمِ عقل و عقلاء مجنونانہ می رود، معذور دارند۔

ترسم کہ سخن دراز کشد و از مقصود دور افتم۔ مقصود آں ست کہ عقل نعمتے است کہ شکرانۂ آں نعمت باید گزارد، و شکرِ نعمتِ عقل آں ست کہ وے را بے تردد و تفکر در تصدیقِ رسولؐ و امتثالِ امرِ وے کار فرمایند، و معارض و مخالف آں دم نزنند، و از سعادتِ ایمان محروم نمانند۔ زہے حرمان و بے نصیبی کہ خوانِ الوان نعمت کشیدہ و در پیش یکے نہادہ باشند و وے در شک و تردد و بحث و جدال در افتد کہ حقیقت ایں طعام چیست، و آنرا کہ آوردہ و از کجا آوردہ، و وے سیرے می بخشد یا نہ، حقیقی دارد یا نہ، ہمدریں سودا و خیال در ماند دیگراں بیایند و بخورند، و حظے وافر ازاں برارند، و [illegible] محروم ماند و ہم گرسنہ بمیرد، و یا آفتابے طالع شود، و بنورِ خود عالم را

فرا گیرد، و یکے چشم بپوشد، و در بحث و تفتیش ایں بماند کہ ایں نور وسے از کجاست، و حق است یا باطل، و حقیقت ست یا خیال، و بداں نور عالم گیر مستنیر نگردد، و ہم در ظلمت آباد، و ہم راہ گم کند، و در چاہ حسرت و خذلان جان دہد، ایں چہ عقل است و چہ خرد، دیوانگی بہتر از آن ست ؎

زیں خرد بیگانہ می باید شدن — دست در دیوانگی باید زدن

آزمودم عقل دور اندیش را — بعد ازیں دیوانہ خواہم خویش را

(۶) **وصل** واگر عقل در ادراکِ حقائقِ اشیا و معرفتِ احوال موجودات مستقل است۔ چرا تمامہ عقلائے عالم در معرفتِ اسباب خاصیتہائے اشیاء مثل جذب کاہ ربا و اسہالِ سقمونیا و امثال آں معترف بعجز و نادانی آمدہ اند . . . . واں را مقتضائے صورتِ نوعیہ گفتہ، بے آنکہ تعین و تشخیصِ آں تواند کرد۔ ایں چہ سخن است ایں علم مگر تلافی جہل سابق می کند۔ بگوکہ خداش چنیں آفریدہ است، و ایں خاصیت در وے نہادہ، دیگر سخن چیست واگر خبرے و اثرے دریں باب از فرستادۂ وے داری، آنرا بر خوان و بداں اعتقاد کن و فضول عقل را بگذار، و ہمچنیں کہ دریں جا بعجز و نادانی اعتراف کردی در ہمہ جا ہمچنیں کن۔ بیچارہ سلمان شاعر کہ در نام و وطن یاد از سلمان فارسی می دہد رضی اللہ عنہ چہ خوش می گوید ؎

وما اوتیتم می خوانی و می گوئی کہ می دانم — علوم غیب اگر ہستی علوم غیب را دانا

بگو تا فتنہ بر آتش چرا گردید پروانہ — بگو تا عاشق خورشید رخشاں از چہ شد حربا

ایں سلمان فارسی نہ زیادہ از دو صد و پنجاہ سال بشنیدن خبرے

Marfat.com

طلب پیغمبر آخر الزماں برآمد و عالم را بگشت و در دین ہائے مختلف در آمد، و در بند یہود و نصاری در افتاد، و چند جا فروختہ شد، تا آخر روئے مقصود دید، سبحان اللہ وے بشنیدنِ یک خبر این چنیں والہ و حیران شد، اکنوں صد ہزار در صد ہزار خبر بر روئے کار است و ہیچکس گوش نمی نہد و یکقدم پیشتر نمی زند، زہے غفلت۔ سلمانؓ بندہ است و لے داغِ غیرت و حسرت بر جگر تمامہ فارسیاں نہادہ است۔ اگرچہ نوشیرواں و خسرو باشد ازاں جانب کوکبۂ صہیبؓ رومی قیصر روم را بر شک دارد۔ بلالِ حبشیؓ را خود چہ گویم کہ خال رخسارۂ دین اسلام است۔ سیدِ کائنات می فرماید صلی اللہ علیہ وسلم اَلسُّبَّاقُ اَرْبَعَۃٌ اَنَا سَابِقُ الْعَرَبِ۔ الحدیث۔ می فرماید، کہ سابقانِ این راہ کہ پیش از خواندن بدرگاہ آیند کہ مِنْھُمْ مُقْتَصِدٌ وَمِنْھُمْ سَابِقٌ بِالْخَیْرَاتِ چہار اند یکے من کہ از سابقان عربم دیگر سلمانؓ کہ از سابق فرس است دیگر صہیبؓ از روم و بلالؓ از حبش۔ رُوْحِیْ فِدَاکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ این چہ سخن است و این چہ رحمت و تواضع و تشریف و اکرام است کہ فقرا و غربا را می دہی و خود را از ایشان می شماری تو سابق ہمہ سابقانی تو جان ہر جانی، ترا با کسے چہ نسبت و کسے را با تو چہ شرکت، مگر از جانب پروردگار خود ماموری کہ صحبت با فقرا داری و با ایشان باشی و با ایشان نشینی کہ وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ۔

بلا خوش باش کاں محبوب جاں را ۔۔۔ بدرویشاں و مسکیناں سرے ست

قطعاً بنگر اولیا نقد حضرت فقرا چہ نمودہ بودند کہ این ہمہ رعایتِ خاطر

ایشاں می نمود۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یکبارے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ با یکے
از ایشاں نزاع کرد، وسخن سخت گفت۔ پس در حضرت آمد وقصہ باز گفت،
فرمود: اَدْرِکْ اَدْرِکْ یَا اَبَا بَکْرٍ، زود برو، وخاطرِ ایشاں دریاب، وعذر
خواہی کن، وآمرزش خواہ، اگر تو یکے از اینہا را رنجانیدے، بہ یقین خدائے
عرشِ عظیم را رنجانیدی۔ سلمان را اگر می پرسیدند نسبِ تو چیست؟ گفتے
نسبِ من اسلام۔ واگر می گفتند پدرِ تو کیست؟ گفتے پدرِ من اسلام،
چوں دینِ من اسلام است ہمہ چیز من اسلام است۔ آخر دین از مادر و
پدر و برادر و از ہر کہ گوید عزیز تر قریب تر است۔ چندیں کس از اصحاب پدراں
را و برادراں را و خویشاں را از جہت دینِ اسلام کشتند و دادِ عشق و
محبت دادند۔ ایں چنیں باش تا بہرہ یابی دیگر روئے شوی۔ پس در حقِ سلمان
خبر چنیں آمد کہ لَوْ کَانَ الْعِلْمُ اَوِ الدِّیْنُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَیَّا لَنَالَہٗ رَجُلٌ اَوْ
رِجَالٌ مِنْ فَارِسٍ۔ اگر روایت رجل است مراد بداں سلمان ست،
واگر رجال اشارت باو و بامثالِ اوست تو نیز بندۂ بیا و ایمان آر و اعتقاد
نگاہ دار وے ہمہ چیز را بتو تعلیم خواہد کرد۔ مَنْ عَمِلَ بِمَا عَلِمَ اَوْرَثَہُ اللّٰہُ
عِلْمَ مَا لَمْ یَعْلَمْ۔

ایں ہمہ کہ دانستۂ مگر بے تعلیم او دانستۂ، بعد از تعلیم وے
معلوم شود کہ ایں امر معقول و ممکن بودہ است وبے تعلیم وتعریف وے
محال نماید محال ہماں ست کہ وے تعلیم نکردہ وفہم آں نہ بخشیدہ۔ پس
مردم از دانستن آں نا امید نشستند و آں را محال دانستند نا امید منشیں کہ

Marfat.com

را بوے سپردہ او ہمہ را بتو تعلیم خواہد کرد، ولیکن برقدر استعداد و
قابلیت کہ ایں استعداد و قابلیت را ہم وے ساختہ و جعل نمودہ نہ مقتضا
یت یا تابع مزاج و طبیعت است از ایں جا باز راہ بظلمت آبادِ فلسفہ
می رود نیکو بایست تا آوارہ نشوی، دائم در مقابلۂ آفتابِ نبوت و بابِ
رحمت سر فرو د افگندہ بنشیں، و بزبانِ حال یا قال بتضرع و ابتہال
اقتباس انوار بنما نورے از انجا در دلِ تو خواہد افتاد کہ ساحتِ سینہ بداں
روشن شود۔ و در روشنائی آں صورتہائے غیبی ایمانی بنماید۔ اَفَمَنْ شَرَحَ
اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ۔ کسے در مقابلۂ آفتاب
بنشیند و روشن نگردد و گرم نشود چہ صورت دارد ایں آفتاب اگر خواہد
چنداں گرمی کند کہ آتش گردد، و ہر چہ ماسوای اوست بسوزد و خاکستر
گرداند۔ آں زماں معلوم شود کہ حجت و تاویل کہ در نورانیتِ آفتاب و
سطوت و جلال وے می کردند، کجا رفت ؎

مصطفیٰ اندر میاں آنگہ کسے گوید ز عقل　　آفتاب اندر جہاں آنگہ کسے جوید سہا

(ے) وصل سخن دراز شد و بجائے دیگر افتاد و رنگِ دیگر پیدا کرد و نورانیتِ
دیگر یافت، مگر مطلع صاف شد و خورشید حقیقت گوشۂ ابرو نمود و توجہ
راست نشست۔ ایں ہمہ از فروغ آں نور دان کہ از روزن خیال پرتو
انداختہ و ساحتِ سینہ را روشن ساختہ است، ایں نور را بدیدۂ دل
توان یافت، و بچشم سر نتوان دید ولیکن بغلبۂ حال چناں نماید کہ گو یا
بچشم سر می بیند و ازیں جاست اشتباہ بعضے از محجوباں اہلِ زمان

Marfat.com

کہ می گویند ما حقیقت را بچشم سر می بینیم و دیگراں را نیز می نمائیم تعالی اللہ ہیچ یکے از پیشینیاں بایں رسوائی سخن نکردہ است، وفی الحقیقت سخن ہمان ست کہ محققان از اربابِ تمکین قرار دادہ اند و قانون بستہ دیگر ہمہ یا غلبہ است یا ادعا۔ در تعرف می گوید کہ لَمْ یَذْهَبْ اِلٰی اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی مَرْئِیٌّ بِالْبَصَرِ فِی الدُّنْیَا اِلَّا شِرْذِمَةٌ قَلِیْلَةٌ مِّنَ الْمُتَصَوِّفَةِ لَا یُعْبَأُ بِهِمْ۔ فرمود کہ بدیدنِ خدائے پاک بے مثل و مانند در دنیا بچشمِ سر ہیچ کس از مشائخِ طریقت نرفتہ، مگر چندے از مدعیانِ ایں راہ کہ سخنِ ایشاں اعتبار را نشاید، می گویند کہ سالک ایں راہ بجائے می رسد کہ بصر و بصیرت یکے گردد، وظاہر با باطن یک رنگ شود، و امتیاز صورت و معنی از میان برافتد، آں زبان خواہ بگو کہ بدیدۂ دل می بینم یا بچشم سر۔ حاصل ہر دو عبارت یکے است۔ واللہ اعلم کہ ایں چہ اشارت ست کہ ایشاں می کنند حقیقتِ حال را ایشاں دانند کہ گفتہ اند و دریافتہ، ولیکن چنیں دانم کہ وجود ایں مرتبہ عزیز و نادر است، یکے بمجردِ اعتقاد مذہب اہلِ وحدت وجود و تخیلِ معنی توحید و فہمِ سخناں ایشاں سخنے می گوید یا بقدرے از صفائی ذکر و روشنائی باطن کہ بہم رسیدہ رشاشہ یعنی چکیدگی چشمہ از نبعِ حال انصباب یافتہ، ادعا می نماید۔ اینہا آسان ست ولے آنکہ سخن بغلبۂ قہریانِ حال و سطوتِ سلطانِ وقت برآید۔ آنرا تاثیرے دیگر و عزتے دیگر است و باوجود آں حق ہمان ست کہ مکاشفان سرِ حقیقت و متوطنان مقامِ تمکین کہ قوتِ مزاجیہ علم و حال ایشاں باعتدالِ حقیقی رسیدہ است۔ و ہمین

Marfat.com

ترتیب احوال ومقامات گشته قرار داده اند۔

از شیخ ما غوث الثقلین شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ منقول است کہ مریدے از مریدانِ ایشاں دعوی کرد کہ من خدا را بچشمِ سر می بینم۔ ایں حکایت چوں بحضرت وے رسید منع کرد و زجر نمودہ تا باز ازیں مقولہ دم نزند و ایں چنیں نگوید گفتند مع وزجر و نصیحت بابے دیگر است سوال از آنست کہ وے دریں دعویٰ محق است یا مبطل فرمودے محق خشبہ است او بدریافت خود راست می گوید و لیکن او را در اطلاع بر حقیقتِ حال اشتباہ شدہ است و سر کار در نیافتہ۔ وے حقیقت را بچشمِ بصیرت دیدہ است، و از بصیرت وے روزنے بجانبِ بصرِ وے کشادہ گشتہ۔ درحقیقت نظرِ بصر وے بر بصیرت افتادہ گمان برد کہ مگر بصر می بیند۔ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ ایں کلمہ از آں حضرت گفتن بود و حاضراں را بصعقہ و صیحہ افتادن و دیوانہ شدن و راہِ صحرا گرفتن، وسخن کہ از حقیقت برآید، وے را ایں تاثیر است و حکایتِ ادعائے ہماں حال دارد کہ يَقْرَؤُنَ الْقُرْاٰنَ وَلَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ۔

(۸) وصل باز دیگر سر رشتہ سخن از دست رفت و از مقصود دور افتادم اگرچہ درحقیقت نزدیک بمقصود آمدہ بلکہ درعینِ مقصود افتادہ ام، اگر نظر باصطلاحِ اہلِ صناعت تصنیف اتساقِ کلام و انتظامِ سخن از دست رود، گو کہ عنانِ اختیار بدست نیست از ایں جا رفتہ بودیم کہ عقل را

Marfat.com

بمعرفت اسرارِ ایمان واحوالِ آخرت وعجائبِ ملک وملکوتِ الٰہی و حقیقتِ اوامر ونواہی وے جلّ شانہ وعظّم برہانہ بے تعلیم شرع ووحیِ آسمانی راہے نیست۔ پس راہ راست آنست کہ عقل را تابع نقل گردانند واعتماد بر عقل نکنند وبمعارضت وحجت پیش نیایند وبندہ باشند و انقیاد وتسلیم نمایند ؎

زبان تازہ کردن باقرارِ تو ننگیختن حجت از کارِ تو

وبدرستی وراستی کہ ایں صفت در مذہب اہل سنت وجماعت پیداست کہ مصدوق: اَلَّذِیْنَ ھُمْ عَلٰی مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ۔ وفرقۂ ناجیہ کہ بقول حضرت، اِلَّا وَاحِدَۃً مِّنْھُمْ مستثنیٰ وممتاز گشتہ است ایشانند وتمامۂ ائمہ دین ومشائخ طریقت کہ مشہور اند وذکرِ ایشاں بر صفحاتِ روزگار مسطور است بریں مذہب بودہ اند وبریں اعتقاد رفتہ ودر کتبِ مشائخ آنجا کہ بیانِ اعتقاد خود می نمایند ہمیں اعتقاد است، وہیچ یکے از ارباب بدعت واہل ہوا بمقامِ قرب نرسیدہ، ومحلِ انعکاس نورِ ولایت نگشتہ است۔ مشائخ گفتہ اند کہ وجودِ ظلمتِ بدعت عملاً واعتقاداً مانع ظہورِ نورِ ہدایت وولایت است وتا دل از لوثِ بدعت پاک نگردد، ومتحلّی بحلیہ سنت نشود، سرِ حقیقت انکشاف نہ پذیرد ونورِ یقین بہ دل در نیاید ؎

جمالِ شاہدِ قرآں نقاب آنگاہ بگشاید
کہ دار الملک ایماں را بیاید خالی از غوغا

Marfat.com

وصل گمان نبرند کہ طریقۂ تصوف مخالفِ مذہب اہل سنت و جماعت است، وصوفیہ فرقۂ دیگر اند ورائے این فرقۂ ناجیہ حاشا وکلا خاصہ خلاصۂ این ملتِ اقوامِ محققین صوفیہ اند کہ در ظاہر و باطن مقتبسان انوارِ سنت ومکاشفان سرِ حقیقت اند و در سلوک طریقت اتباع عملاً و حالاً واختیار عزیمت ظاہراً و باطناً و تحقیق معنی صدق واخلاص ومعرفتِ مکائدِ نفس ودقائق ورع وتہذیب اخلاق وتصفیہ باطن ہیچ کس از ایشان بیشی نکردہ وآن چہ ایشان را از اعمال واخلاق واحوال ومقامات ومواجید واذواق ونکات واشارات وسائر کمالات دست دادہ، ہیچ فرقۂ دیگر را ندادہ۔ شیخ جلال الدین سیوطی کہ از اعاظم علمائے متاخرینِ حدیث است در عقائدِ خودمی نویسد وَنَعْتَقِدُ اَنَّ طَرِیْقَ الْجُنَیْدِ وَصَحْبِہٖ طَرِیْقٌ مُقَوَّمٌ۔ و در تخصیص طریقِ جنید واصحاب وے اشارت بمقصود کردہ است چہ طریقِ جنیدؒ واصحاب وے یعنی امثال واقران وے طریقۂ جامعہ ایست کہ در وے تعظیم وتحکیم کتاب وسنت وتقدیم ظاہر بر باطن وجمع بین الشریعت والحقیقت بروجہ اتم واکمل است، ودر طریقۂ ایشان تہاون در رعایتِ ظاہر احکام وترک رعایتِ فتوٰی شریعت نیست۔ منقول است کہ وے قدس سرہ فرمودہ است کہ طریقت ما بر کتاب وسنت است وہر چہ مخالف کتاب وسنت وخارج از آن ست مردود وباطل است ونیز فرمودہ است کہ اگر منکر بینا تو تلاوتِ قرآن ذوق وحضور وخشیت وخشوع دست داد

پس امیدواری فتح باب ہست۔ والا بدانکہ طریق مسدود است و نیز فرمودہ
است: مَنْ لَمْ یَسْمَعِ الْحَدِیْثَ وَیُجَالِسُ الْفُقَهَاءَ وَیَاْخُذْ اَدَبَهٗ عَنِ
الْمُتَاَدِّبِیْنَ اَفْسَدَ مَنِ اتَّبَعَهٗ، قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْ اَدْعُوْ اِلَی اللّٰهِ عَلٰی
بَصِیْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ (الآیہ)

ونیز مشائخ فرمودہ اند کہ کُلُّ حَقِیْقَةٍ رَدَّتْهَا الشَّرِیْعَةُ فَهِیَ زَنْدَقَةٌ
واز بعضے ازیں طائفہ بسبب غلبۂ حال وسکر ومحبت کلمات واشارات
صادر شدہ کہ بفہم اہلِ ظاہر درنیاید وبعضے اعمال وحرکات بوجود آمدہ کہ
مخالف ظاہر فتوی شریعت باشد، وآنرا شطحیاتِ مشائخ وہفواتِ ایشاں
خوانند ومبہمات ومو ہمات نیز گویند، کلمات مثل اَنَا الْحَقّ وَسُبْحَانِیْ وَلَیْسَ
فِیْ جُبَّتِیْ سِوَی اللّٰهُ وَاَنَا هُوَ وَهُوَ اَنَا۔ ومانندِ آں وافعال مثل تنویر
لحیہ وخرق ثیاب والقائے دراہم درآب والقائے نفس درہالک و
امثالِ آں ومنشائے صدورِ ایں کلمات وافعال طفح سکر وغلبۂ حال و
فقدانِ ضبط واختیار است وقسمے دیگر است از اوضاع وآداب و
اصطلاحات ومستحسنات مخصوص ایں طائفہ مثل بنائے ربط والباسِ خرقہ
واجرائے مقراض وکیفیاتِ ذکر واتخاذِ خلوات واجتماعِ سماع ومانندِ آں
ایشاں را درآنجا اجتہادات واستنباطات است۔ ہمچنانکہ علمائے فقہ را
وایں از ابوابِ علم است کہ سخن درآں جا از صحت اجتہاد وشرائطِ آں
وتحقیق سنت وبدعت رود، ایں قسم داخلِ احوال نیست۔ وصوفی و
فقیہ درآنجا برابر است وہر دو مطالبند بوجود اصل وصحت دلیل۔۔۔

Marfat.com

قسم اول از غلبات احوال است وآنچه ازین طائفه در حالتِ سکرو غلبهٔ حال صادر گردد قولاً وفعلاً طریق اسلم درآنجا تسلیم است، وترکِ مبادرت بانکار واعتراض یا عدم جواز تقلید وصحت اتباع دران وایشان خود نیز مریدان را بمتابعت واقتدا در امثال این امور نمی فرمودند بلکه باز می داشتند ومنع می کردند، اتباع واقتدا، در احکام شریعت وقواعدِ طریقت است که اساسِ آن بر علم است نه در جزئیات اذواق ومواجید که بنائے آن بر حال است وبالجمله مردم در غلبهٔ احوال، مشائخ وشطحیاتِ ایشان دو فرقه اند، فرقهٔ اول فقهائے صرف وعلمائے ظاهر که براهِ ردّ وانکار روند، وتسلیمِ آن ننمایند، واهلِ آنرا معذور ندارند. باز درمیانِ این فقها دو گروه اند، گروهے بحسب واقع وحکم نفس الامر منکر باشند ودر ظاهر وباطن حکم بطلان ورقم فساد برآن کشند و آن را بجهل وجنون نسبت کنند ومنشائے این کار از بے مناسبتی وبے مشربی وجمودِ طبع وخرابیٔ باطن ست ومورثِ حرمان از برکات وخوف سوء خاتمت بود۔

وگروهے دیگر از فقها در ظاهر بقصد زجر عوام وسدِ ذرائع انکار کنند ودر اظهارِ رد وانکار با طائفهٔ اول شریک باشند ولیکن دل را بازبان موافق نسازند ودر باطن منکر نباشند، واین هر دو گروه در حقِ مشائخ براه تفسیق وتفریط رفته اند علیٰ تفاوتٍ بینهما۔

وفرقهٔ ثانی براه غلو وافراط روند واعتقاد کنند که هرچه ایشان کنند وگویند حق است، هر چند بخلافِ شریعت باشد بلکه شریعت همان ست

Marfat.com

که ایشان کرده اند، وگروهے گویند که حاشا وکلا که از ایشان خلافِ شریعت سرزند
ونزد این فرقه اقوالِ علماء وروایاتِ فقهارا اعتبارے نباشد، واین را محبتِ
مشائخ واعتقادِ پیران خیال کنند اگرچه بعض از ایشان بتکلف وچربِ زبانی
ومصلحتِ وقت اظهارِ انقیاد فقه وشریعت نمایند ولیکن سیمائے وقت و
ناصیهٔ حال دلالت کند که مضمرِ باطن ومکنونِ سرّ همان ست، واین طائفه
را جهلهٔ صوفیه خوانند، چنانچه فرقهٔ اول را متقشفه فقها گویند، واگرچه فرقهٔ
اولی درجمودت وبلادت بیشتر اند ولیکن قدم این فرقهٔ ثانی درجهل و
ضلالت بیشتر است همیں مقدار فرق است که طائفهٔ اولی بے عرفان اند و
طائفهٔ ثانی بے ایمان- اول درمقامِ معرفت نه درآمده اند، وثانی از دائرهٔ
اسلام بدر افتاده اند- زیرا که تمسکِ منکر بظاهرِ شریعت وحکمِ علم است و
وے دراں معذور است- وبالجمله هر دو طائفه براهِ افراط وتفریط افتاده اند
وطریقِ اسلم که مرکزِ دائرهٔ اعتدال وتوسط است تسلیم است- چنانچه گفته اند
اَسْلِمْ تَسْلَمْ وحاصل معنی تسلیم بداں رود که بداند که منشائے ایں امور
حالِ صحیح ونسبتِ درست ونیتِ صادق است ولیکن بغلبهٔ حال و
استیلائے وجد قدمِ صبر وثبات از جا درآمد وعنانِ ضبط واختیار
از دست رفت بحدیکه صورتِ ایں فعل قبحِ شرعی وے از نظرِ اعتبار سقوط
پذیرفت ونظر بر صرفِ معنی وروحِ عمل که حضور واخلاص است مقتصر
آمد، وقدم از وسطِ طریق لغزید، واگر ایں حالت را در عالمِ ظاهر مثالے طلبند
طربان حالتِ غضب وفرح است علی حسبِ تفاوتِ درجاتهما ومراتبهما.

Marfat.com

...گشتہ وعاقل را بجنانکہ عاقل از اختیار بیروں آرد و بیخود گرداند، اگرچہ آں اختیار کہ مبداء فعل است باقی ست ولیکن سخن در زلت و ثبات و ...ب و مغلوب می رود، غلبہ وجد و حال را ہم بریں قیاس تواں کرد، و ایں جز در مقامِ سکر و تلوین و بدایتِ حال نباشد۔ اما اربابِ صحو و تمکین کہ بمرتبہ نہایت رسیدہ و در مقامِ استقامت و اعتدالِ حقیقی متمکن گشتہ اند۔ ظاہر ایشاں با باطن برابر است، و فرق ایشاں با جمع مساوی بر ایشاں مستی حال را حکم نباشد، و افراط و تفریط را مجال نہ، و با قطع نظر از بدایت و نہایت بعضے ازیں طائفہ را اطوار و احوال عارض می شود کہ از مقامِ تثبت و اختیار بیروں آرد یکے را مستی از صفائے عمل و ذکائے نفس خیزد و دیگرے را از نورِ ذکر و صفائے قلب و یکے دیگر را از سلطانِ مشاہدہ و جلائے روح بر ہر تقدیر آں حال صحیح است و نسبت درست، ولیکن ایں قول و فعل کہ از طغی و غلبہ آں صدور یافتہ صحیح نیست و مشروع و محل اقتدا و اتباع نہ۔

اگر گویند کہ چوں قول و فعل را مشروع و غیر قابل اقتدا و اتباع دارند، لاجرم از بابِ طاعت و ہدایت نبود بلکہ از قبیل معصیت و ضلالت باشد فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ۔ پس ایں اعتقاد عین انکار و تنقیصِ ... باشد اگرچہ در مرتبہ کمتر از انکار فرقۂ اول بود۔

... آں نیست کہ صدور امرے در غلبۂ حال بطریقِ عصیان و قصد ... امر فی نیست، و بمیل طبیعت و ہوائے نفس و علت جہل و ... آنچہ بیقین معلوم شدہ است از تقوی و ورع و

اخذِ عزیمت و اتباعِ سنت و علم و عمل و دیانت صاحبِ آں بلکہ مقرون بصدقِ نیت و حسنِ قصد در قہرِ نفس و قطعِ اسباب و اسقاطِ اغیار و استیلائے محبت و غلبۂ شوق است، و اینہا ہمہ احوالِ صحیحہ و مقاصدِ حسنہ است بلکہ گویند صاحبِ حال در حالتِ غلبۂ اصطلام و استہلاک در غلبات حال و سطواتِ وجد حکمِ مجنوں دارد کہ قلمِ تکلیف از وے مرفوع است۔ و اگر ایں امور را نسبت بصاحبِ حالِ معصیت و قبح و نامشروع ندارند شاید کہ در طورِ اہلِ باطن کہ تابعِ صرفِ معنی افتادہ اند گنجائش داشتہ باشد ولیکن چوں حکمِ شریعت عام است و عموماتِ شرعیہ باختلافِ افراد و اشخاص مختلف نگردد و بخصوصیتِ حالِ کسے مخصوص نشود و حسن و قبحِ فعل بامر و نہی شارع است نہ بکیفیتِ صدور و اعتبارِ حالِ فاعل لاجرم ذاتِ ایں فعل و صورتِ ایں حرکت بصفتِ عدمِ مشروعیت موصوف بود، و از دائرۂ حکم و فتویٰ علم بیروں۔ پس در حقیقت قبح و انکار راجع بذاتِ فعل گردد نہ بفاعل۔ و بسا باشد کہ اصلِ فعل خطا و معصیت بود فاعل را خاطی و عاصی نخوانند علما گفتہ اند کہ اکلِ شجرہ از آدم صفی صلوات اللہ علیہ معصیت بود۔ اما او را علیہ الصلوٰۃ والسلام عاصی خواندن از ادب نبود، قولہ تعالیٰ، وَعَصٰى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى و نفرمود کَانَ مِنَ الْعَاصِيْنَ وَالْغَاوِيْنَ، بلکہ در مقامِ اعتذار از وے می فرماید فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا۔ و بحقیقتِ غلبۂ حال نیز سبب و نسیان و عدمِ وجودِ عزم است۔ پس مرجع و مآلِ ہفواتِ مشائخ حکمِ زلاتِ انبیا صلوات اللہ علیہم اجمعین پیدا کرد، با اختصاصِ عصمت بحضرات انبیا

وجہات ایشان را بمتشابہات قرآن تشبیہ می کنند۔ واللہ اعلم
، وصل این لفظ کہ ہفواتِ مشائخ حکم زلات انبیاؑ دارد بر سبیلِ
تشبیہ وتمثیل والحاق ناقص بکامل گفتیم والا ہیچ کس را با حضرات انبیا
صلوات اللہ وسلامہ علیہم مشارکت در احوال ومقامات قرب نبود، اگرچہ
بحکم آنکہ ولایت سایۂ نبوت است، آنچہ بعضے از صفات شخص است
در سایہ پیدا گردد، ولیکن باوجود آن فرع با اصل کے ماند، وتابع با متبوع
برابر نبود، وہرچہ اولیا را از کمالات حاصل میشود بمتابعت انبیا، شود۔
ومشائخ فرمودہ اند قدس اللہ اسرارہم کہ ارواح مومنان اقتباس انوار
از ارواح اولیا کنند، وارواحِ اولیا، از ارواحِ انبیاؑ، وارواحِ انبیاؑ از
روح خاتم النبوتؐ وخاتم النبوت از ذاتِ اقدس تعالیٰ شانہ۔
حضرت غوث الثقلین فرمودہ اند کہ با اولیا حدیث بود وبا انبیا
کلام، وانبیا را وحی است واولیا، را الہام، ووحی کلامِ الٰہی است کہ باملے
روح اوست کہ او را روح الامین گویند، بمثابہ خاتم کہ بر کتاب کنند ولہذا
تبدیل وسے واجب وردِّ وسے کفر بود۔ والہام حدیثِ الٰہی است کہ قابلِ وے
... وسکینہ است کہ در قلبِ صحیح ولی نہادہ اند۔ پس کلام در ظاہر
است وحدیث در باطن، وتکذیب وانکار کلام کفر وموجب خرابی
باطن وانکارِ حدیث سبب خرابی باطن بود۔ نعوذ باللہ من

... متکلمین ومحققین صوفیہ ہیچ ولی بمرتبۂ نبی نرسد، وآنچہ

Marfat.com

مشہور شدہ است کہ اَلْوِلَایَۃُ اَفْضَلُ مِنَ النُّبُوَّۃِ۔ بعد از تحقیق آنکہ مصدر
این کلام کیست۔ اگر مراد بوے افضلیتِ ولی است از نبی، پس این سخن
مردود باطل و مخالفِ مذہب اہلِ حق است، و اگر اشارتے دیگر و تاویلے
دیگر دارد، صحیح است و مخالفت بحق ندارد۔ اکنون در بیان زلات انبیا
دم نتوانیم زد و بحقیقتِ آن نتوانیم رسید کہ چیست و از کجاست۔ این قدر
مفہوم می شود کہ معنی زلت لغزیدن پائے است در رفتار۔ مثلاً یکے
براہِ راست می رود و مقصدش راست و قصدش درست، ناگاہ بعلتِ
طریان نوعے از غفلت و عدمِ احتیاط پایش لغزید، افتاد یا نیفتاد این را
در متعارف اہلِ لغت زلت گویند۔ ازین جا کیفیتِ زلتِ معنوی را قیاس
تواں کرد و تخییل و تخمین نمود۔ اما منشا و انبعاثِ این لغزش و زوال مسکہ
و احتیاط از حضرات انبیاء کہ احوالِ ایشان از مرتبہ سکر بلکہ از مقام صحو نیز بالاتر
است، چیست و از کجاست۔ حقیقت آن بفہم در نیاید۔ آنچہ این طائفہ
از قواعد بیان کردہ اند آنست کہ حصۂ شیطان و کلیات صفاتِ نفس و
ظلماتِ طبیعت از ایشان یعنی از انبیا صلوات اللہ علیہم اجمعین مرتفع
و معدوم است۔ چنانکہ حدیث شق صدر شریف دلیل آن است الا بعض
از جزئیات احکام نفس و جبلت بصفت لطافت و نورانیت نگاہ داشتہ اند
تا ظہورِ اثر آن صفت سبب نزول وحی و تقریب وضع احکامِ شرع بر
ایشان گردد و ادراک شرف اتباع گردد کہ اِنَّمَا اُنَسّٰی لِاَسُنَّ۔ کذا فی العوارف۔
و ہم صاحبِ عوارف قدس سرہ سوال خلیل الرحمن را

Marfat.com

السلام رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی۔ وطلب کلیم اللہ علیہ السلام رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ۔ از غلبۂ حال وانبساط در بساط قرب داشتہ است وگفتہ کہ امثال ایں سوال در حضرت عزت وانبساط در مقام قرب جز بغایۂ حال نباشد واللہ اعلم انتہی۔

مگر سرور انبیا وسند اصفیا ومہتر عارفانِ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کہ ہیچ غلبہ ومستی را گرد سراپردۂ استقامتش راہ نیست، مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی صفت اوست ہرگز ازیں باب سوال نکرد، واگر کرد اشارت بمقصود بعبارتے نمود کہ سراسر تواضع وادب است چنانچہ فرمود: اَللّٰھُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْیَاءِ کَمَا ھِیَ مضمون ایں سوال در نظرِ تحقیق عین معنی رَبِّ اَرِنِیْ است۔ زیرا کہ حقیقت الحقائق ہماں وجود حق است تعالٰی شانہٗ بلکہ زیادہ برآنست کہ کنہ رویت وماہیت طلب داشتہ وفرمودہ ارنا حقائق الاشیاء کما ہی ایں بجہت وسعتِ حوصلہ وکمال استعداد وقابلیت اوست کہ مخصوص بجوہر شریف اوست صلی اللہ علیہ وسلم، ہیچ کس را دراں بلکہ قریب آں باوے ہمسری نیست ؎

موسیٰ زہوش رفت بیک پرتو صفات تو عین ذات می نگری در تبسمی

بعضے سخن گفتہ است در نعتِ آنحضرتؐ بالاتر ازیں سخن ہیچ نگفتہ رحمہ اللہ تعالیٰ ... حقائق بصیغہ جمع گفت کہ حقائق الاشیاء، ونگفت حقیقۃ الاشیا کہ دریں ... ادب وکتمان سرّ است تا سخن سربستہ آید ورازِ در پردہ ماند یا ... بمطالعۂ وحدت در کثرت عاملہ اکمل مراتب معرفت وشہود ... مگر بنگر کہ در حقِ متابعان واتباعانِ خود داند، اَرِنَا فرمود، نہ اَرِنِیْ

Marfat.com

تا غربائے امت را نیز از آں نصیبہ باشد اینجا ہماں معنی ظہور می کند کہ در آخرت دیگراں نعرۂ نفسی نفسی زنند و وے علیہ الصلوٰۃ والسلام اُمّتی اُمّتی فرماید۔ سبحان اللہ۔ افہامِ خلائق از کمالاتِ انبیا علیہم السلام حیران، وانبیا ہمہ در ذاتِ پیغمبرِ ما محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم حیرانند۔ وکمالاتِ انبیائے دیگر محدود و معین است۔ اما ایں جا تعین و تحدید نگنجد، و خیال و قیاس را بدرکِ کمالِ وے راہ نبود۔

اصمعی رحمۃ اللہ علیہ را کہ از ائمۂ علمائے لغت است از معنی حدیث اِنَّہٗ لَیُغَانُ عَلٰی قَلْبِیْ وَاِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ کُلَّ یَوْمٍ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً وفی روایۃ مِائَۃَ مَرَّۃٍ پرسیدند کہ حقیقتِ ایں غین چیست و مراد بآں چہ گفت: اِنْ سَأَلْتَ عَنْ قَلْبِ غَیْرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ لَقُلْتُہٗ۔ گفت اے سائل اگر از قلب دیگر و غین دیگر غیر قلب سید کائنات و مفخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم می پرسیدی، می گفتم آنچہ می دانستم، اما ایں جا کہ غین بعین است از غین دم نتوانم زد۔ اکنوں ایں عجز و اعتراف بجہل و نادانی از اصمعی عین علم و معرفت است۔ چنانکہ گفتہ اند لَا اَدْرِیْ نصف العلم جائے دیگر، اگر نصف علم ایں جا تمام علم خواہد بود، نصف علم در انجاست کہ ادراک ممکن است و علم بداں نمی رسد ولیکن اعتراف بجہل و سلوکِ طریقۂ انصاف علیے دیگر است۔ اما ایں جا کہ ادراک آں ممکن و متوقع نیست۔ علم دریں مقام جز اعتراف بنادانی و نارسائی نباشد، ایں جا دعوی علم جہل است و در یافتن جہلِ عینِ علم اگرچہ علمائے حدیث بر قدرِ علم و اندازۂ دانش و معرفت خود

گفتہ وگوہرِ معنی در رشتۂ قیاس وتخمین سفتہ اند۔ اما انصاف آنست کہ از چشمِ اغیار مستور است وجمالِ حقیقت ایں حال بدیدۂ عقل منظور۔ بعضے گویند کہ ایں غین پردۂ رقیق لطیف است کہ بحکمِ بشریت ملابست کثرت واہتمام مہام دین وملت بمقدار طرفۃ العین فترتے و فقلتے بر دیدۂ شہودِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم می نشست ودرہماں آنِ لطیف باشتعالِ نارِ ذکر وظہورِ تجلیۂ نورِ وحدت اضمحلال می پذیرفت، وآنحضرت از طریانِ ایں حالت وعروض فترت استغفار می کرد کہ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ۔ وبعضے گویند کہ ایں پردۂ غین از جہتِ غمِ امت وخوفِ خاتمت ایشاں بود۔ واستغفار ہم از برائے امت وآمرزیدہ شدن ایشاں است۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

وقال بعض الصوفیہ قدس اللہ اسرارہم ھٰذَا غَیْنُ الْاَنْوَارِ لَا غَیْنُ الْاَغْیَارِ۔ آنچہ دریں پردہ مشہود او می شد، اگر بر تمامہ عارفان معروف شود طاقتِ آں نیارند ومستیہا کنند وفریاد زنند کہ حقیقت را بے پردہ بینیم۔ چنانچہ منقول است کہ روزے جبریلِ امین علیہ السلام در حضرت وے گفت کہ نہایت درجات قرب من در حضرتِ صمدیت عزّ وعلا کہ زیادہ ازاں ہرگز نبودہ است آں بود کہ میانِ من وپروردگار ہفتاد ہزار پردہ از نور بود۔ آنحضرت را صلی اللہ علیہ وسلم در ہر لمحہ وہر آن پردہ از نورِ جلال می گرفت وتجلی دیگر نوری بالا تر ازاں بطرف می شد وتوقف در مقام اول تا انکشاف مقام ثانی استغفار می کرد واین غین ترقی است در مراتب ومقامات تجلیات وایں حالت نہ مخصوص ایں نشاۃ است

تا ابد الآبدین حال ہمبریں منوال خواہد بود. زیرا کہ تجلیات حق را نہایت نیست پس شیخ این جا عین بمعنی مشاہدہ آمدہ و پردہ شستن بمعنی پردہ برداشتن شد و معلوم شد کہ مراد از اِنَّ لِلّٰہِ سَبْعِیْنَ اَلْفَ حِجَابٍ مِّنْ نُوْرٍ۔ کہ در حدیث دیگر واقع شدہ است. مراد ازاں تکثیر و توفیر است نہ حصر و تحدید الا آنکہ مقام قرب جبرئیل ازیں نگذرد و بحکم وَمَا مِنَّا اِلَّا لَہٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ تجاوز و ترقی وے ازیں حد بفوق صورت نہ بندد. چنانچہ حضرت شیخ سعدیؒ فرمود

سہ اگر یک سر موئے برتر پرم فروغ تجلی بسوزد پرم

و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را دائم ترقی در ترقی است و مشاہدات او در رنگ تجلیات حق نہایتے ندارد. مِنَ الْاَزَلِ اِلَی الْاَبَدِ۔

و بعضے از شراح حدیث در بیان کیفیت ایں غین دو وجہ گفتہ اند

اول آنکہ حدوث ایں غین بر عین بصیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مثل انطباق جفن است بر باصرہ ہمچنانکہ بہم بر آمدن پلکہائے دیدہ بر باصرہ اگرچہ بظاہر در صورت نقصان نماید، و مانع از ابصار آید کہ کمال باصرہ در آنست ولیکن موجب تکمیل و تصقیل حدقۂ عین و حفظ اوست از غبار و دخان، چنانچہ دیرا ضرر کند کذلک تا دیدۂ دل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باثارت و خنۂ انفاس اغیار و ہیجان غبار کثرت و آثار کدورت نگیرد، و مرات بصیرتش زنگ نہ پذیرد، و ورود ایں غین و فرو ہشتن ایں پردہ موجب وقایت و سبب حفظ و تصقیل وے ازیں غبار و کدورت آمد. پس اگرچہ بنظر و ہم بصورت نقصان در آید، ولیکن در حقیقت کمال است یا تتمۂ کمال و باوجود آں تضاعی کرد

...رت می خواست. از جہت کمالِ محبت و شوقِ طلعت تا یک چشم زدن
...جمالِ محبوب محجوب نباشد، چنانکہ بزرگے فرمودہ ؎

چشم زدن غافل ازاں ماہ نباشم
شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشم

وجہ ثانی آنکہ روحِ اقدس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دائم در مقامِ ...ل وشوق وصول برفیقِ اعلیٰ والحاق بملکوت کہ مقرِ اصلی اوست بودہ ...لب تابع روح و نفس تابع قلب می شد، وشک نیست کہ حرکتِ روح ...نہضت قلب اسرع و اتم است از حرکتِ نفس. پس ناچار نفس در عروج وولوج بمقام قرب وحریمِ عزت از مصاحبت و مرافقت روح و قلب جدا می افتاد، وموجب انقطاعِ علاقہ کہ سبب بقائے ہیئتِ عنصری ست می گشت. پس حکمتِ بالغہٗ الٰہی و رحمت و عاطفت ...تناہی وے کہ برائے تکمیل وارشادِ خلق اقتضائے ابقائے عنصرِ شریفش ...کرد بود، ایں غین وفرو ہشتن ایں پردہ را سبب ابطائے حرکتِ ...لب شریف وے کرد، تا بالکلیہ بجانبِ روح نرود، وبعالمِ قدس لحوق ...یدہ وعلاقہ منقطع نگردد. و آں حضرت بجہتِ کمالِ شوق وانجذاب ...عالم از ابطائے حرکت قلب باوجودِ تضمن ایں حکمت و مصلحت وکمالِ ...قلب بر تکمیل وارشاد امت استغفار می کند واعتذار می خواہد.

...ایں دو وجہ از افادات وکلمات شیخ الوقت شہاب الدین ...سہروردی قدس سرہ، کہ طیبی آں را در شرح مشکوٰۃ نقل کردہ در ...ل ونفاستِ وجہ ثانی سخن نیست. امابا وجود آں مرا سخن

اصمعیؒ از ہمہ خوشتر آید، و باادب و اجلال شان قلب مصطفوی کہ حقیقت حال آں را جز خدا کسے نداند قریب تر نماید۔ ہر کس ہر آنچہ گوید بر حد اندازہ معرفت و قیاس خود گوید، چوں مقام او از ہمہ بالاتر ست ہر کہ از مقام وے خبر دہد از حقیقت حال وے کہ با خدا دارد کشف کند، گویا تاویل متشابہات کردہ باشد۔ بیچارہ اصمعیؒ باوجود آنکہ گرفتار لفظ است عجب پے بمعنی بردہ این فہم و ادراک او را از برکت تتبع لغت عرب کہ لغت سید کائنات است حاصل شدہ بود، آب و ہوائے آں زمین تاثیر کرد واصل ایں نورانیت تاثیر قرب زمان نبوتؐ است۔ چنانچہ امام علی حکیم ترمذیؒ می گوید کہ من آنچہ در جوانی از انوار و آثار می یافتم در وقت پیری باوجود ازدیاد علم و عمل و مجاہدہ نیافتم، در معرفت سبب آں حیران بودم در سر من فرو خواندند کہ کمال حال جوانی بجہت قرب زمانی بحضرت سید کائنات بود صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تعالی اللہ چوں قرب زمان را ایں خاصیت است، عین آں زمان را تا چہ اثر خواہد بود کہ پردہ از جمال حقیقت برافتادہ بود و آفتاب یقین بر سمت الراس رسیدہ، ازیں جا تفضیل اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و رضی اللہ عنہم لازم آید بر ہر کہ بعد از ایشاں آمدہ۔

ولہذا در قوت القلوب می فرماید کہ بیک نظر کہ بر جمال فضل انبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افتد و یکساعت مجالستے کہ در حضرتش نماید چیزے وکارے کشاید کہ دیگرے را بخلوات و اربعینات نکشاید و نماید و با آں چندیں آیات و احادیث در فضل غربائے امت و خاصگان حضرت

از زبان وے صلی اللہ علیہ وسلم بیایند وروو یافتہ است، گمان شود کہ مقصود ہمیں ایشانند، و اولیائے امت را صحبتِ معنوی با آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دائمی است و استضاءت انوار و استفاضت آثار مستمر و باقی و تمامہ متوجہان آنجناب و غریبان آن کوئے را نصیبہ ازاں نور خواہد بود بلکہ ذرا بر موجودات و کافۂ مخلوقات را از نور وجود و رحمت عام وے نصیبے ہست. وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ. واگر ایشاں قدرِ نعمت نشناسند و کافر نعمتے نمایند چہ تواں کرد ؎

شکر فیض تو چمن چوں کند اے ابر بہار　　کہ اگر خار و اگر گل ہمہ پروردۂ تست

نا امید نباید بود کہ حقیقتِ محمدی را ادوار است مثل دورات فلکی تا وضع ہر دورہ نسبت بکہ نشیند، و نظر کوکبے از کواکب صفات و کمالاتش برکہ افتد و بر روے کہ تابد، تا نورِ کمال از ناصیۂ حالش ظہور یابد، و معنی وراثت اسلام در جوہر ذاتش پیدا گردد. غالباً تمامی ایں دورہ بر سر صد سال کہ يُبْعَثُ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰى رَاْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُّجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا. اکنوں ایں مائۃ حادی عشر است تا سکۂ ایں دولت بنام کہ ست مروے باید کہ اعجاز حقیقت بر دست وے باشد، تا نفوس عامۂ ایں روزگار کہ حقیقت را لہو و لعب خیال کردہ اند، و ہزل را با جد ... بقوت تصرف چناں درہم کشد کہ مجال نفس بر ایشاں ... حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا.

Marfat.com

ردِ ئے زمیں زتیرگی منکرانِ عشق　　محتاج شست وشوی دگر شد کجا نوح

لاالہ الا اللہ

(۱۱) وصل. . . . . . . باز کجا افتادم واز کجا سر کشیدم سخن دراں بود
کہ ہفوات مشائخ علت آں طفحِ حال وغلبۂ سکراست، وآں حال صحیح د
نسبت درست است، ولیکن آں قول وفعل کہ از غلبۂ حال سر بر زدہ و
صادر شدہ محل اقتدا وقابلِ اتباع نیست۔ وایشاں در صدور آں معذور
اند، وہمچناں کہ گویا اختیار ندارند، ومثالے چند از اقوال وافعال بطریق کلیہ
واجمال ذکر کردہ شد۔ اکنوں اگر بعضے جزئیات آنرا بتفصیل ذکر کنیم دور نباشد
ولیکن تعرض باقوال در حوصلۂ وقت نمی گنجد کہ آں از بابِ رموز واشاراتِ
فنا وتوحید است، قیل وقال در آنجا مناسب حال نباشد حکایتے چند از
از جنس افعال مذکور می شود شاید کہ در مقصود کفایت کند۔

مثلاً آوردہ اند کہ حضرت شبلی را رحمۃ اللہ علیہ پسرے فوت شدہ بود،
مادرِ پسر بے طاقتی کرد، وبراہ جزع وفزع برفت، وموئے سر ببرید، وے نیز
ریش را نورہ زد ونشست۔ اہل بغداد بروے بہم برآمدند ونیز ارشد نطق
وہیچ کس در مصیبتِ پسر بر سرِ وے بتعزیت نیامد۔ یکے از یارانِ وے
پرسید کہ آخر ایں چہ حرکت بود کہ تو کردی وچرا کردی؟ گفت مُوَافَقَۃً لِاَھْلِ
گفتند حقیقتِ حال بیان کن کہ بایںہا تسلی نمی شود، بموافقت اہل وعیال
از ایںہا نتواں کرد، گفت پس اگر بجد می پرسی حقیقت آنست کہ خبرے
بمن رسیدہ است کہ ہر کہ دیگرے را تذکیرِ حق کند وخود غافل باشد محل
لعنت ومستحق بعد گردد واز نظر رحمت حق بیفتد۔ من نخواستم کہ مردم

Marfat.com

بیش می بیایند و بحرب زبانی، چنانچہ رسم و عادت است،
کنند و تکبیر نمایند و دلہائے ایشاں از حق غافل و محجوب باشند
مستحق لعن شوند، و باعث بر آں و تقریب آں من باشم۔ پس لحیۂ خود را
فدا کردم و خلق خدا را از ورطۂ ہلاک و ضرر باز داشتم۔ اکنوں ببیں کہ
ایں چہ صدق نیت است و چہ تدقیقِ نظر است و چہ قدر تعظیمِ ذکرِ الٰہی و حدیث
حضرت رسالت پناہی است صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، و شفقت و رحمت بر
خلق او را ست، و اینہا ہمہ احوالِ سنیہ و مقاماتِ علیہ است، ولیکن صدور
ایں فعل کہ حلق لحیہ است بایں نیت در شرعِ شریف جائز نباشد و از ہیچ عاقلے
ایں کار نیاید و ببیں کہ اتصافِ او بعلم و عمل و تقوٰی و ریاضت در چہ
مرتبہ است۔ و با وجودِ آں تعلیۂ ایں نیت و ایں حال از وے ایں فعل
صادر شد تا چہ مقدار غلبہ و بے اختیاری و مستی زور آوردہ باشد، و القاعدہ
آنست کہ نیت در مباحات و مستحبات رود نہ در محرمات و مکروہات جائے
آنست کہ وے را در ایں حالت حکم مجانین دہند و معذور دارند۔ واللہ اعلم

حقیقت الحال

و حضرت شبلیؒ امام اہلِ وجد و سر گروہ اربابِ سکر و حال بود، دیگرے
نیز منقول کرد کہ با مجنوناں در غلبۂ حال از خود غائب و مستغرق
آوردہ اند، موئے ہائے حاجب و اشفار را می چید، و بعضے
شبہا جمعہ را بز نبود می گرفت و می کند، تا اگر بعلت
بہ منافقتش صحبت دہند اہل زبان وے او را دیوانہ

Marfat.com

می گفتند و مجنوں می خواندند، وحال آنکہ وے اعقل اہل زمان خود بود بحکم اَکْیَسُ النَّاسِ اَزْهَدُهُمْ فِي الدُّنْيَا۔ حق آنست کہ صد ہزار عقل فدائے ایں دیوانگی بادے

دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی دیوانۂ تو ہر دو جہاں راچہ کند

آوردہ اندکہ روزے وے قدس سرہٗ نزد ابوبکر مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہ یکے از علمائے عصر خود بود آمد، ابوبکرؒ راچوں نظر بروے افتاد، برخاست ودرمیان دو چشم وے بوسہ داد و بتعظیم ہرچہ تمامتر در پیش پہلوئے خودش بنشاند۔ جماعت از فقہا کہ درگرد ابوبکرؒ بودند، گفتند چرا چنیں با شبلی می کنی وحال آنکہ تو وہرکہ در بغداد است اورا مجنوں می خوانند؟ ابوبکرؒ جواب داد من نکردم الاّ آنچہ از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دیدم، امشب در خواب می بینم کہ شبلی قدس سرہ در حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم درآمد، آنحضرتؐ بدیدن وے برخاست ودرمیانِ دو چشم وے بوسہ داد و در پہلوئے خودش بنشاند۔ پرسیدم یارسولؐ اللہ ایں کہ با شبلی می کنی، وے بچہ چیز مستحق ایں چنیں اکرام و تعظیم شد۔ فرمود وے بعد از ہر نماز ایں آیت میخواند لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ بعد ازاں درود بر من می فرستد

دہم از شبلی قدس سرہ می آرند کہ روزے بخاطرش انداختند کہ تو بخیلے عہد کرد کہ ہرچہ امروز از فتوح برسد باول فقیرے کہ درپیش می آید بدہد پنجاہ دینار نزد وے آمد آنرا برگرفت و برآمد گذرش بر فقیر ضریر البصر افتاد کہ پیش

...توانشستہ است وحلق راس می کند۔ شبلی قدس سرہ آں صرہ اورا داد۔ او
...ما ابداں حاجت نیست بایں مزین دہ کہ خدمت می کند۔ شبلیؒ گفت
کہ دریں صرہ دنانیراست۔ آں فقیر سربرآورد و نگاہ بجانب شبلیؒ کرد و گفت
کہ ما نگفتیم تو بخیلی۔ پس آں دنانیر را مزین نہاد۔ مزین گفت کہ مارا عہد است
کہ خدمتِ فقرا باجرت نکنم۔ پس شبلی قدس سرہ آں صرہ را برگرفت و در
دجلہ انداخت و گفت: مَا اَعَزَّكَ اَحَدٌ اِلَّا اَذَلَّهُ اللّٰهُ۔ ایں جا علمائے
ظاہر گویند کہ وے اسراف کرد کہ صرۂ دنانیر را در دریا انداخت۔ اما تواں
دانست کہ وے چہ کردہ است و جنبشِ حال وے ازکجا بودہ است۔ واللہ اعلم۔
و دیگر آوردہ اند کہ روزے وے قدس سرہ جامۂ نو پوشیدہ بود
دامن جامہ را چاک کردہ۔ گفتند کہ علم حکم می کند کہ جامۂ نو را پارہ سازند
وضائع کنند۔ گفت علم حکم می کند کہ اسپاں را پے زنند و ذبح کنند۔
اشارت بقصۂ سلیمان بن داؤد علیہما السلام کرد کہ مجلائے اسپاں میگرفت
تاآفتاب بغروب رفت و وقتِ نمازِ عصر بگذشت۔ پس بمکافات ایں
تقصیر و قصد اعتذار اسپاں را پے می کرد، و گردن میزد۔ چنانچہ قرآن مجید
از ...خبر می دہد فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ۔ وبعضے مسح
...واعناق را بر ظاہر حمل کردہ اند یعنی دست بر ساق و گردنِ اسپان فرو
...ورد و سری داد۔ واللہ اعلم
و ...آنچہ از ارباب احوال از امثال ایں حکایات کہ نقل کردہ اند
...باضت نفس و تشدید و تجہید وے و تحقیق مقام توحید و توکل و

Marfat.com

قطع نظر از وسائط و اسباب است۔

امام عبداللہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ در نشر المحاسن از ابو حمزہ خراسانی نقل می کند کہ وے گفتہ است کہ در راہِ حج می رفتم، ناگاہ در چاہے افتادم نفسِ من با من بمنازعت برآمد کہ فریاد کن تا کسے بشنود و از چاہت برآرد۔ گفتم لا واللہ ہرگز فریاد نہ کنم، و استعانت بغیر حق ننمایم، تا وے تعالیٰ شانہ بقدرتِ خود از بیرونِ پردہ اسبابِ عادی نہ برآرد نہ برایم۔ ناگاہ دو مرد بر سرِ چاہ رسیدند و با یکدیگر مصلحت کردند کہ این چاہ بر سرِ راہ واقع شدہ است روئے او را بپوشم تا کسے در وے نیفتد، پس سرِ چاہ را پوشیدند و نشانش را گم ساختند۔ در اثنائے آنکہ سرِ چاہ را می پوشیدند، قصد کردم کہ فریاد کنم و از حالِ خود آن پوشندگانِ چاہ را آگاہ گردانم، باز با خود گفتم کہ عہدے کہ با پروردگار تعالیٰ شانہ کردہ ام ہرگز نشکنم، پس صبر کردم۔ بعد از ایشاں جماعتے دیگر رسیدند و سرِ چاہ را بکشادند۔ دریں مرتبہ نیز خواستم کہ فریاد کنم، باز گفتم پروردگارِ من با من قریب تر است از ایشاں اگر ہم بعلم وے اکتفا کنم بس است، ساعتے خاموش ماندم ناگاہ شیرے پیدا شد و پائیہائے خود را در چاہ آویخت، بطرزیکہ گویا اشارت بمن می کند تا پائیش متعلق شوم۔ چوں وجود آں از مجرائے عادت بیروں بود۔ دانستم کہ از جانب حق است۔ پس پائیہایش گرفتم و برآمدم۔ ہاتف آواز داد کہ یَا اَبَا حَمْزَةَ اَلَیْسَ هٰذَا اَحْسَنَ نَجَّیْنَاكَ مِنَ التَّلَفِ بِالتَّلَفِ۔ و بروایتے ہماں شیر آمد و سرِ چاہ بکشاد

واز حضرت ذوالنون مصری قدس سرہ می آرند کہ بقریہ رسید، چوں شب در آمد اہل قریہ را دید کہ اضطرابے می کنند، و درہا می بندند و در کنجہائے خانہ می خزند، پرسید کہ حال چیست و چرا چنیں می کنند واز کہ می ترسند۔ گفتند دریں جا عادت ست کہ چوں شب شود، شیرے از بادیہ در آید و ہر کہ او را در یابد ہلاک می کند، ایں ہمہ خوف وہراسِ ما ازوست۔ ذوالنون قدس سرہ را نیز بحکم بشریت خوفے وہراسے در دل افتاد، خواست تا بموافقت اہلِ قریہ بکنجے در رود، باز با خود گفت کہ فاعلِ حقیقی حق است فعل فعلِ اوست وارادت ارادتِ وے، شیر بارے کیست کہ ازو بترسند۔ لا تتحرک ذرۃ الا باذن اللہ۔ و توکل بر خدا کرد، و بیرونِ قریہ ہم در آنجا کہ شیر می آمد رفت و بنشست، و شب ہم آنجا گذرانید۔

انیجا نیز علماء گویند کہ دریں جا اہلاکِ نفس وایقاع اوست در خطر وایں مشرعِ شریف جائز نباشد۔ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ۔ جوابش آن ست کہ اینہا در حق عموم خلق است و عام را رخصت است و خواص را عزیمت و نیز دید بصیرت عوام از مشاہدۂ حق و فعل وے [illegible] است۔ اما ارباب توحید و توکل را کہ حجاب اسباب و وسائط از پیش بصیرت ایشان ساقط گشتہ و بہ عین الیقین مشہود و مکشوف شدہ است کہ بے ارادت وے و فعلِ وے تعالیٰ چیزے واقع نشود، و در کنج [illegible] نشستن یکے ست۔ اینما تکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدۃ۔ واللہ اعلم۔

واز حضرت شیخ ابوالحسن نوری نورالله مرقده در قصهٔ مخنث غلام خلیل که نامش احمد بن غالب بود، واو بطائفهٔ صوفیه صافیه علیه براه انکار می رفت وبکفر وزندقه نسبت می کرد می آرند که چون خلیفه به غمازی غلام امر بگرفتن فقرا کرد وبکشتن جماعت صوفیه علیه که ابوالحسن نوری قدس سره هم در ایشان بود، فرمان داد، سیاف آمد بایستاد وتیغ برکشید تا از یکسر بنیاد قتل نهد. شیخ از همه پیشتر دویده وبتواجد درآمده نزد سیاف بایستاد تا گردنش زند. سیاف گفت آخر چه خواهی که از همه پیشتر خود را بکشتن می دهی؟ فرمود در سلوک این طریق روش من ایثار بود، اکنون هم یکساعت حیات که مانده است می خواهم که آنرا نیز ایثار برادران کنم. سیاف بشنیدن این کلمه حیران بایستاد خبر بخلیفه رسانید. خلیفه بقاضی حکم کرد تا تفتیش این حال نماید وتحقیق کند که ایشان چه طائفه اند وچه مذهب دارند. قاضی از ابوالحسن نوری قدس سره در عبادات از طهارات وصوم وصلوٰة سوالها کرد. نوری قدس سره همه سوالها او را جوابهائے شافی داد. وگفت که اَمَّا بَعْدُ هٰذَا فَاعْلَمْ اَنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا يَسْمَعُوْنَ بِاللّٰهِ وَيَنْطِقُوْنَ بِاللّٰهِ وَيَرَوْنَ بِاللّٰهِ وَيَصْدُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَيَاْكُلُوْنَ بِاللّٰهِ وَيَلْبَسُوْنَ بِاللّٰهِ، همگی با خدا باشند ودائم در مشاهدهٔ حق باشند که اگر یک لحظه از مشاهدهٔ جمال او باز مانند جان ایشان برآید. قاضی چون هیبت کلام نوری در دل یافت گریهٔ سخت کرد ونزد خلیفه رفت، وگفت، اگر این جماعت زنادقه اند پس بر روئے زمین یک کس مسلمان پیدا نخواهد شد. شعر

ع [illegible]

Marfat.com

...عشق اگرانصاف است　　صد مسلمان تو اے خواجہ یک کافر ما

...اخلاص کردند و عذر خواستند۔

...ین جامی گوید کہ این تواجد نوری قدس سرہ و مبادرت وے نزد سیاف

...انت بر قتلِ نفس است و آں بفتوائے شرع شریف جائز نباشد

...اکا عانت بر قتلِ نفس تصرف در ملک غیر کردن ست، وجودِ آدمی از

...خود نیست از آنِ حق است اورا چہ رسد کہ بقائے خود یا فنائے خود

خواہد، اورا واقف بر حد و دِ ادب باید بود ازیں جہت است کہ اہلاکِ نفس

و اعانت بر قتلِ وے بفتوی شرع شریف جائز نیست۔ وبتقریریکہ کردہ شد

...وآں لازم آمد کہ ادبِ عبودیت نیز ہمیں باشد ولیکن خدا داند کہ آں

حال و مستی کہ وے را دریں جا دست داد از کجا بود و وے دراں وقت

...کدام مشہد و کدام محل بود۔

حضرت ابوالحسن نوری قدس سرہٗ از ائمہ ایشان ست و از اقرانِ جنیدؒ

.... و از اربابِ سکر و وجد و حال است، وقتے بحضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ

...سانیدند کہ سہ روز بر نوری گذشتہ است کہ طعام نخوردہ است و خواب

...کردہ است اللہ می گوید و تواجدی کند۔ پرسید حال نمازہائے وے چیست؟

...نمازہا می کند و ہمانقدر اندوقت کہ در وے نماز بگذارد ہوشیار می شود

...باز در سر مستی خود رود و تواجدی کند۔ فرمود

...کہ محفوظ است و حال صحیح دارد۔

...جنید رضی اللہ عنہ در واقعۂ محنت غلام خلیل درمیان

فقہا رفت و بمذہب سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ درآمد و بایں حیلہ خود را از
آں خدا بے خبراں خلاص کرد۔

دیگر ابوالحسن نوریؒ تا بود باوے در مقام ناز و عتاب بود و می گفت شما در میان فقہا و علما رفتید و میانِ ما دیوانگاں و بلا آشناماں نہ درآئید و سخن ایں راہ نگوئید واللہ اعلم۔

ونیز از یکے از اربابِ احوال کہ در طبقۂ مشائخ جنید بود رحمۃ اللہ علیہم می آرند کہ شبے او را حاجتِ غسل بود و ہوا در غایتِ سردی و بدنش در نہایت ضعف، نفس در غسل کردن گرانی نمود و سستی کرد بنابر رغمِ نفس ہم باژندہ کہ در بر داشت در حوضِ آب کہ تمام یخ بستہ بود افتاد چنیں آوردہ اند کہ آں ژندہ کہ بر وے بود در غایت گرانی بود۔ مبالغۃً گفتہ اند یا بحقیقت واللہ اعلم کہ یک شتر بار بود دیگر وے آں ژندہ را خشک نکرد و ہم در وے می نشست و بخواب می رفت تا بعد از مدتہائے مدید ہم بر بدن او خشک شد۔ ایں جا می گویند کہ ایں تعذیب نفس است۔ و یک اعتراض دیگر دارند کہ بارے ایں نوع ژندہ ...... پوشیدن از کجا آمدہ است۔

و از عزیزے دیگر می آرند کہ پائے برہنہ بریخ می رفت، و اگر خارے بپایش می خلید بیروں نمی آورد، و چشمش بدرد می آمد ہم باآں نمد و صوفے کہ بر داشت پاک می کرد تا رفتہ رفتہ پا تیہاش اماس کرد و بصرش برفت و کارش بہلاک انجامید۔

و از عزیزے دیگر ہم نقل می کنند کہ مدت سی سال نفس [illegible]

بوس راخت راضی نشد کہ نفس را ازاں طعام بدہد و قضائے آں
بہرت کند۔
واز دیگرے ہم می آرند کہ گرسنہ بود بعد از چند روز دانۂ انگوری یا
برگ تری بر زمین افتادہ یافت نفسش بحکم اضطرار آں دانہ را یا آں
برگ را از زمین برداشت و در دہن افگند، وے بمکافات ایں کار نفس
را تا وسہ سال در بوتۂ ریاضت می گداخت و بآتش گرسنگی می سوخت
وامثال ایں حرکات وافعال از ارباب سکر وحال واصحاب ریاضات
ومجاہدات بسیار منقول است وایشاں را در اینجا قصد ریاضت نفس
وتحقیق حال ورسیدن بکنہ اوست، وایں ہارا از باب معالجات نفس
می دارند ومقرر است کہ علاج بضد باشد وطبیعت نفس چناں
واقع است کہ تا کار بر وے ایں چنیں سخت نکنند وتنگ نگیرند، وے
بمرتبۂ اعتدال نرسد وراضی نمی شود۔ واگر معاملہ با نفس برخصت کنند
ہمارہ حق نیاید، واگر مطالبہ بعزیمت کنند برخصت آید۔ چنانکہ مثل مشہور
است کہ برائے مرگ گیرند تا زحمت اختیار کند۔
علما وفقہا دریں جا گویند کہ تعذیب نفس وتحریم حلال و
طیبات از حسد است وآں بحکم نص قرآن واحادیث ممنوع است
قال اللہ تعالیٰ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ
مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ۝
ومی گویند آنجا است کہ جمعے از صحابہ رضی اللہ عنہم بہ نزد.

Marfat.com

پیغمبر آمدند صلی اللہ علیہ وسلم، وگفتند یا رسول اللہ می خواہیم کہ طعام ترک کنیم وازاہل وعیال کنارہ گیریم وسر بصحرا نہیم وآوارہ شویم، فرمان آمد کہ لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۔ واحادیث دیگر ہم درباب رفق ومدارات نفس بسیار است۔

جواب آنست کہ احادیث ہم چنانکہ درباب رفق ومدارات نفس وارد است، درباب مخالفت نفس وہوا وارتیاض وصرف عنان وے از لذات وشہوات نیز واقع شدہ است، واصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ریاضات ومجاہدات وتحمل شدائد ومکابدات وتجرع مرارات فقر وفاقہ وجوع وعطش چنداں بود کہ ہیچ کس را مجال مشارکت و مساہمت با ایشاں دراں راست نباید، اول سیری خود در زمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اصلا نبود ودر بعضے غزوات حال بر ایشاں چناں تنگ بود کہ شکنبہ شتر از امی عصر میکردند تا قطرۂ چندے از وے می چکید ودہنے ترمی کردند ومنع از تجرد وانفراد ودرہبانیت دراں وقت از برائے تاکید اجتماع واتفاق برجہاد وتاسیس بنائے اسلام بود کہ مطلوب اصلی ومقصود کلی درآں زماں ہماں بود، وبحقیقت صحابہ رضوان اللہ علیہم بمشاہدۂ جمال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم وکمال ایمان وقوت یقین وارتفاع حجاب وزوال ارتیاب مستغنی بودند از مکابدت نفس وتکلف ریاضت اِذَا طَلَعَ الصَّبَاحُ اُنْطَفِیَ الْمِصْبَاحُ۔

وباوجود آں منقول ست کہ شربتے بنزد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ

نند تناول نکرده وگفت ترسم که از آنها نباشم۔ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا در شان ایشان ست، واحوال فقر وشدت اصحاب صفہ لفظاً ومعنی مستند ومتمسک طائفہ صوفیہ صافیہ علیہ قدس اللہ اسرارہم خود معلوم است کہ چہ بودہ است۔

وقصۂ ابولبابہ انصاریؓ راخود چہ گوئی کہ بجہت تصحیح توبہ واعتذار از جنایتے کہ از وے درحق خدائے عزشانہ ورسول علیہ السلام در قضیۂ بنی النضیر بوجود آمدہ بود وخود را با سطوانۂ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بربستہ وترک طعام وآب کردہ بود وبغلبۂ جوع وعطش کور وکر شدہ وعہد کردہ بود کہ تا رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام آمدہ بدست خود نکشاید ازینجا نروم۔ وآنحضرتؐ درحق وے فرمود کہ من چہ کار کنم، اگر وے اول نزد من آمدے برائے او استغفار کردمے واز پروردگار آمرزش خواستمے وچون او بدرگاہ خدا بربست ہم مگر فضل وے بند ویرا بکشاید، من نتوانم کشاد۔ ماندہ یا دوازدہ روز واللہ اعلم قرآن بقبول توبۂ ابولبابہ نازل شد۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام بیامد وبند ویرا بکشاد۔

اکنون بنگر کہ این بربستن ابولبابہ خود را با سطوانۂ مسجد وترک طعام کردن ودر آمدن در معرض ہلاک چہ بود شریعت بود نے در شریعت ندامت وعزم است فقط اینہا داخل توبہ نیست۔ اگر تعذیب نفس ... بودے ومقام مجاہدہ وریاضت حرام ومنہی عنہ است ... صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ورا ازان منع نفرمود وازان باز نداشت

Marfat.com

این نبود مگر غلبۂ حال وسکر ووجد صحابہ را رضوان اللہ علیہم نیز غلبات حال بود ومستیہا بود آخر تواجد ورقص بلال در مسجد نزد نزول آیہ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ۔

ومنع عمر بن الخطابؓ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام را از صلح کفار در روز حدیبیہ وعدم شکر وامتنان عائشہ صدیقہؓ از آنحضرتؐ در نزولِ قرآن وطہارتِ ذیل وبراءتِ حالِ وے رضی اللہ عنہا در قضیۂ افک وقولِ معاذ بن جبلؓ نزد جریان ذکر وباکہ وے رحمت است، مر این امت را خدا وندا معاذ را واہلِ معاذ را ازیں رحمت فراموش مکن، وقولِ او در وقت طریان اغما وسکراتِ موت اِخْنِقْ خَنْقَكَ فَوَعِزَّتِكَ لَتَعْلَمُ اَنِّيْ اُحِبُّكَ این ہمہ از مستی وجد وغلبۂ حال بود واللہ اعلم

(۱۳) **وصل** از بعضے مشائخ طریقت کہ سالکان طریق توحید وتوکل بودہ اند آمدہ است کہ بے توشہ وبے رفیق در بادیہا وبیابانہا کہ غالب در آنجا خطرِ جان وخوف ہلاک باشد در آمدہ اند وحائر وہائم گشتہ فقہا را با ایشان نزاع است کہ چرا چنیں کنند واسبابے کہ حکیم مطلق خلق فرمودہ است ترک دہند ونفس را در تہلکہ میندا زند این ہمہ خلافِ سنت است۔

جواب ازیں سخن آنست کہ اسبابے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ بحکم جریان عادت خلق فرمودہ است ومسببات را با وے ربط دادہ ووابستگی داد سہ قسم است۔ قسمے ازاں یقینی است کہ ارتباطِ فعل وتوقف بر آن

...ری ست وسقوط وتجاوز ازاں از محالاتِ عادی وہیچ یکے را
آں ممکن ومیسر نہ، وترک آں موجب اثم است۔ چنانچہ لقمہ برداشتن
دہاں نہادن وخائیدن وفرو بردن وترک ایں اسباب داخلِ
...ل نیست بلکہ جہل وسفہ است، مگر آنکہ حق تعالیٰ در باب یکے خرقِ
...ادت کند وبطریقِ معجزہ وکرامت اسقاطِ آں فرماید۔

قسم دوم اسبابِ ظنیہ است کہ غالب برحکم عرف وجریانِ عادات
...زا سخلے وسببے ہست ولیکن ایں قسم باختلافِ طبائع واعتیاد و
ریاضت وتفاوت قوی وہم افرادِ انسانی مختلف گردد مثلاً یکے باشد
...قوت طبیعت وصرف ہمت تا ۳ روز یا پنج روز یا زیادت براں
...اقتِ جوع تواند آورد، ویکے دیگر باعتیاد وریاضت خود را براں آورد
...سفاد را حاجتِ طعام نشود وگرسنگی کار نکند، واگر شود بخوردن
...لئے درخت وگیاہائے جنگل وامثالِ آں دفع گرسنگی کند یا امتلاء و
...انئے باطن بنورِ یقین وغذائے روحانی وغلبۂ عشق ومحبتِ الٰہی
...چنانکہ مشائخِ طریقت پرسیدند کہ مَا الْقُوتُ قَالَ ذِكْرُ الْحَيِّ
...لَا يَمُوتُ. وباحصولِ ایمان بارادتِ حق وتقدیر وے
...بہال ویقین بآنکہ سببِ حقیقی حیات وبقائے بنیہ قدرت
...است نہ طعام وشراب۔ پس اگر یکے اعتیاد وتحمل جوع
...[illegible] مسافت دہ روزہ بے توشہ سیر کند چرا آثم گردد
...[illegible] بمقتضائے حال وے باسائر ناس کہ در تحمل جوع وعطش

Marfat.com

یک روز عاجز آیند درست نباشد۔

واز مشائخ طریقت بصحت رسیدہ است کہ ایشاں را بریاضت واعتیادے اربعین بتدریج وترتیب درمدتے معین حاصل شدہ است پس سالکان کہ بمرتبۂ توکل ویقین رسیدہ اند در ریاضت ومجاہدہ کردہ، و ایشاں را مشاہدۂ توحید دست دادہ، ودر حقِ ایشاں وجوبِ رعایت این اسباب وعلل ساقط باشد۔ واللہ اعلم۔

از بزرگے می آرند کہ اورا بارگاہِ خداوندی جل شانہ عہد بود کہ تا دہ روز یا زیادہ ازاں چنانچہ در نقل آمدہ است بے طعام وشراب بسر برد، اتفاقاً در سفرے از اسفار تا دہ روز بگرسنگی بسر برد بعد ازدہ روز بر زمین افتاد وعاجز شد، وپائے از رفتن بستہ شد وقوت سیر نماند، دست بمناجات برآورد وگفت: بارخدایا دہ روز گذشت، الحال طاقتِ گرسنگی نماند، حکم چیست؟ فرمان آمد: کہ تو قوت می خواہی یا قوت؟ گفت: مقصود اصلی قوت سیر کہ بداں راہ توانم رفت۔ گفت ما قوت دہیم تو غم مخور۔ دیگر روز تا در کہ خدا خواستہ بود بے طعام بسر می برد وبغلبۂ قوتِ روحانی وتقویت و تائید ربانی سیر می کرد۔

وقسم ثالث اسباب وہمیہ است کہ مجرد وہم حاکم است کہ اگر مباشرت این اسباب نکنم ہلاک شوم چنانچہ گوید کہ اگر امروز تہیۂ اسباب سفر نکنم چہ حال شود وچگونہ بسر برم۔ این مجرد وہم است واتباع ورعایت این اسباب منافی توکل است، مگر درجائے کہ غالب فقدان آں باشد

Marfat.com

ی باز راجع باسباب عادیه می شود و حکم آں معلوم شد، مثلاً اجتناب از
آمدن در بادیه که وجود سبع در آنجا بحکم عرف و عادت غالب است از
اسباب عادیه است و در بیابانے که ہرگز کسے در انجا وجود سبع ندیده الا نادرا
گر بمجرد توہم و احتمال آنکه شاید برخلاف عادت وجودے اتفاق افتد
ہلاک کند که این حکم وہم است و منافی حقیقت توکل ست. و ہم چنین خواب
در سیل آب و مکانے که بحکم عادت محل جریان سیل است ظنے است. و در
جائے که سیل اصلا نمی آید و لیکن در نفس الامر امکانِ عقلی دارد که شاید بیاید
وہمے است. ہٰذَا ہُوَ الْقَوْلُ الْفَصْلُ وَعَلَیْہِ التَّعْوِیْلُ وَاللّٰہُ یَقُوْلُ
الْحَقَّ وَہُوَ یَہْدِی السَّبِیْلَ. و بالجمله توقف و تسلیم در اقوال و افعال
ارباب احوال که صادقانِ راه و متوجہان درگاه اند، و علم و تقویٰ و دیانت
ایشاں معلوم شده است انسب و اسلم است. و خوض دراں باب به ردّ و انکار
بے مصلحت و ضرورت محل خوف و خطر است. اَسْلَم سَلَم. ادنیٰ مرتبه در حق
طائفه سواء بسوا است. لَا لَکَ وَلَا عَلَیْکَ. و اگر توفیق رفیق شود
سر کار اطلاع بخشد، و از احوال و مواجید ایشاں در باطن پیدا شود
خود بابے دیگر و سعادتے دیگر است تا نصیب کیست، بارے تو
سلیمان از دست مده. قَالَ سَیِّدُ الطَّائِفَةِ جُنَیْدُ الْبَغْدَادِیُّ
...الْاِیْمَانُ بِطَرِیْقَتِنَا هٰذِهٖ مِنَ الْوَلَایَةِ. توسط و اعتدال
... ہر کمال ست والله الموفق

ابیات لمؤلفه

ای کہ از کش مکش قال و مقال — نیست حالتِ اربابِ کمال
(۲) نشنیدہ ز کساں جز خبرے — (۱) ہیچ نایافتہ در خود اثرے
قابل کار نۂ معذوری — یا خود از کوشش آں ایں دوری
باش کیں راہ گذاے دگر است — ہر کسے قابل کاسے دگر است
لیکن اندر پے انکار مرو — از جہاں منکر ایں کار مرو
بنگر حالتِ درویشاں را — کوشش و شورشِ عشق ایشاں را
کہ دریں رہ چہ طلبہا دارند — زیں طلبہا چہ تعبہا دارند
زیں طلب گر نہ خدا یافتہ اند — ایں ہمہ بہر چہ بشتافتہ اند
در طلب اینہمہ جانبازی چیست — مال و اسبابِ فدا سازی چیست
کشف اگر نیست قیاسِ تو کجاست — عقل کو درکِ حواسِ تو کجاست
بارے اَرنِی ست ترا وجدانے — معتقد باش و بیار ایمانے

(۱۳) **وصل:** اکنوں اگر نقل از کلام مشائخ بیاریم، موافق و مقوی آنچہ ذکر کردیم مناسب باشد، تا طالب را شکے و ریبے در حق نماند و در کتب تصوف کہ صحت آں مجمع علیہ طریقین و متفق علیہ فریقین است تصریح بداں موجود است، و لیکن ما از کتاب قواعد الطریقت فی الجمع بین الشریعۃ والحقیقت تصنیف الشیخ الامام الہمام قدوۃ المتاخرین و حجۃ المتقین صاحب الطریق القویم والداعی لخلق اللہ الی الصراط المستقیم الامام العالم العامل المحقق القیم المعدل الفاروق شہاب الحق والحقیقت والشریعت ابو العباس سیدی احمد المغربی البرنسی عرف بہ زروق کہ از اکابر علماے وقت و

مشائخِ مغرب و مسلم جمیع مشائخ دیارِ عرب بود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
و اسعۃ کاملۃ نقل کردہ ایم، و چوں اہلِ حق و اربابِ تحقیق ہمہ
یک کلمہ اند، نقل کلام از یکے نقل از ہمہ خواہد بود، و چوں عنوانات
مسائلِ کتاب مذکور بلفظ قاعدہ بود، ما نیز ہماں قاعدہ را نگاہ داشتیم۔
و باللہ التوفیق۔

(۱)، **قاعدہ**: حکمِ فقہ عام است یعنی شامل است مر تمامہ خلق را
خواص و عوام محکوم اند بداں زیرا کہ مقصودِ وے اقامتِ مراسمِ شریعت
و اعلائے اعلام دین و ملت است، و بنائے فقہ بر علم است و لہذا
قواعد و ضوابط آں کلیہ است کہ باختلافِ افراد و اشخاص مختلف و
متغیر نشوند۔ و حکمِ تصوف خاص است یعنی مخصوص است باہلِ قرب و
خصوص، زیرا کہ آں معاملہ ایست میانِ پروردگار و بندہ، و مدار ایں بر ذوق
و حال است و احکام آں جزئیات است کہ باختلافِ احوال و مواجید
و اذواق مختلف گردد۔ و ازینجاست کہ حکمِ فقیہ و انکارِ وے بر صوفی
جاریست و انکارِ صوفی بر فقیہ صحیح نہ۔ و صوفی را رجوع بفقیہ ضروریست
در احکام تا بداں عمل کند، و در احوالِ حقائق تا مخالفِ شریعت نیفتد،
چنانچہ فرمودہ کُلُّ حَقِیْقَۃٍ رَدَّتْهَا الشَّرِیْعَۃُ فَهِیَ زَنْدَقَۃٌ۔ و فقیہ را
در احکام رجوع بصوفی نہ۔ پس تصوف بفقہ محتاج است، و فقہ از
تصوف مستغنی۔ اگرچہ تصوف اعلیٰ و ارفع است از فقہ در مرتبہ،
لیکن فقہ اسلم و اعم است در مصلحت، و ازینجا گفتہ اند کہ کُنْ فَقِیْهًا

صُوْفِیًّا وَلَاتَکُنْ صُوْفِیًّا فَقِیْهًا۔ یعنی اول دادِ فقاہت وعملِ شریعت وحفظِ ظاہر بدہ، بعد ازاں بمقامِ تصوف واتصاف بحقیقت وتصفیۂ باطن عروج کن، زیراکہ ایں اکمل واتم واسلم است، عَمَلاً وَحَالاً وَذَوْقًا وَلَاتَکُنْ صُوْفِیًّا فَقِیْهًا۔ یعنی ہم از اول تعلق بحقیقت وتوحید ومواجید باطن مکن کہ بعد از وے رعایت ظاہر واتباع شریعت استحکام نخواہد پذیرفت، چنانچہ فرمودہ اند: وَلَایَقْدِمُ الْبَاطِنُ عَلَی الظَّاهِرِ وَلَایَکْتَفِیْ بِالظَّاهِرِ عَنِ الْبَاطِنِ۔ وصیت این ست کہ مرید را باید کہ باطن حقیقت را بر ظاہر شریعت مقدم ندارد تا بمذہب باطنیہ نرود وبالحاد نکشد معاذ اللہ۔ وبظاہر از باطن اکتفا نکند تا از اہلِ قشر وتقشف نشود، وبر فقاہت صرف متوقف نماند واز انوار واسرار محروم نگردد، ونیز رجوع از فقہ بتصوف باعث طلبِ مزید وشوقِ ترقی وتعطش کمال آسان است ولیکن رجوع از تصوف بفقہ بعد از استیلائے ذوق باطن وغلبۂ حقیقت دشوار۔ پس اول تمسک بعروۂ وثقائے شریعت وفقاہت کند، بعد ازاں بذروۂ علیائے حقیقت وتصوف برآید۔ فقاہت مرتبۂ اسلام است وکلام درجۂ ایمان وتصوف مقامِ احسان، چنانچہ در حدیثِ جبرئیل علیہ السلام ایں ہر ۳ مقام مبین ومفصل است اَلْاِحْسَانُ اَنْ تَعْبُدَ رَبَّکَ کَاَنَّکَ تَرَاهُ الحدیث قَالَ الْاِمَامُ مَالِكٌ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ مَنْ تَصَوَّفَ وَلَمْ یَتَفَقَّهْ فَقَدْ تَزَنْدَقَ وَمَنْ تَفَقَّهَ وَلَمْ یَتَصَوَّفْ فَقَدْ تَفَسَّقَ وَمَنْ جَمَعَ بَیْنَهُمَا

Marfat.com

...قق۔ وبالجملہ مرتبہ کمال فقہ صحیح وذوق صریح است، وانفراد
از دیگرے موجب انحطاط ونقصان، چنانچہ علمِ طب بے تجربہ آں
... نکند وتجربۂ طب بے علم آں صورت نہ بندد۔ واللہ اعلم۔

۲۰، **قاعدہ**: تشعب اصل وتفرق آں موجب تشعب وتذبذب
فرع است، لاجرم توحید وجہ وتحقیق مستند باید کرد وفرع را با اصل کہ
رجوع واعتماد براں افتد مضبوط باید ساخت تا جدے وجہدے در کار پیدا
شود، وفتحباب روئے نماید، چہ در فقہ وکلام، وچہ در تصوف وتوحید،
امام ومتبوع وشیخ یکے باید پس آنچہ گفتہ اند کہ اَلصُّوْفِیْ لَامَذْھَبَ لَہٗ،
صحیح نباشد مگر باعتبار اخذ اولی واحوط از روایاتِ مذہب واحد کہ التزام
اتباعِ آں کردہ است۔ اگرچہ قول جمہور ائمہ آں مذہب نباشد، وجمیع ائمہ
طریقت واساطینِ ملت تابع مذہبِ فقہا بودہ اند۔ چنانچہ سید الطائفہ
جنید بغدادی قدس سرہٗ در مذہب ابی سفیان ثوریؒ بود، وحضرت شیخ
عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ در مذہب امام احمد حنبلؒ وحضرت شیخ شبلیؒ
در مذہب امام مالکؒ، وجریریؒ در مذہب امام اعظمؒ، وحارث محاسبیؒ
در مذہب شافعی بودند قدس اللہ اسرارہم ورضی اللہ عنہم اجمعین۔ وآنکہ
گفتہ اند کہ مذہبِ صوفی در فروع تابع اصحاب حدیث است، باعتبار
آنست کہ از مذہبِ خود عمل بروایتے کند کہ موافق نصِ حدیث یابد۔
نیز بتقدیرے کہ مخالف احتیاط ومفارق ورع نیفتد، واگر جمع
مذہب علما در باب رشد واحوط نماید بضرورت جواز داند ولیکن تتبع رخص اصلا جائز نباشد۔
واللہ اعلم۔

Marfat.com

(۳)، قاعده: اعتبار فرع باصل وقاعده است، واصل وقاعده کتاب وسنت است. پس ہر قولے کہ بود از ہر قائلے کہ باشد فقیہ یا حکیم یا صوفی اگر موافق اصل وقاعده است قبول نمایند، والا اگر متاہل رد است رد کنند واگر قابلِ تاویل است براه تاویل روند، واگر تاویل پذیر نبود، اگر قائل آن در علم و دیانت کامل است تسلیم نمایند، و بر ہر تقدیر قادح اصل ومعارض قاعده اش ندارند، زیراکہ فساد فاسد ہم بوے راجع شود ودر صلاح صالح ضررے نکند. پس غلاتِ صوفیہ حکم اہلِ ہوا از متکلمین ومتفقہ مطعونین داشتہ باشند، قول وفعل ہیچ یکے ازینہا مسلم ومقبول نیست بلکہ رد قولِ ایشاں لازم واجتناب از فعلِ ایشاں واجب است ترک مذہبِ حق و توقف وتردد در ثابت بالیقین بقولے وفعلے کہ ازایشاں منقول و بریشان منسوب باشد جائز نبود. کائناً من کان دنبالِ ہر کس نتواں رفت وگوش بسخن ہر کس نتواں نہاد. متبوعِ حقیقی شارع است، وہر کہ غیرِ اوست تابع وے وحجت کتاب وسنت است، وہر چہ دراے آں راجع بداں. واللہ اعلم.

(۴)، قاعده: اشکال وابہام اگر لازم کلام است بحیثیتے کہ بے تامل وتکلف مخطور شود ولازم آید، حکمش آنست کہ در قاعدۂ سابق مذکور شد، والا اگر الزام وایراد اشکال بتکلف وتامل است وظاہر کلام صحیح و واضح است اعتبار ندارد. زیراکہ خلو کلام از عروض اشکال بعد از تامل وتکلف در ایجاد وایراد آں نادر واقل قلیل است، واگر لزوم اشکال و

Marfat.com

ن دفہم و تبادر متجاذب و متساوی اند۔ لاجرم بر حکم تجاذب کلام
کوک و متنازع فیہ باشد و وجود اشکال در کلام گاہے بسبب
ق و صلہ عبارت از انسلاع جوہر معنی باشد و گاہے بعلتِ فساد اصل
تلال مقصد بود و کثرت وجود اشکال و ایہام در کلام ایں طائفہ بحقیقت
یم اول است، زیرا کہ مقصد و مقصود ایشاں در غایتِ نزاکت و
ندی است، ہر چند کہ در افصاح و ایضاح آں کوشند مشکل تر و موہم تر
گردد۔ و نزد منکران از قسیم ثانی است و ہر کدام معذور است منکر معذور تر
ست و معتقد اگر چہ ند و متحاشی نبود نیز در خطر است امن و سلامت در تفویض و
سلیم است واللہ اعلم

۵) قاعدہ: بنائے علم بر بحث و تحقیق است و بنائے حال بر تسلیم
تصدیق۔ پس عارف اگر تکلم از حیثیت علم کند نظر در اصولِ علم کہ کتاب و
نت و آثار سلف است، لازم افتد زیرا کہ اعتبارِ علم باصل و دلیل وے
د اگر تکلم از حیثیتِ حال آید از تسلیم ایں حال بروے چارہ نیست، زیرا کہ
ول بدان و علم بحقیقتِ آں جز بمحلِ آں حال میسر نہ گردد و ممکن نباشد۔
عتبار آں بذوق و وجدان وے باشد و علم بدان مستند با نت
ب حال بود و با وجود آں اتباع و اقتدا انشاید، مگر در حق کسے کہ
حال با سے یکے بود چنانکہ از استادانِ طریقت با مرید خود می فرمود
بر بجلک الماء البارد بخرج الشکر من صمیم
بود سے چنانکہ آب را سرد کردہ بخور، کہ خوردنِ آب سرد شکر از

Marfat.com

درونِ دل برآرد، گفت، پس درحق آں مرد یعنی سری سقطی قدس سرہٗ چہ گو
کہ بر کوزۂ آب وے آفتاب آمد، برنداشت وگفت شرم دارم از خدائے تعا
کہ برائے حظِ نفسِ خود کوزہ بردارم۔ فرمود وے صاحبِ حال است اقت
بوے راست نیاید۔ واللہ اعلم۔

(۶) قاعدہ: واجد و صاحب حال چوں وجد و حال وے بجاے رسد
کہ زمام اختیار از دست رود، ومالک نفس نماند معذور است و وے در
آں حالت حکم مجنوں دارد در حق سقوط اعتبار افعال و عدم جریان
احکامِ تکلیفیہ۔ اما بر تقدیرے کہ وجد و حال وے محقق و صحیح بود از
شائبۂ تکلف و اختیار معرا، وآنچہ از وے دریں حالت فوت شود، استدراک
فائت وقضائے ما فاتت لازم گردد باعتبار وجود کسب واختیار در
تسبب ومباشرت اسباب مثل سکران اگرچہ درحالتِ سکر قدرت و
اختیار ندارد ولیکن چوں تحصیل ایں حالت بارتکاب واختیار اوست قضائے
فوایت بروے واجب بخلاف مجنونِ اصل وباوجود عذر ورفع موا
اقتدا بداں فعل جائز نباشد، ومتابعت وے روا نبود۔ مثل تواجد حضرت
ابوالحسن نوریؒ نزد سیاف ووقوف حضرت ابوحمزہؒ درچاہ وحال حضرت
شبلیؒ درحلق لحیہ وخرق ثوب جدید والقاے مال در بحر وامثال آں از
ظواہر اعمال ایشاں کہ بغلبۂ وجد و حال چنانچہ از عنوان ایشاں حکایات
لائح است صدور یافتہ ورقص وتواجد در سماع نیز ازیں باب است
اگر بے شائبۂ تکلف و مدخلیت اختیار وقصد مخالفت بوجہے کہ

Marfat.com

وثبات اٰں ممکن نباشد صادر گردد، و از حیطۂ ضبط و مجال حفظ خارج
، صاحب آں معذور است۔ و حال وے بر تقدیر تحقیق و صحت مسلم
بے مبالغہ در انکار و تعصب در اعتقاد۔ و چوں امرأت مجنونہ بحضرت
رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم آمد، و از صرع و جنونے کہ داشت و از
انکشاف عورت و حرکاتِ شنیعہ کہ دراں وقت از وے صدور می یافت،
شکایت کرد۔ فرمودند: اگر خواہی صبر کن تا ترا بجزائے ایں بلا و محنت بہشت بہ دہند،
و اگر خواہی دعا کنم و از پروردگار تعالیٰ درخواہم کہ شفایت دہد، و
ازیں بلایت خلاص گرداند۔ و آں زن راضی شد کہ صبر کند و بہشت رود۔
پس تخییر حضرت او را در صبر بر جنون و طلب شفا و تقریر و تسلیم وے صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم او را در اختیار جنون دلالت دارد بر معذوریت و عدم
تضرر وے بصدورِ حرکاتِ نامرضیہ دراں حال۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

(۷) قاعدہ۔ ثبوت مزیت و کمال موجب رفع احکام تکلیفیہ و سقوط
حدود شرعیہ نیست، و اجرائے حدود و احکام شرع مستلزم رفع خصوصیت
و انکار مزیت نہ۔ ہر کہ بر وے حقے از حقوق شرع یا حدے از حدود آں
لازم آید، اثبات آں حق و اقامت آں حد بر وے باید کرد و لیکن بشرط رعایت
... و اعتدال و تحرز و تجنب از مبالغہ و افراط و تجاوز از حد و حفظ
... ت ایمانیہ و عزت اسلام و انتساب وے بجناب حق و باحتیاط
... تمام در اقامت حد براں وجہے کہ فرمودہ و امر کردہ اند
... بے نقصان و افراط و تفریط نیابۃً عن صاحب الشرع

وبسا کس کہ تجاوز و اعتزا از حد اعتدال در اقامتِ حدود و اجرائے احکام بر اہلِ خصوص و اربابِ کمال کہ منتسبان جنابِ حق و مقربان درگاہِ الٰہی مقرر شدند بحیثیتے کہ تلافی و علاج بعد ازاں ممکن نشد، و ایں تضرر نہ بجہتِ اقامتِ حق شد، بلکہ بجہتِ تجاوز از حق، و ارتکاب معصیت و اقامتِ حد منافی مرتبۂ خصوص و درجۂ ولایت نیست، مادام کہ بحدِ فسق و اصرار دامان نکشد۔ لَا تَلْعَنْہُ فَاِنَّہٗ یُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ۔ و ازیں جہت حضرت شیخ شبلیؒ بقتل حلاج فتوٰی دادؒ و جریری بضرب و اطالت بسجن امر کرد۔ وے یعنی حلاج قدس سرہ گفت کہ بر مسلماناں ہیچ کارے مہم تر و بمصلحت نزدیک تر از قتل وے نیست، تا حق نصیحتِ دین تبرئہ ساحت آں از دعاوی زنادقہ و ملاحدہ بجا آرد، نہ برائے اقرار بر نفس و اعانت بر قتل وے۔ واللہ اعلم۔

(۸) قاعدہ: اعتقاد کمال مطلق کہ ہیچ وجہ نقصان را بداں راہ نباشد مستلزم انکار و تنقیص است، بد آنچہ موجب نقصان نیست بر ہیچ کس اعتقاد کمال مطلق نباید کرد، چہ آدمی خالی از نقصِ بشریت نبود، و عصمت مخصوص انبیا ست و شرطِ ولایت نیست و وجود خطا و معصیت بے اصرار و انہماک منافی مرتبۂ قرب و درجۂ ولایت نہ۔ از حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ پرسیدند: هَلْ يَزْنِي الْعَارِفُ؟ ساعتے سر در گریباں تامل فرو برد، بعد ازاں سر بر آورد و گفت: وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا۔ یعنی اگر سابقۂ ازل و تقدیر الٰہی چنیں رفتہ باشد

...ایں معصیت از وے بوجود آید چہ چارہ است۔ آخر توبہ و انابت رجوع
از آں خواہد کرد، چہ ہلاک بندہ در خطا و معصیت نیست بلکہ در ترک توبہ
و رجوع است۔ چنانچہ از حال آدم و ابلیس بظہور می پیوند۔ و شیخ ابن
عطاء اللہ اسکندری صاحبِ کتاب الحکم قدس سرہ می فرماید: کہ اگر فرضاً
سوال ازیں کردندے کہ أَتَتَعَلَّقُ هِمَّةُ الْعَارِفِ بِغَيْرِ اللهِ۔ البتہ
جواب دادے کہ لا تتعلق۔ زیرا کہ تعلق ہمت بما سوی اللہ منافی و
مناقض عنوان معرفت و ولایت است۔ اگر ہمت بغیر حق متعلق شود معرفت
نماند و عارف نبود۔ واللہ اعلم۔

(۹) **قاعدہ**: ارتکابِ حرام از برائے دفع مکروہ و مباح کہ در وے
خوفِ فتنہ و ظنِ آفت باشد بے جزم و تیقن بوقوع آں جائز نباشد مثلاً
اگر یکے بقصد خمول و گمنامی و اسقاطِ نفس از نظرِ خلق ارتکاب مناہی و ملاہی
کند، اگر حرمتِ آں متفق علیہ علماء است جائز نباشد، اگر مختلف فیہ است
و آسان است چنداں حرج و دشواری ندارد۔ و اگر متضمن مصلحتِ حمیدہ
...ت و غرضے صحیح باشد، از اہلِ تجرید و معرفت صورتِ جواز دارد، و آں
...شرطیکہ آنکہ خلاف راجح و حکم و فتویٰ مذہب وے کہ تقلید د
...ع آں می کند نباشد۔ و شرطِ دیگر آنکہ طرفین اختلاف قوی باشند بمجرد
...ب و مذہبِ ضعیف عمل نتواں کرد۔ ایں جا غلاتِ صوفیہ از جملۂ
نظر و مصلحے کہ در خلافِ نفس اندیشیدہ اند مقتصر دارند۔ و بہ حکایاتے
...اتابِ احوال منقول است تمسک نمایند و لیکن محققانِ

Marfat.com

ازاں منع کنند۔ وی گویند کہ قصہ لصّ حمام و امثال آنرا چہ گوئی ؟ کہ آں مردِ عارف دزدی کرد، کہ باتفاق در شرع شریف حرام است تا از نظرِ مردم ساقط گردد و از اردحامِ خلق و ہجوم عوام خلاص یابد۔

قصہ لصّ حمام آن ست کہ یکے از مشائخ کہ بزہد و صلاح مشہور وقت و مرجع اہل روزگار خود بود، چوں رجوع خلق و تعظیم و اکرام ایشاں نسبت بخود بسیار دید خواست کہ ایشانرا از سرِ خود دور کند حیلہ برانگیخت تا ایشاں گرد وے نگردند، بحمام رفت و جامہ شخصے را برداشت و بپوشید و بر سرِ راہ آمد و بایستاد۔ و صاحبِ جامہ چوں از حمام برآمد و تفحص جامہ نمود جامہ را در بروے یافت زیرِ ژندہ پوشیدہ، بگرفت و بزد و اہانت کرد تا تمامہ مردمِ شہر شنیدند کہ شیخ دزدی کرد و خوار شد و ہمہ بے اعتقاد شدند و بار دیگر گرد وے نگشتند۔

جوابش آنست کہ ایں برداشتن جامہ و پوشیدن آں نہ از قسم سرقہ است کہ در شرع باتفاق حرام و مستوجب حدّ است۔ حقیقتِ سرقہ اخذ مال محرز است بطریق خفیہ و حمام را داخل حرز نداشتند، غایت آں تصرف بود در ملک غیر بے اذن وے با آنکہ مسامحت در جامہ و مانند آں بسیار رود اگر یکے جامہ مسلماں را باعتقاد مسامحت و اعتماد بر حسنِ خلق وے برداشت و بپوشید چہ شد۔ آرے اولیٰ آں بود کہ باذن وے صریحًا یا دلالۃً مقید شوند۔ پس آں فعل مکروہ باشد نہ حرام۔

می گویند پس آنرا چہ گوئی کہ مریدے در حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ

...از صعوبتِ راه و بستگیٔ کارِ خویش شکایت کرد. فرمود کار آسان است
...ب درہم خرج کنی ہم درین ساعت بمقصد رسی. جوز بخر و در توبره بینداز
توبره را در گردنت آویز، و ریش بتراش، و به نزد اکابر و معارفِ شهر و جائیکه
معتقدانِ تو باشند برو، و صبیان را جمع کن و بگو هر که از صبیان بر گردنم سیلے
زند وی را جوزے بدہم. این کار اگر کردی از آفاتِ راه رستی و بمقصود رسیدی.
گفت سبحان الله مثلِ من کسے این کار کند. فرمود: ہلّا این سبحان الله تو تنزیہ
و تقدیسِ نفسِ تو بود نه ذکر و تسبیح حق را سبحانه، برو که ترا درین درگاه راه نیست.
جوابش آن است که این سخن از حضرت سلطان بایزید بسطامی قدس سرہٗ
بحقیقتِ امر نبود، و وقوع نیافت بل مجردِ امتحان و اختبار و آزمایشِ
حالِ آن شخص بود که چه مقدار بخود اعتقاد دارد و گردِ خود می تند و الا چه صورت
دارد که ایشان باین فعل امر کنند و بوقوع آرند.

می گویند که تمامہ علماءِ شریعت اتفاق دارند که اگر یکے را لقمه در گلو
بند شود و آب حاضر نبود و کار بمرگ کشد و ہلاک انجامد روا باشد که تجرع
خمر کند تا آن لقمه فرو رود با آنکه حرمتِ خمر مجمع علیه است و ہرگاه سبب
حفظِ حیاتِ دنیا که فانی است ارتکابِ محرم جائز باشد بجهتِ تحصیلِ اخلاصِ
طاعت و قربِ مولیٰ تعالیٰ که سببِ حیاتِ ابدی است چرا درست نبود.
جوابش آنست که قیاس این مسئله با مسئلهٔ غصِ لقمه درست نیاید
که بتجرعِ خمر درین جا اصلِ حیات رود که مبنیٰ و مدارِ وجود و بقا موقوف
...جمیع کمالات است و اعانت بر قتلِ نفس لازم آید که بالاتفاق

Marfat.com

درشرع حرام است وجاه وشہرت حرام شرعی نیست وبوجودے زیانی کمال رود وآنکہ نیز متیقن نیست وآں افعال وحرکات کہ محققینِ ملامتیہ کنند دیگراست۔ آنجا ارتکاب محرم ومکروہِ شرعی نیست۔

خلاصۂ آں سترِ عبادات است، واظہار بعضے عادیات کہ بصورتِ نقص بنظر آید، ونیش از اطلاع برحقیقتِ حال ازنامشروعات نماید۔ وباید کہ قصد ونیتِ ملامتی فرار واحتراس ازنفس بودنہ تسترِ حال ازخلق چہ در تستر ازخلق۔ وقصد اخفا رویت خلق وتعظیم ایشانست۔ باز ہماں لازم آمد کہ ازاں می گریخت وبحقیقتِ حصول ایں حال صوفی راست کہ دراصطلاح مشہور ایشاں اکمل واتم ازملامتیہ است، ونظرِ وے ازخلق بالکلیہ سقوط پذیرفتہ است فعلاً وترکاً ووجوداً وعدماً۔ قال الشیخ ابوالعباس المرسی رضی اللہ عنہ مَنْ اَرَادَ الظُّهُوْرَ فَهُوَ عَبْدُ الظُّهُوْرِ وَمَنْ اَرَادَ الْخِفَاءَ فَهُوَ عَبْدُ الْخِفَاءِ وَعَبْدُ اللّٰهِ سَوَاءٌ عَلَيْهِ اَظْهَرَهٗ اَوْ اَخْفٰى۔ واللہ اعلم۔

(۱۰) **قاعدہ:** مقصود موافقت حق است نہ مخالفتِ نفس، اگر نفس باحق موافق افتد، وہوا تابع شرع گردد اتم واکمل است: حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ اشارت بداں است: قَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اِذَا وَافَقَ الْهَوٰى الْحَقَّ فَذٰلِكَ تَشْبِيْهٌ بِالزُّبْدِ۔ گفت اگر ہوائے نفس موافق حق گردد ایں حالت مشابہت بشہد یا مسکہ وشیر باشکر دارد کہ بہم آمیزند۔ مثلاً اگر یکے را مادر وپدر بخوردن حلوا امر کنند وازنانِ جویں نہی نمایند، اوراایں حلوا تناول کردن ولذت گرفتن

افع تر آید از نانِ جویں خوردن و ترکِ لذت دادن۔

قومے دیگر در مخالفتِ نفس و مضادتِ وے چنداں مبالغہ کنند
راق نمایند کہ درضمن مطاوی آں مخالفتِ حق لازم آید، و سببِ
ت چندیں طاعات و عبادات گردد، و بعضے از سنن و نوافل کہ نفس
ں الفت گرفتہ و اعتیاد کردہ باشد نیز ترک دہند، اگرچہ ایں نیز در باب
علاج نفس نافع افتد و اثرے داشتہ باشد، لیکن سلوک ایں طریق تہییج
و اثارت باطل کند و صاحبش را براہ عکس مقصود برد۔

و طریق مشائخ شاذلیہ آنست کہ ہدایتِ طالبان و تربیتِ مریدان
بموافقتِ طبع و ملاحظہ رفق و راحتِ ایشاں کنند، و علی الفور بجبر و قسر
از حالت سابق اخراج شان نکنند و تشدید در مجاہدہ و ریاضت نفرمایند
و از اوراد و اشغال بدانچہ ملائم طبیعت و موافق مزاج طالب افتد دلالت
نمایند و مشغول سازند و برفق و راحت و تدریج و آسانی بمنزل مقصود
رسانند، و ایشاں می فرمایند کہ ہر کہ سیر وے دریں راہ بموافقت طبع و
حالِ وے افتد وصول وے بدرگاہ اسہل و اقرب آید و ہر کہ برخلاف
حالتِ طبعی رود بہ اندازۂ بعد وے از حیّزِ طبیعت سیرش بطی تر و
وصولش دور تر افتد۔

شیخ ابن عطاء اللہ اسکندری صاحب کتاب الحکم در تاج العروس می گوید
مَا أَخَذْتَ مِنَ الْأَذْكَارِ إِلَّا مَا يُعِينُكَ الْقُوَىٰ النَّفْسَانِيَّةُ
فِيْهِ۔

وقطب الوقت شیخ ابوالحسن شاذلیؒ کہ امام ومنتہائے سلسلۂ شاذ
است می فرماید کہ: اَلشَّیْخُ مَنْ دَلَّکَ عَلٰی رَاحَتِکَ ودر بیان معنی
این حدیث کہ یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا فرمودہ اند یعنی دُلُّوْهُمْ عَلَی اللّٰهِ
وَلَا تَدُلُّوْهُمْ عَلٰی غَیْرِهٖ فَاِنَّ مَنْ دَلَّکَ عَلَی الدُّنْیَا فَقَدْ غَشَّکَ
وَمَنْ دَلَّکَ عَلَی الْعَمَلِ فَقَدْ اَتْعَبَکَ وَمَنْ دَلَّکَ عَلَی اللّٰهِ فَقَدْ نَصَحَکَ
یعنی ہر کہ ترا بدنیا رہنمائی کرد خیانت کرد درحقِ تو، وہر کہ ترا بشدت مجاہدہ
وریاضت خواند ترا در تعب ورنج انداخت، وآنکہ بخدائے تعالیٰ ترا
راہ نمود بحقیقت ناصح وخیرخواہ تو اوست۔ واللہ اعلم

(۱۱) **قاعدہ**: ہمچناں کہ رعایتِ معنی در لفظ لازم است وقالب لفظ
بے روح معنی صحیح ومعتبر نہ کذلک مراعات لفظ بجہت توصیل معنی بذہن
وتوضیح وتبیین آں بر فہم سامع واجب ومتحتم است۔ اول تصحیح معنی و
ضبط وربط آں در دل باید نمود، بعد ازاں صیانت لسان وحفظ وے
در اداے آں باید کرد، تا بیان مقصود لفظاً ومعنیً تمام افتد، واز اشکال و
ابہام خالی آید، والا بے ضبط معنی ضلالت لازم آید وبے صیانت لفظ
اضلال روئے نماید وبسا باشد کہ محققِ کامل بعلتِ قصور لفظ وعبارت
از اداے معنی مقصود وکشفِ حقیقت بوجہ سلیم از اشتباہ وابہام در ورطۂ
اختلاف افتد، ونزد ظاہر بیناں وعبارت پرستاں بکفر وبدعت و فسق
منسوب گردد واکثر آنچہ مر ایں طائفہ را خصوصاً متاخرین ایشاں را واقع شود
ازیں قبیل باشد وگاہے لزوم ضرر ازرہ گذر عموم اشخاص و اوقات

معنی کہ یک حقیقت و یک معنی از مردے معتبر و مقبول افتد و از دیگرے رد مردود. وہم از یک شخص در وقتے مستحسن و در وقتے دیگر قبیح باتحاد لفظ و معنی و ہمچنانکہ حکم باختلافِ حال متکلم اختلاف پذیرد، تفاوتِ حال سامع نیز معتبر است: حَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا يَعْرِفُوْنَ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّكَذَّبُوا اللهَ وَرَسُوْلَهٗ.

واز حضرت جنید بغدادی قدس سرہ پرسیدند کہ چند کس پیش تو بیایند واز یک مسئلہ سوال کنند تو ہر کدام را جوابے دیگر گوئی این چیست، آخر حکم در یک مسئلہ یکے باشد؟ فرمود: اَلْجَوَابُ عَلٰى قَدْرِ السَّائِلِ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اُمِرْنَا اَنْ نُّكَلِّمَ النَّاسَ عَلٰى قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ. واللہ اعلم.

(۱۲) **قاعدہ**: اقتصارِ نظر بر صرفِ حقیقت مخل بوجہ طریقت است، و ہمیں است سبب وقوع قوم در طامات و شطحیات و موجب ورود اعتراض و توجہ انکار بر ایشاں بواضع شریعت و لسانِ علم. پس واجب ست احتیاط در قول تا افتداز غیر کتاب و سنت نکنند و تحفظ در القا تا بیان مقصود بغیر وجہ واضح نمایند، والا منکر کہ مستند باصل وجہ واضح بود، معذور باشد و محل عتاب و ملامت نشود.

ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ می فرماید کہ بسا باشد کہ نکتہ از کلام قوم در دل می افتد و سے بداں بگذرد، ہر چند کہ آں نکتہ باقتضائے حسن بیانے کہ دارد بزبانِ حال فریاد برند کہ مرا قبول کن. قبول نکنم مگر

Marfat.com

بدو شاہد عدل کہ کتاب وسنت است وہر صوفی کہ معاملہ با خلق بر وجہ مامور ومشروع نکند وصرف وجہ بصرف حقیقت نماید ونظر ملاحظہ و اعتبار نسبتِ الٰہی وشریعت وے کہ بر بندگانِ خود وضع کردہ وامر فرمودہ است نیفگند۔ البتہ از تطرق غلط در اعمال یا شطح در احوال یا ایہام واشکال در اقوال ایمن نباشد یا خود ہلاک گردد و یا دیگرے را ہلاک کند یا ہر دو این حال پیش آید۔ قَالَ بَعْضُ الْعَارِفِیْنَ مَنْ عَامَلَ الْحَقَّ بِالْحَقِیْقَۃِ وَالْخَلْقَ بِالشَّرِیْعَۃِ فَھُوَ صِدِّیْقٌ وَمَنْ عَامَلَ الْحَقَّ بِالشَّرِیْعَۃِ وَالْخَلْقَ بِالْحَقِیْقَۃِ فَھُوَ زِنْدِیْقٌ وَمَنْ عَامَلَ الْحَقَّ بِالشَّرِیْعَۃِ وَالْخَلْقَ بِالشَّرِیْعَۃِ فَھُوَ مُؤْمِنٌ سُنِّیٌّ۔ واللہ اعلم۔

(۱۳) **قاعدہ**: توقف در محل اشکال واشتباہ کہ دلیلے یقینی در انجا نبود محمود است، ودر مقام یقین کہ دلیلِ آں قاطع وواضح است، مذموم ومدار وبنائے ایں طریق بر حسنِ ظن وترجیح دلیل اوست، ہر چند کہ مخالف ومعارض داشتہ باشد تا گفتہ اند کہ اخراج ہزار کافر از کفر بشبہۂ اسلام درست است نہ اخراج یک مومن از ایمان بشبہۂ کفر و در حقیقت بنائے عدم تکفیر اہلِ قبلہ ہم بریں نکتہ است۔ وقومے دیگر براں رفتہ کہ جزم بآنچہ مودائے اجتہاد ومقتضائے دلیل ظاہر است از قبول وانکار واجب ولازم است غایتِ کار تفویض امر باطن است بعلمِ الٰہی و ازیں جاست اختلاف مردم در جماعت از صوفیہ کہ از ایشاں مشتبہات وموہمات فعلاً وقولاً سر بر زدہ فرقہ براہِ انکار روند، وقومے بمقام

...ت یابستند و در نظر حقیقت وانصاف ہر دو گروہ بمقتضائے آنچہ ...شان را روئے نمودہ و بر ایشاں ظاہر شدہ است براہِ اولی واحوط می روند۔
یکے از مشائخ طریقت را پرسیدند کہ مَا تَقُوْلُ فِیْ حَقِّ ابْنِ الْعَرَبِیِّ یعنی درباب شیخ محی الدین ابن عربی کہ مردم چندیں نزاع واختلاف دارند تو چہ گوئی و چہ اعتقاد داری؟ جواب داد: هُوَ اَعْرَفُ بِکُلِّ فَنٍّ مِنْ اَهْلِ کُلِّ فَنٍّ، گفت وے عالم تر و ماہر تر است بہر علم و بہر فن از اہلِ ہر علم و ہر فن گفتند مَا سَئَلْنَاكَ عَنْ هٰذَا ترا ازیں باب نہ پرسیدیم در علم و مہارت و مزیت وے کرا اختلاف است۔ سوال از وادی اعتقاد وانکار او ست درباب ایمان واتباع وہدایت۔ فرمود: اُخْتُلِفَ فِیْهِ مِنَ الْکُفْرِ اِلَی الْقُطْبَانِیَّةِ۔ گفت پس اگر ازیں وادی می پرسید در حالِ وے مردم را اختلاف است از کفر تا قطبیت۔ جماعت او را کافر دانند، و قومے دیگر قطبش خوانند۔ گفتند پس تو در کدام جانبی و راجح پیشِ تو چیست؟ فرمود اَسْلِمْ تَسْلَمْ۔ گفت مذہبِ من تسلیم است وسلامتی نیز در تسلیم است۔ و ترکِ غلو وافراط در انکار واعتقاد است۔ زیرا کہ در تکفیر سراسر خطر است ومبالغہ در تعظیم نیز احتمال ضرر دارد تا عموم ناس در اتباع مبہمات و موہمات ایشاں نیفتند و بکنہ مقصود نارسیدہ سر از جائے دیگر نہ بر آرند۔ واللہ اعلم
(۱) قاعدہ: موجبات اخذ و دواعی انکار بر قوم پنج چیز است۔ اول ...بعلو مرتبہ و رفعت شان وصفوت حال وبلاحظہ کمال ایشان ست ...تعلق برخصت کنند یا ادبے از آداب اخلال نمایند یا در امرے

از امورِ دین مساہلہ رود یا بصفتے از صفات نقص متصف کردند اعتراض متوجہ گردد وانکار مسارعت کند و ہر چہ لطیف تر و پاک تر ظہورِ عیب نقصان در وے بیشتر چنانچہ جامۂ سفید اگر یک نقطۂ سیاہ بروے افتد نمایاں گردد وطریق دفع ایں نوع آنست کہ بدانند کہ ہیچ کس را کمال مطلق ثابت نیست وہر کہ باشد از نقص بشریت خالی نہ، وعصمت مخصوص انبیاست۔ ووقوع ہفوت وزلت بلکہ خطا ومعصیت نہ بروجہ اصرار وادمان منافی مرتبۂ کمال ودرجۂ ولایت نیست۔ چنانچہ در قواعد سابق تقریر یافت۔

ثانی از وجوہ اعتراض وانکار بریں طائفہ علیہ دقتِ علوم ولطائفِ اشارات ایشانست کہ در فہم ہر کس بزودی در آید۔ ودر حقیقت اشرفِ علوم وادق والطف آں علمِ تصوف است کہ بنائے وے بر کتاب وسنت ذوقِ صحیح وکشفِ صریح است۔ چنانچہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ می فرماید کہ لَوْ كَانَ تَحْتَ أَدِيْمِ السَّمَاءِ عِلْمٌ أَشْرَفَ مِنْ عِلْمِنَا هٰذَا لَرَحَلْتُ عَلٰى شَرَفِ هٰذَا الْعِلْمِ۔ یعنی اگر زیر کبودی آسمان علمے دیگر شریف تر ازیں علم می بود کہ ما با اصحاب خود بداں تکلم می کنیم سعی آں میکردیم ودر طلب آں می دویدیم وہر علم را بجودتِ طبع وقوتِ عقل ومعاونت قیل وقال وبحث وجدال درک تواں کرد۔ الّا ایں علم را کہ باوجود سلامت فطرت وصحتِ قریحت وجودتِ فہم، ریاضتِ نفس وتصفیۂ باطن وتخلیۂ سر، از ما سوی اللہ نیز شرط است۔ پس سببِ انکار ایں طائفہ قدس اللہ اسرارہم وایں علمِ اشرف بحقیقت قصورِ فہم ونقصانِ استعداد

Marfat.com

...ن وصل وفقدانِ معرفت وضعفِ ایمان بود و باوجود آں منکر اگر
... تورع وخوف وحزر واحتیاط وتحاشی وسلامت رود معذور است ولیکن
...صاف ہماں طریق توقف وتسلیم است۔

ثالث از اسباب انکار کثرت مدعیان ومداخلت مبطلان ومتصنعان
و متشبہان کہ صاحبانِ اغراض وطالبان اعواض اند وبعلت اشتباہ
اگر یکے از محققان دعوی بحق کند او نیز در نظر ظاہر بیناں بصورت
مدعیان مبطل نماید، اینجا دلیل وبرہان باید تا مبطل را از محق جدا گرداند
وگاہ باشد کہ در نفس الامر دلیلے باشد ولیکن ناظر را قوت دریافت آں
نبود۔ پس دریں جا نیز توقف وتامل اسلم باشد۔

رابع خوف ضلالتِ عامہ ووقوع در ورطۂ الحاد وعدم اعتناء
بظواہر شریعت چنانچہ از اکثر جہال واہلِ بطالت مشاہدہ می گردد وایں
بحقیقت در اصل ایں طریقت وذات ایں علم انکار نیست بلکہ بعارضۂ
مصلحت وملاحظۂ حکمت است وذلک شئ آخر۔

خامس وجود بخل وشح در اعطائے حق واعتراف بداں وقیام و
...نت بطریقِ عدل وانصاف کہ در نفوسِ آدمیان نہادہ اند با تفاوتِ
...تب ودرجاتِ آں وچوں تعلق وتوجہ صوفیہ صافیہ علیہ بحقیقت است وظہور
...قت وطلعِ قبابِ وے مبطل وماحی جمیع اعتبارات است۔ لاجرم ایشاں را
...الت حیات وبعدِ ممات شانے مخصوص وامتیاز خاص است،
...یت وشہرتِ امر وقبولِ قلوب ورجوعِ خلائق وعزت وغلبہ ہست

Marfat.com

که فقہا وعلمائے ظاہر را نیست۔ ناچار نفوسِ عامہ بصفتِ ضیق وغبطت وحسد بر آید و در اہلِ کمال بہ تنقیص وتوضیع دخل نماید تا دلے خالی کند وَذٰلِكَ نَفْخَةُ الصُّدُوْرِ۔ وصاحبِ این قسم در انکار معذور نبود بلکہ محروم ومغبون باز گردد، واہلِ اقسامِ سابق معذور اند بلکہ ماجور وسببِ حقیقی در بقائے حسن صیت وذکرِ جمیل عباد وعرفا نہ فقہا وعلمائے ظاہر کہ از حلیۂ تصوف وتعبد وتوجہ الی اللہ عاری وعاطل باشند آنست کہ فقیہ منسوب ومشغوف بصفتے از صفاتِ نفسِ خود است کہ درک وفہم وفقہ او باشد وآں با نقضائے حس وحیات ظاہر فوت پذیرد ونابود گردد، و عرفا وعباد منسوب بہ پروردگار حی باقی وصفاتِ اویند کہ از ازل تا ابد باقی ست وچگونہ بمیرد آنکہ نسبت او بحی لایموت بعلت نفس درست شدہ باشد

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

ولہذا مجاہد فی سبیل اللہ کہ بشرفِ شہادت رسید چوں تحقیق کلمۃ اللہ و اعلائے دین حساً ومعنیً کردہ بہر دو قسمِ حیات کہ حسی ومعنوی ست فائز گردد۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ وچوں عمل وعبادتِ صلحا موجب تحقیق واعلائے معنوی کلمۃ اللہ ودینِ وے بود، مخصوص بحیاتِ معنوی ومقتصر براں آمد و آں دوام کرامت وذکر خیر وبرکت اوست چنانچہ گفتہ اند۔ **مصرعہ**

قَدْ مَاتَ قَوْمٌ وَهُمْ فِي النَّاسِ اَحْيَاءٌ

واللہ اعلم

Marfat.com

(۱۵) **قاعده** کتابہائے کہ علما و فقہا در رد و انکار بظواہر اقوال قوم نوشتہ اند، اگرچہ در منع و تحذیر و احتراس از ورود مواقع غلط و اشتباہ نفع دارد ولیکن متضمن ضرر نیز ہست وحصول حقیقت و انتفاع و استفادہ ازاں موقوف ست بر رعایتِ چند۔ شرطِ اول آنکہ نظر بر احوالِ خود مقتصر گرداند و آنرا باعثِ مواخذہ و انکار بر نفس خود سازد و مادۂ لقلقہ و تشدق لسانی و مجلس آرائی نگرداند و با غیر سالک راہ کہ بذکائے طبیعت و جودت فطنت و سلامت قریحت و دریافتِ دقّتِ کلام و نزاکتِ مرام و ثباتِ قدم درمقام صدق و تحقیق و سلوک طریق ورع و احتیاط موصوف بود، بیان نکند و با مریداں سادہ لوح و خالی الذہن کہ بصفاے عقیدت بحضراتِ مشائخ موصوف اند، و قوتِ تمییزِ سخن ندارند درمیان نیارد، و در اعتقاد و ارتباطیکہ با مشائخ دارند تشویش و تفرقہ نیندازد، و اگر فرضاً درمقامِ وعظ و نصیحت احتیاج با علام و تنبیہ شود، دخل و اعتراض در مجرد قول کند بے تعین قائل و درضمن بیان تعرض بعظمتِ حال و جلالتِ شان ایں طائفہ علیہ قدس اللہ سرہم نماید، زیراکہ ستر زلات ائمہ و پوشیدن خطائے بزرگانِ دین از واجبات وقت و اسباب سعادت و سرمایۂ برخورداری ست، وصیانتِ دین و حفظ حوزۂ اسلام و مراعاتِ شریعت او جب و الزم است و قائم ... خدا ما جور و متصرف منصور و انصاف در حق لازم و اتباع نفس و ہوا ... فقہائے کہ مصحوب ہوا باشد فاسد و نصیحتے کہ مشوب بغرض نفسانی بود ... است ...

Marfat.com

شرط دوم رسوخ اعتقاد و تحسینِ ظن بمشائخ و تنزیہہ ساحت عز و کمال
ایشاں از غبار طعن و تنقیص تارۂ بنفی نسبت و منع صدور آں از ایشاں و
اخری بتاویل و تطبیق آں بظاہر و اعتذار بوقوع آں بسکر حال و غلبۂ وجد۔
شرط سوم اعتقاد آنکہ باعث ردو انکار و مآل آں حسم مادہ و سد
ذریعہ است تا عامۂ خلق و مدعیان راہ ایں چنیں نکنند و بے تحقیق بمقام
صدق و تمکن حقیقت براہ تقلید و متابعتِ ایشاں نروند کہ تقلید و اتباع
در احکام ظواہر شرع رؤدنہ در احوال و مواجید و اذواق۔ و از فقہا کسے کہ
بر طائفہ صوفیہ علیہ قدس سرہم براہ ردو انکار رفتہ و تشدید و تغلیظ نمودہ
ابن جوزی ست کہ از اکابر علمائے فقہ و حدیث است و گفتہ اند کہ مقصود وے
نیز سدّ ذرائع است بدلیل تطریز و توشیح وے کتب خود را بذکر حکایات و
کلمات مشائخ و استشہاد بافعال و اقوال ایشاں باوجود ردو انکار وے
بر ایشاں در بعضے مواضع و در چند موضع از کتاب تلبیس ابلیس کہ از تصانیف
مشہورۂ اوست گفتہ است و مبالغت نمودہ و قسم یاد کردہ است کہ مقصود
من اظہارِ علم و تحقیقِ سنت و تنبیہ و تحذیر از مواضع بدعت است نہ طعن
رجال و تنقیص اہلِ کمال۔ و لیکن از شدت و غلظت و خشونت کلامِ وے
کہ در کتاب مذکور کردہ است۔ ظاہر شود کہ انکار وے قوی و نزاعِ وے
معنوی ست و در نظر انصاف آں کتاب در معرفت مداخل شیطان و حسم مادہ
بدعت و جہالت بے نظیر است۔ غیر آنکہ خشونت الفاظ و تشدید انکار و
تغلیظ طعن و تشنیع وے موحش و مشوش است۔ و لہذا محققان از ارباب

Marfat.com

نصیحت ازخواندن این کتاب واشال آن منع وتحذیر کرده وبعدم خوض و وقوع درآن وصیت فرموده اندتا بسوءِظن وتنقیص مشائخ وارباب احوال گرفتار نگردد وہمچنانکہ ازیں کتاب واشال آن منع کرده اندازخوض در بعضے کتب این قوم مثل فصوص الحکم واشباهِ آن کہ اسرار وحقائق ومواجید را صریحاً بے توقف وتحاشی نوشتہ اند نیز نہی فرموده اند۔

شرطِ چہارم کہ خلاصۂ کلام وحاصل مرام است آنست کہ اعتراف بقصورِ علم وضعفِ فہم خود کند، خدا داند کہ ایشان چہ گفتہ اند وبچہ اشارت کرده سخنان ایشان را با ایشان گذارد وخود را وتصرف خود را ازمیان بردارد وانصاف آنست کہ توقف وانکار بر آنست کہ در فہم این کس می درآید، یا باحتمال آنکہ چیزے اراده کرده باشد کہ منکر نباشد۔ پس درحقیقت انکار بر نفسِ خود است نہ بر ایشان۔ وبالجملہ دین وشریعت واضح ست خود موافق آن رو وبران کار کن۔ واگر از تو مسئلہ شرعی بپرسند موافق حکمِ شریعت جواب گو۔ واگر درخصوص حال یکے از صادقان راه سخن افتد تغافل ورز واغماض کن۔ وبدانکہ جحود وانکار سبب بُعد وحرمان ست وتصدیق و اعتقاد موجب فتح باب وَاللّٰهُ الْهَادِیْ وَمِنْهُ التَّوْفِیْقُ لِنَیْلِ الصَّوَابِ۔

تمام شد نقلِ قواعد از کتاب قواعد الطریقت فی الجمع بین الشریعت والحقیقت

وچون عبارات این کتاب درغایتِ دقّت وایجاز بود اگر بجہت بسط و ایضاح زیادت کلمہ یا فقره شده باشد دور نیست ولیکن نقل سخنے و کلمہ کہ نہ از اصلِ مقصود وکلام شیخ کرده نشد الا ماشاء اللہ۔ واگر

توفیق رفیق خواہد شد ایں معانی را در رسائل دیگر بتقریب اقتضائے وقت باضم معانی دیگر نیز تفصیل دادہ آید انشاء اللہ تعالیٰ۔

خاتمہ اکنوں بمجملے از اعتقاد اہلِ حق قدس اللہ اسرارہم اشارت کردہ رسالہ را تمام کنیم تا مقطع کلام با مطلعش مناسب افتد و جملہ فصول اعتقاد سہ است۔

اول اعتقاد در جانبِ ربوبیت و مجمل آں اعتقاد تنزیہہ و نفی تشبیہ است و اثبات ہر چہ از صفات کمال بود و ایمان بحقیقت آنچہ ورود یافتہ از متشابہات و مشکلات با تفویضِ حقیقت مراد ازاں بعلم الٰہی تعالیٰ و کلمہ جامعہ دریں باب کلام امام مالک است رحمۃ اللہ علیہ در وقتیکہ از معنی اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی سوال کردند۔ فرمود: اَلْاِسْتِوَاءُ مَعْلُوْمٌ وَالْکَیْفُ غَیْرُ مَعْقُوْلٍ وَالْاِیْمَانُ بِہٖ وَاجِبٌ وَالسُّؤَالُ عَنْہُ بِدْعَۃٌ۔ و شیخ ضیاء الدین ابو النجیب سہروردی قدس سرہٗ فرمودہ است کہ مذہب صوفیہ در جمیع صفاتِ سمعیہ ہمیں است۔

ثانی اعتقاد در جانبِ نبوت و جملہ آں اثباتِ نبوت و اعتقادِ عصمتِ انبیا علیہم السلام و تنزیہہ ساحت عز و کمال ایشاں ست از ہر علم و عمل و حال کہ نہ لائق مرتبۂ کمال بود با تفویض آنچہ مشکل بود و مشتبہ شود۔ و اگر از جانبِ حق با ایشاں عتابے و خطابے رود و یا سخن بہ وجہ عزت و کبریا آید و یا از ایشاں بجنابِ کبریا سخن بر طریق تواضع و اظہار بندگی و مسکنت رود ما را نشاید کہ دراں مشارکت جوئیم و سخن جز بطریقِ ادب و ملاحظۂ علوِ شاں

Marfat.com

منتہا مرتبۂ ایشان گوئیم خواجہ را می رسد کہ با بندۂ خود ہرچہ خواہد گوید و بندہ بہر نحو کہ خواہد از عجز و مسکنت تمسک جوید، دیگرے راچہ مجال ست کہ دم زند، و اصل اعتقاد در حق سید کائنات مفخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آنست ہرچہ جز مرتبۂ الوہیت است از کمالات و کرامات اثبات کند کائنا ما کان شعر

دَعْ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارٰى فِيْ نَبِيِّهِمْ ⁂ وَاحْكُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحًا فِيْهِ وَاحْتَكِمْ
وَانْسُبْ اِلٰى ذَاتِهٖ مَا شِئْتَ مِنْ شَرَفٍ ⁂ وَانْسُبْ اِلٰى قَدْرِهٖ مَا شِئْتَ مِنْ عِظَمٍ

شعر
مخوان او را خدا از بہر امر شرع و حفظ دین ⁂ دگر ہر وصف کش میخواہی اندر مدحش املا کن

ثالث اعتقاد در جانب دار آخرت و سائر اخبار کہ انبیا و رسل صلوات اللہ علیہم اجمعین دادہ اند و جملۂ آن اعتقاد صدق و راستی آن اخبار است، بر وجہیکہ ورود یافتہ بے تغیر و تبدیل و عدم خوض در تفاصیل و تاویل آن مگر آنچہ صحیح و واضح ست و جامع جمیع اعتقادات ست این کلمہ آمَنَّا بِمَا جَاءَ عَنِ اللّٰهِ عَلٰى مُرَادِ اللّٰهِ وَبِمَا جَاءَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَلٰى مُرَادِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِمَا جَاءَ مِنْ عِنْدِ الْكُمَّلِ الرَّاسِخِيْنَ فِي الْعِلْمِ عَلٰى مُرَادِهِمْ. این قدر در حصول ایمان و صحت اعتقاد کافی ست و این را ایمان اجمالی خوانند و تفصیلش آنست کہ جدا جدا بہرچہ از ضروریات دین است ایمان آرند بگروند و تفاصیل آن در رسالہ کہ تالی این مقالہ گردد بیان کنیم۔

وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ وَالْمُعِيْنُ وَهُوَ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَيَهْدِي السَّبِيْلَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ
وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

Marfat.com

تمت[۱] ہذہ الرسالۃ المیمونۃ المبارکۃ فی علم العقائد من الشریعۃ والطریقۃ والحقیقۃ فی المعاش من شہر ربیع الاول تاریخ ثلثا یوم الاثنین سنہ الف واحد عشر من الہجرۃ بید الضعیف النحیف سید عبد الکریم۔ اللہم اغفر لمالکہ وقاریہ ولکاتبہ مغفرۃ واسعۃ بغیر حساب۔ رحمتک الواسعۃ یا واسع المغفرۃ۔ ہرکہ ازیں نفعے حاصل کند و حظے گیرد دعاء تکمیل ایمان کند سہ

ہرکہ خواند دعا طمع دارم ــــ زانکہ من بندۂ گنہگارم

تمت[۲] الکتاب بعون الملک الوہاب ۲۳ شہر شوال ۱۱۴۲ ہجری حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم کاتب حروف اضعف عباد اللہ واحقر الناس جلال الدین محمد است۔ اللہ بس باقی ہوس۔

نقل من النسخۃ المقروءۃ علی الشیخ المصنف نور اللہ مرقدہ بید الفقیر الحقیر نور الحق عفی عنہ والحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین وعلی عباد اللہ الصالحین۔ ۲۶ محرم ۱۱۴۹ھ

---

[۱] ایں عبارت در تتمۂ مخطوطہ حضرت مولانا محمد عبد الرشید صاحب نعمانی مرقوم است۔

[۲] ایں عبارت در تتمۂ مخطوطہ مولانا عبد الحلیم صاحب چشتی تحریر است

Marfat.com

اردو ترجمہ

مرج البحرین

از حضرت شیخ عبد الحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

مترجمہ

جناب ثنار الحق صاحب صدیقی
ایم اے (علیگ)

(نوٹ) اردو ترجمہ کے حاشیے پر اصل فارسی صفحات کے نمبر دیئے ہیں تاکہ قارئین کرام بوقتِ ضرورت مطابقت کر سکیں۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مُحَمَّدٍ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ وَاَحْزَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ۝ (یعنی تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام عالموں کا پروردگار ہے۔ اور رحمتِ کاملہ وسلام نازل ہو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، پیغمبروں کے سردار اور پرہیزگاروں کے پیشوا اور جملہ انبیا کے خاتم پر اور آپؐ کے آل واصحاب پر اور آپؐ کے تمام متبعین اور آپ کی جماعتوں پر) اما بعد

رسالہ کا موضوع فقیر عبدالحق بن سیف الدین قادری دہلویؒ کی جانب سے عرض ہے کہ یہ ایک رسالہ ہے جس کا نام "مرج البحرین" ہے اور جو دو طریقوں کا جامع ہے جن میں ایک فقہ ہے اور دوسرا تصوف ——— ایک شریعت ہے اور دوسرا طریقت، ایک ظاہر ہے دوسرا باطن، ایک صورت ہے اور دوسرا معنی، ایک چھلکا ہے دوسرا مغز، ایک علم ہے اور دوسرا حال، ایک ہوشیاری ہے دوسرا مستی، ایک مذہب ہے دوسرا مشرب (طریقہ) ایک عقل ہے دوسرا عشق۔ اور اگر اس کو سیدھا راستہ اور راہِ استوار کا نام دیا جائے تو جائز ہوگا۔ نیز اگر دینِ خالص اور سلامتی کے راستہ کے لقب سے یاد کیا جائے تو روا ہوگا۔ اور اگر دعوتِ حق اور راہِ نجات (سبیلِ رشاد)

Marfat.com

تو درست، اور میزانِ عدل اور دستور العمل گردانیں تو صحیح ہے۔ یہ طریقہ کے ماننے والوں کو طریقِ تصوف کے انکار سے روکتا اور اہلِ تصوف مذہبِ فقہ کے دائرہ کے اندر رکھتا ہے۔ مگر ہر فقیہ سرکش متکشف خیال کیا جائے گا اور ہر متصوف حقیقت سے دور، اپنے مسلک میں غالی سمجھا جائے گا۔ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیَانِ بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیَانِ (الآیۃ)

(یعنی دو دریا جو ایک دوسرے سے ملنے کو ہوں ان کے درمیان پردہ کر دیا گیا ہے کہ وہ ایک دوسرے پر غالب نہ آجائیں) ؎

برکفے جامِ شریعت برکفے سندانِ عشق ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

(یعنی ایک ہاتھ میں جامِ شریعت ہو اور ایک ہاتھ میں سندانِ (اہرن) عشق۔ لیکن ہر ہوسناک کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ جام (پیالے) اور سندان (اہرن) دونوں کے ساتھ شغل کر سکے)۔

ہمارا پروردگار تعالیٰ شانہ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو اور ہمارے دوستوں کو امن کی جگہ اور سلامتی کے ٹھکانے سے نہ ہٹائے اور حق کے مرکز اور صدق کی جگہ پر ثابت قدم رکھے۔ اور راہِ راست، دین درست اور اعتقادِ صحیح کی توفیق دے (آمین) قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِیْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ (الآیۃ) (یعنی کہہ دیجئے کہ یہ میرا راستہ ہے، میں اللہ کی راہ کی طرف بلاتا ہوں اور میرے متبعین بھی اسی جانب بلاتے ہیں ـ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور میں شرک میں مبتلا نہیں ہوں)۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور سلامتی ہو رسولوں کے سردار، اور کل جہان کے امام اور مخلوقات کے رہنما اور خلقت کے ہادی حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر، آپ کی آل اور جملہ اصحاب پر۔

Marfat.com

فرقہ بندی کی پیشین گوئی

حضرت ابوہریرہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری امت تہتر[73] فرقوں میں بٹ جائے گی ان میں سے ایک کے سوا سب دوزخی ہوں گے۔" صحابہؓ نے دریافت کیا "یا رسول اللہ وہ نجات پانے والا فرقہ کونسا ہوگا؟" آپؐ نے ارشاد فرمایا "وہ لوگ ہوں گے جو اس راستہ کو اختیار کریں گے جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب گامزن ہیں"۔ اس حدیث کو ترمذی اور ابوداؤدؒ نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اس کو حدیث حسن صحیح بتایا ہے۔ (الحدیث)۔

یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سید الانبیاء و سند الاصفیا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں اس اعتبار سے کہ مجھ پر وہ لوگ ایمان لائے ہیں اور دینِ اسلام میں داخل ہوئے ہیں اور منہ قبلہ کی طرف کرتے ہیں تہتر[73] فرقے ہو جائیں گے۔ ہر فرقہ کا عقیدہ الگ اور راستہ جداگانہ ہوگا۔ ان میں سے بہتر فرقے دوزخ میں جائیں گے اور گمراہی کے سبب اور عقیدہ کی خرابی کی وجہ سے اور بدعت کی نحوست کے باعث عذابِ نار میں گرفتار رہیں گے۔ جب تک کہ قادرِ مطلق چاہے کہ ان کو اس آلائش اور کثافت سے پاک کر کے جنت میں داخل کرے، اور ان تہتر[73]

---

[1] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں۔ اصحابِ صفہ میں آپؓ کا شمار ہے۔ غزوۂ خیبر والے سال میں آپ اسلام لائے لیکن صحبت نبویؐ سے بے انتہا فیضیاب ہوئے۔ چنانچہ سب سے زیادہ احادیث آپ ہی سے مروی ہیں۔ آپ نے تقریباً آٹھ سو صحابہؓ سے روایت کی ہے۔ ۵۷ھ میں پچھتر سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔

Marfat.com

...یں سے ایک فرقہ ایسا ہوگا جو دوزخ میں نہیں جائے گا۔ اور اپنی عقیدت ملا
...ب عذاب کا مستحق نہیں ہوگا" صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا "یا رسول اللہؐ
...فرقہ میں جو ہدایت پر قائم رہے گا اور دوزخ میں نہیں جائے گا کون لوگ
...ں گے" آپؐ نے فرمایا کہ "وہ لوگ وہ ہوں گے جو میرے اور میرے اصحاب
...مذہب و اعتقاد پر رہیں گے۔"

...ل قبلہ کو کافر نہیں کہنا چاہیئے

وہ بہتر۷۲ فرقے اہل بدعت و ضلالت اور نفس کے بندے کہلاتے ہیں اور ان کو ...قبلہ بھی کہا جاتا ہے۔ اہل قبلہ کو کافر نہیں کہنا چاہیئے، اور نہ ان کو دائرہ ...سلام سے خارج سمجھنا چاہیئے کیونکہ فرقۂ ناجیہ سے ان کا اختلاف ہر کہیں ...ہر بات میں نہیں ہے بلکہ محض بعض مسائل و عقائد ایسے ہیں جن میں ...ظاہر ہیں۔ اور نصوص کے ظاہر کی بناپر تاویل اور اس میں تبدیلی کرکے ...مستقیم سے منحرف ہوگئے ہیں۔

...وضلالت کی وضاحت

کفر و ضلالت کے درمیان فرق، بہت سی باتوں میں سے صرف اس بات پر قیاس کرکے

Marfat.com

سمجھا جاسکتا ہے کہ مثلاً ایک جماعت ایسی ہے جو مشرق کی جانب منہ کئے ہوئے ہے۔ ان میں سے ایک حصہ ایسا ہے جو بیچوں بیچ سے ہو کر بخطِ مستقیم جو قریب ترین راستہ ہے اس کو اختیار کرتا اور اس پر چلتا ہے اور دوسرے فرقے ایسے ہیں کہ ان کا بھی مقصد تو وہی ہے لیکن وہ کسی قدر دائیں بائیں ہو کر چلتے ہیں اور اس طرح کسی حد تک جنوب یا شمال کی طرف جا پڑتے ہیں۔ چند قدم نہیں چلتے کہ پھر مشرق کی طرف رجوع ہو جاتے ہیں اور پھر اپنی مجوزہ راہ پر آجاتے ہیں۔ بعض اس راہ سے قریب اور بعض کسی قدر دور رہتے ہیں لیکن اس فرق کے باوجود مقصد سے کچھ دور یا نزدیک ہوتے ہیں۔ اسی میں ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ان میں سے کسی ایک پر کوئی آفت نازل ہو جائے کہ اس سے وہ فرقہ ہلاک ہو جائے۔ درحقیقت غلط راہ چلنے کی آفتیں بہت ہیں ..... دوسرے فرقے بھی اس قدر دور ہو جاتے ہیں کہ ان کا بھی راہِ راست کی طرف رجوع کرنا مشکل ہو جاتا ہے مگر اتنا ضرور ہے کہ وہ حصولِ مقصد کی نیت اور مقصود کی طلب اپنے دل میں رکھتے ہیں۔ یہ سب اہلِ ضلالت ہیں کہ اگرچہ وہ چلنے والے ہیں لیکن ساتھ ہی ہلاک ہونے والے بھی ہیں۔ اور اگرچہ وہ راہرو کہے جائیں گے مگر اصل میں راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں۔

ایک جماعت ان لوگوں کی ہے جو مشرق کی طرف سے مطلق پشت کئے ہوتے ہیں اور اپنا منہ مغرب کی طرف رکھتے ہیں اور کسی طرح اور کسی وجہ سے بھی اپنا رخ مشرق کی جانب نہیں کرتے، نہ وہ مشرق کی راہ کا

Marfat.com

رکھنے والوں کے ساتھ موافقت برتتے ہیں۔ یہ مثال اہلِ کفر کی ہے
اپنے قصد میں، مقصد میں دینِ اسلام کے مخالف اور اس سے جدا ہیں۔
اہلِ ضلالت کی بھی پشت اگرچہ کبھی کبھی منزلِ مقصود کی طرف
ہو جاتی ہے لیکن چند قدم یا چند میل یا چند فرسخ یا چند منزلوں کے بعد
بَالِغًا مَّا بَلَغَ اِلٰی مَاشَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی (یعنی جہاں تک اللہ تعالیٰ پہنچانا چاہے
وہاں تک پہنچ جائیں) اُن کا رخ حقیقت کے قبلہ کی طرف ہو جاتا ہے اور ان کا
قدم سیدھے راستے پر جا پڑتا ہے ؎

جنگِ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ　　چوں ندیدند حقیقت رہِ افسانہ زدند

(یعنی بہتّر فرقوں کے درمیان جو نزاع جاری ہے اس میں ان سب کو معذور سمجھو کیونکہ جب اُنھیں
حقیقت نظر نہیں آتی تو وہ سند کے طور پر اپنے اسلاف کے طرزِ عمل کو پیش کر دیتے ہیں)۔

وصل ۱۰

دنیا کی محبت خطاؤں کا اصلی سبب ہے

جو چیز موجبِ کفر و ضلالت ہے وہ دنیا کی محبت، خواہشاتِ نفسانیہ
اتباع اور عقل پر ہوس کے علاوہ کچھ نہیں ہے: حُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ
کُلِّ خَطِیْئَۃٍ (یعنی دنیا کی محبت تمام خطاؤں کی جڑ ہے) جیسا کہ کہا گیا ہے کہ کسی
پر دنیا کی محبت اس درجہ غالب آجاتی ہے کہ وہ اس کی وجہ سے دائرۂ
دین سے خارج ہو جاتا ہے۔ اور کسی کو یہ محبت فرائض کی ادائیگی، سنت
اتباع اور نفلوں پر استواری اور استقامت کے التزام سے باز رکھتی ہے
اس سے بھی اس کو دنیا، مال و متاع اور عزت و جاہ حاصل ہو سکتے ہیں

Marfat.com

وہ اسی طریقے کو اختیار کرتا ہے اور جس راستے پر چل کر اس کو ان چیزوں
حصول ممکن نظر آتا ہے اسی راہ پر چلتا ہے اور نفس اور شیطان کی غالب
کرتا ہے یہاں تک کہ رفتہ رفتہ اپنی سمجھ بوجھ پر اترانے لگتا ہے اور اپنی
عقل پر پورا اعتماد کر لیتا ہے۔ وہ اپنے طرزِ عمل کو صحیح سمجھتا ہے خواہ وہ
کفر و معصیت ہی ہو۔ اور نفس کی یہ خاصیت ہے کہ وہ اپنے کسی عیب یا
کسی برائی کو قبول نہیں کرتا اور خود کو ملزم اور مغلوب ماننے کے لئے تیار
ص۱۳ نہیں ہوتا، بلکہ لوگوں سے کٹ حجتی سے پیش آتا ہے اور اپنے اوپر سے برائی
کو ہٹانے کے لئے معاصی کو حلال اور برائیوں کو مستحسن قرار دیدیتا ہے اور
اپنے مذہب کو تقویت پہنچانے اور اس کو رواج دینے کی غرض سے نیز
اپنے کردار کی تحسین و تعریف حاصل کرنے کی غرض سے دلیلیں گھڑ لیتا ہے
اور جس چیز کو اپنے نفس کے خلاف اور اپنی رائے کے برعکس پاتا ہے خواہ
وہ آیاتِ قرآنی ہوں یا احادیثِ نبویؐ، ان کی تاویل کر لیتا یا ان کو توڑ مروڑ
پیش کر دیتا ہے یہاں تک کہ آخر کار وہ بے دین اور ملحد ہو جاتا ہے اور
اس کا ٹھکانا جہنم اور دوزخ ہو جاتا ہے: نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ (یعنی ہم
زندقہ اور الحاد سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں)۔

دورِ رسالت سے بُعد کا نتیجہ

نورِ ایمان و یقین کے سمجھنے اور تردد اور ظن
قیاس کی تاریکی میں جا پڑنے کا حقیقی سبب
زمانۂ نبوت سے دُوری، مرکزِ حقیقت سے بُعد اور نزولِ قرآن اور وحی
وحی کے ورود کے وقت حاضری سے محجوب ہو جانا ہے۔ صحابہ کرام رضوان

Marfat.com

جمعین میں فراست دینی کا پیدا ہونا صرف اس لئے تھا کہ جمالِ
مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشاہدہ سے وہ کشف و یقین کے اس
درجہ پر فائز ہو چکے تھے کہ تردد و تذبذب کے لئے ان کے دل میں جگہ
پانے کا کوئی راستہ باقی نہیں رہا تھا۔ چنانچہ اس وقت کے مؤمنوں کے کلمۂ
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ پر ایمان کا تو ذکر ہی کیا ہے کافروں کو بھی اس میں شک
اور تردد نہیں تھا۔ بلکہ اس وقت کافروں کو شک و تردد سابقہ حسد اور
دشمنی اور شقاوتِ ازلی اور خدائے تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی تقدیر کے
سبب سے تھا۔

قرآن کریم کی لذت و حلاوت

ابوجہل[1] لعنۃ اللہ علیہ نے جو ظالموں اور
گمراہ لوگوں کا سردار اور راندۂ درگاہِ
خداوندی تھا بارہا قرآن شریف سنا۔ وہ روتا تھا اور کہتا تھا کہ مجھے یقین ہے
کہ یہ کلام کسی بشر یا انسان کا گھڑا ہوا نہیں ہے۔ اس کلام کا طرز اور انداز
کسی دوسرے ہی عالم کا ہے: اِنَّ لَہٗ لَحَلَاوَۃً وَاِنَّ لَہٗ لَطَلَاوَۃً (یعنی
حقیقت یہ ہے کہ اس میں جو مٹھاس اور تازگی ہے وہ کسی دوسرے کلام میں نہیں ہے)
لیکن کیا کروں کہ شیطان جو نفس کی صورت میں میرے پیچھے لگا ہوا ہے اس
نے ایسا وسوسے میں ڈالا ہے کہ کسی طرح قابو میں نہیں آتا۔

---

[1] ابوجہل کا اصل نام عمرو بن ہشام تھا۔ انکارِ حق کی وجہ سے وہ اس لقب کا مستحق سمجھا گیا
اور اسی لقب سے اسے دائمی شہرت بلکہ بدنامی نصیب ہوئی۔ وہ قریشِ مکہ کے سربرآوردہ
لوگوں میں سے تھا۔ دارالندوہ میں اسی نے مشورہ دیا تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیا جائے۔ بدر
کی لڑائی میں پیش پیش تھا آخر اسی معرکہ میں دو نوعمر بھائیوں معاذؓ اور معوذؓ کے ہاتھوں قتل ہوا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر صحابہؓ کی کیفیتِ قلب

غیبت وحضور کے حال فرق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے دن ہی ظہور میں آگیا۔ چنانچہ حضرت انس[1] رضی اللہ عنہ
ص۱۴۰ فرماتے ہیں کہ جس دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور آپؐ کے آفتابِ جمال نے پردہ فرمالیا تو ہمارے حال میں تبدیلی رونما ہوگئی اور ہمارے دلوں کے سامنے ایک ایسا حجاب پیدا ہوگیا کہ اس کی وجہ سے معرفت کا سررشتہ ہاتھ سے چھوٹ گیا اور نورِ یقین میں کمی محسوس ہونے لگی ؎

رہ ندیدم چو برفت از نظرم صورتِ دوست　　ہمچو چشمے کہ چراغش زمقابل برود

(یعنی جب محبوب کی صورت میری نظر سے اوجھل ہوگئی تو مجھے راستہ تک نظر نہیں آتا تھا یہ بالکل ایسا ہی ہوا جیسا اس وقت ہوتا ہے جب سامنے سے چراغ چلا جائے تو آنکھ کچھ بھی نہیں دیکھ سکتی)۔

عہدِ رسالت میں غیبت وحضور کا فرق

اس سے بھی زیادہ بلند تر اور لطیف تر بات ایک اور ہے وہ یہ کہ حضرت حنظلہ[2] رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جن کو حنظلۃ الغسیل الملائکہ کے نام سے موسوم

---

[1] انس بن مالک بن النضر صحابہ انصار میں شامل ہیں کنیت ابو حمزہ ہے۔ ہجرت کے وقت آپ کی عمر صرف دس سال تھی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت انس کی والدہ ام سلیمؓ نے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا چنانچہ آخر وقت تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادمِ خاص رہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انسؓ کو زیادتی عمر، دولت اور اولاد کی دعا دی چنانچہ آپ کا تقریباً ایک سو چار سال کی عمر میں ۹۳ھ (۷۱۲ء) بمقام بصرہ انتقال ہوا۔ آپ کا شمار متمولین میں تھا۔ نہایت کثیر العیال تھے، بہت سی احادیث کے راوی ہیں۔

[2] آئندہ صفحہ پر ملاحظہ ہو۔

Marfat.com

...اسیدی جو کاتبِ وحی تھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے آکر یہ شکایت کی کہ نَافَقَ حَنْظَلَۃُ (یعنی حنظلہ منافق ہوگیا)۔ (اور اپنے متعلق یہ بھی کہا کہ) میں حنظلہ کو بہت مخلصین میں سمجھتا تھا لیکن آخر میں معلوم ہوا کہ وہ تو منافق صفت نکلا۔ اس کا دل زبان کے ساتھ اور ظاہر باطن کے ساتھ یکساں نہیں ہے۔ اور اس کے حال میں استقامت اور پائیداری نہیں"۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "حاش للہ" (پاکی ہے خدا کو) آخر یہ کیا گفتگو ہے جو تم کر رہے ہو۔ اور تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ تمہاری حالت کیسی ہے اور تمہارا مقصود کیا ہے"۔ انھوں نے کہا "جس وقت کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ہوتے ہیں اور آپؐ کے جمالِ پُرنور کا نظارہ کرتے ہیں اور آپؐ کی گفتگو سنتے ہیں تو نورِ یقین ایسا جلوہ گر ہوتا ہے گویا ہم حقیقت کو اپنی ظاہری آنکھ سے دیکھ رہے ہیں اور جنت اور دوزخ کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ لیکن اس کے بعد جب آپؐ کی خدمت سے واپس آتے ہیں اور اپنے بیوی بچوں سے ملتے ہیں اور گھر کے ساز و سامان پر نظر ڈالتے ہیں تو ہماری حالت بدل جاتی ہے سررشتہ

حضرت حنظلہ بن ابی عامر غزوۂ احد میں کسی وجہ سے اول سے شریک نہ ہو سکے تھے۔ اپنی بیوی سے ہمبستر ہونے کے بعد غسل کی تیاری کر رہے تھے کہ مسلمانوں کی شکست کی آواز کان میں پڑی جس کی تاب نہ لا کر اسی حالت میں بغیر غسل کئے تلوار ہاتھ میں لئے میدان جنگ میں پہنچ گئے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ملائکہ ان کو غسل دے رہے ہیں۔ اسی لئے ان کو غسیل الملائکہ کہا جاتا ہے۔ حضرت حنظلہ بن الربیع دوسرے صحابی ہیں جو کاتبانِ وحی میں نہایت بلند رتبے کے ہیں۔

گم ہوجاتا ہے اور جو کچھ یاد تھا اس میں سے بہت سا حصہ ذہن سے قطعاً محو ہوجاتا ہے۔"

اب دیکھئے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں سے تھے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تصدیق کرنے والوں کے سردار تھے اس کے جواب میں کیا فرماتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے:

"اے بھائی! تم یہ کیا کہتے ہو۔ خود ہمارا حال بھی اسی طرح پر ہے۔"

پس حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۵ کے ہمراہ مشہدِ حضور میں جس سے مراد سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلسِ پرنور ہے حاضر ہوئے اور اپنا حال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو عرض کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا "غم مت کرو اور نہ کسی اندیشہ کو دل میں جگہ دو کہ حضور وغیبت کی کیفیت اور خاصیت یہی ہے۔ اگر ہمیشہ اسی حال میں رہو کہ جو بوقتِ حضور تمہیں محسوس ہوتی ہے تو تم حقیقت کو علانیہ پا جاؤ اور فرشتوں سے مصافحہ کرنے لگو۔ وہ کبھی جلوہ دکھا دیتے ہیں اور کبھی اوجھل ہوجاتے ہیں ؎

اگر درویش بریک حال ماندے　　سر دست از دو عالم برفشاندے
گہے بر طارمِ اعلیٰ نشینم　　گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

(یعنی اگر کوئی درویش ایک ہی حالت میں رہے تو وہ دونوں عالم کو حقیر سمجھنے لگے۔ دیکھو کہ میں کبھی پُررفعت عمارتوں پر جا بیٹھتا ہوں لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اپنے پاؤں کے اوپر کے حصہ کو بھی نہیں دیکھ سکتا۔)

Marfat.com

صحابہؓ کے یقین کی کیفیت

اب یہ بات معلوم ہوگئی کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی حالت (جو مقربانِ درگاہ آگاہی و معرفت رکھنے والوں کے سردار ہیں) نورِ نبوت کے غیبت و حضور کے مطابق بدلتی اور مختلف ہوجاتی تھی۔ ایسی صورت میں دوسرے تو ذکر ہی کیا ہے۔ لیکن یہاں ایک نازک بات اور دوسرا نکتہ جس کی طرف ... دھیان نہیں دیتے یہ ہے کہ ان کے یقین و اعتقاد کی اصل قصور پر ... یا فتور پر۔ درحقیقت فرق مشاہدہ کی کیفیت اور حجاب کی کثافت و لطافت کے درمیان ہے۔ چنانچہ دیوار بھی ایک حجاب ہے اور شیشہ بھی حجاب ہے لیکن اس کو اُس سے کیا نسبت۔ جو شخص اپنے محبوب کے ... ایک ہی جگہ پر ہے تاریک رات اور روزِ روشن اس کے یقینِ قلب کے معاملہ میں ایک ہی حکم رکھتے ہیں۔ فرق اگر ہے تو وہ یقین کی کیفیت میں ہے۔ جب صبحِ صادق کا ظہور ہوتا اور آفتاب نکلتا ہے تیز دن کی روشنی ... ہوتی ہے۔ اس وقت ایک دوسری کیفیت پیدا ہوجاتی ہے۔ اور ... اور ہی چیز مشاہدہ میں آتی ہے لیکن اصل یقین وہی رہتا ہے۔ ذرا دیکھئے تو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو شاہِ اولیاء، امام اصفیا اور اہلِ کشف ... کے استاذ ہیں کیا فرماتے ہیں: لَوْ کُشِفَ الْغِطَآءُ مَا ازْدَدْتُ یَقِیْنًا (پردہ ہو یا نہ ہو میرا یقین یکساں ہے) یہ ارشاد شاید ان ہی معنی کی طرف ... کرتا ہے جو کچھ بیان کئے گئے ہیں یعنی ہر چند کہ پردہ درمیان میں ہو ... میں اس پردہ سے اسی طرح دیکھ لیتا ہوں گویا پردہ نہیں ہے۔ صلـ۶۱

اگر پردہ نہ ہوتا اور حقیقت بغیر پردہ کے ظاہر ہوتی تو نہ علم ہوتا، نہ کشف
نہ خبر نہ اثر لَاَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهٖ خواندہ باشی کہ چیست (تم نے پڑھ
ہوگا کہ اس کے انوارِ ذات ہر چیز کو جلا ڈالتے کیونکہ یہ انوار اپنی تجلیات میں
انتہائی درجے پر پہنچے ہوئے ہیں) ؎

اسرارِ ازل را نہ تو دانی و نہ من — ویں حرفِ معما نہ تو خوانی و نہ من
ہست از پسِ پردہ گفت و گوئے من و تو — چوں پردہ برافتد نہ تو مانی و نہ من

(یعنی ازل کے رازوں کو نہ تو جانتا ہے اور نہ میں۔ اور معمہ کے اس حرف کو نہ تو پڑھتا ہے
نہ میں۔ میری اور تیری گفتگو پردے کے پیچھے سے ہے۔ جب پردہ اٹھے گا نہ تو رہے گا اور نہ میں

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

(اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں)

وصل ۲

خیر القرون میں اور اس کے بعد ایمان و یقین کی حالت

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے اور دوسرے دو زمانوں کے بعد کہ ان کو تابعین اور تبع تابعین کے دو

کہتے ہیں اور ان پر خیر القرون کی حدیث صادق آتی ہے نیز اس کا حکم وا
ہوتا ہے۔ حدیث کے سیاق کے حکم سے جیسا کہ کہا گیا ہے: خَيْرُ الْقُرُوْنِ
ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ يَفْشُوا الْكَذِبُ (
سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے اس کے بعد وہ لوگ جو اُن سے ملے ہوئے ہیں اس کے
وہ لوگ جو ان سے ملے ہوئے ہیں۔ پھر ظاہر ہوگا جھوٹ اور جھگڑا)

Marfat.com

اختلافات اور جھگڑے آپس میں پیدا ہو گئے اور شر و فساد کے بخارات اٹھنے لگے، ہر بات میں چون وچرا کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ سنت کا نور دھیما پڑ گیا اور بدعت کی تاریکیوں نے دنیا کو گھیر لیا۔ ہر شخص کے دماغ میں اور ہی سودا سمایا اور دل میں مختلف وسوسے اور خیالات پیدا ہوئے۔ تاویل کے دروازے کھل گئے اور نصوصِ قرآنی کے ظاہری معنیٰ متروک ہو گئے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم کا طریقہ اور سلف کا مذہب کمیاب بلکہ نایاب ہو گیا۔ اَلْاِیْمَانُ بَدَاَ غَرِیْبًا وَسَیَعُوْدُ غَرِیْبًا فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ (یعنی ایمان شروع میں تنہا اور بیکس ہوتا ہے اور اس کا انجام بھی یہی ہے کہ غریب و تنہا رہ جائے اور صرف غریب غربا اس پر ثابت قدم رہیں۔)

فلسفہ کا مطالعہ ضعفِ ایمان کا سبب بنا

دینِ اسلام اور سلف کے اعتقاد میں سخت ترین حادثہ اور بدترین مصیبت یہ ہوئی کہ علمِ فلسفہ کا ظہور ہوا اور اس کو بعض خلفائے عباسیہ[1] کے زمانہ میں عربی زبان میں منتقل کیا گیا۔ اس طرح مخالفین کو گویا ایک دستاویز ہاتھ آ گئی اور دشمنوں کو جنگ کے لئے ایک ہتھیار مل گیا بعض لوگوں نے تو علم و دانش کی حرص اور لالچ میں کہ انسان کا میلانِ طبع

---

[1] فلسفہ کی جانب مسلمانوں کی توجہ خلیفہ ہارون رشید کے زمانے سے ہی ہو گئی تھی لیکن چونکہ مامون الرشید خود اس علم کا دلدادہ تھا اس لئے اس کے دورِ خلافت میں اس کی طرف سب سے زیادہ توجہ کی گئی۔ فلسفہ یونان کی بے شمار کتابیں عربی میں منتقل ہوئیں جنھوں نے دنیائے اسلام میں آزاد خیالی کی ایک لہر دوڑا دی۔ اسی کی بنیاد پر علمِ کلام پیدا ہوا اور اسی نے مسلمانوں میں متعدد لایعنی مسائل و مباحث کو جنم دیا۔

Marfat.com

ان علوم کی طرف فطری ہے خاصکر جدید علوم کی طرف، جن کو عام طور پر لوگ نہیں جانتے اور بعض حضرات نے عقائدِ اسلام میں مفسدہ پیدا کرنے اور ملت کے قاعدوں کو برباد کرنے کی نیت سے ان علوم میں جو بدعت پر مبنی ہیں غور و خوض کیا اور غلو سے کام لیا ہے، اس لئے تمام علمائے دین اور رہبرانِ ملت، مذہبِ قدیم کی نگرانی اور سنت کی پاسبانی کی غرض سے شریعت کے عقائد کو ثابت کرنے اور فلسفیانہ مسائل کو رد اور باطل کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے اور ضروریاتِ وقت کے لئے لازم ہوا کہ وہ ان علوم کو تفصیل سے جانیں، اس لئے کہ کسی چیز کا رد و انکار اس وقت تک نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ اس کا اچھی طرح علم نہ ہو۔ پس فلسفیانہ مسائل خوب پھیلے اور کلام وجدال اور بحث و مباحثہ کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔ اور بحث وتمحیص کی گرم بازاری ہو کر علمِ کلام وجود میں آگیا۔ اس سے پہلے بھی علمِ کلام پیدا ہو چکا تھا لیکن اس وقت بحث و مباحثہ سمعیات سے مخصوص تھا۔ اور اس میں اختلاف ان اسلامی فرقوں کے مقابل تھا جنھوں نے اہل سنت وجماعت کے اعتقاد کی مخالفت کی تھی۔

علمِ کلام کی ابتداء

حارث محاسبی[1] جو شروع زمانے کے فقہاء اور مشائخ طریقت میں سے تھا اس نے اس موضوع پر

---

[1] آپ کا پورا نام شیخ ابوالعباس حمزہ بن محمد حارث بن اسد محاسبی ہے۔ ہرات کے متقدمین مشائخ میں ہیں اور نہایت مستجاب الدعوات تھے ۲۴۱ھ؍۸۵۵ء میں وفات پائی۔

کتاب تصنیف کی اور امام احمد بن محمد بن حنبلؒ[1] نے اس سے اس
نیف کی بنا پر، نیز اس لئے بھی کہ اس نے بحث ومباحثہ کا دروازہ
ولا تھا اور مباحثہ کے دائرہ کو وسیع کیا تھا دوری اختیار کی اور اس
صحبت ترک کر دی۔ اور متاخرین میں سے جس شخص نے فلسفیانہ مسائل
میں غور وفکر کیا اور اس میں مبالغہ سے کام لیا اور اس (فلسفہ) کو جھٹلایا
اور یاجوج کے اس فتنہ کے راستے میں ایک رکاوٹ پیدا کی وہ امام
فخر الدین[2] رازی تھے کہ جنھوں نے فلسفیوں سے دوبدو ہو کر ٹکر لی اور
ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اور اگرچہ بعض مباحث میں ان کے یہاں بھی
مناظرہ اور مجادلہ کا سا رنگ پیدا ہو گیا ہے۔ لیکن چونکہ ان کی نیت
سلم ہے اس لئے (یقین ہے کہ) ان کی عاقبت بھی ٹھیک ہو گی۔ اس کے
باوجود اربابِ کشف میں سے کوئی صاحب[3] عالم رویا میں حضور سرور کائنات
صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے مشرف ہوئے اور انھوں نے حضورؐ سے

---

[1] اسم گرامی محمد بن محمد بن عبداللہؒ اور کنیت ابو محمد اور ابو عبداللہ ہے۔ امام شافعیؒ کے تلامذہ میں سے ہیں ۱۶۴ھ بغداد میں پیدا ہوئے وہیں ۱۲ ربیع الاول ۲۴۱ھ کو جمعہ کے دن انتقال فرمایا۔ مسئلہ خلقِ قرآن کی مخالفت کے سبب آپ کو سخت صعوبتوں سے دوچار ہونا پڑا۔ لیکن آپ راہِ حق سے نہ ہٹے۔ اہل سنت وجماعت کے چار فقہی ائمہ میں آپ کا شمار ہے۔ مسند احمد ابن حنبل احادیث نبویؐ کا ایک بڑا مجموعہ ہے۔

[2] امام فخر الدین رازی ۵۴۴ھ میں رے کے مقام پر پیدا ہوئے۔ اپنے وطن کی نسبت سے رازی کہلاتے ہیں۔ شافعی مذہب کے مشہور امام اور فلسفہ اور الٰہیات کے جید عالم تھے۔ ۶۰۶ھ میں ہرات میں مقام فوت ہوئے۔ آپ کی مشہور تصانیف مفاتیح الغیب (تفسیر)، المحصول (فقہ)، اسرار التنزیل (کلام) اور مطالب عالیہ (الٰہیات) ہیں۔

[3] غالباً شیخ جمال الدین جلیؒ ہیں۔

امام فخرالدین رازی کے بارے میں دریافت کیا۔ آپؒ نے فرمایا، ذٰلِكَ رَجُلٌ مُعَاتَبٌ (یعنی یہ شخص معتوب ہے)۔ اور جب بوعلی سیناؒ[1] کے متعلق پوچھا تو آپؒ نے ارشاد فرمایا: ذٰلِكَ رَجُلٌ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰی عِلْمٍ (یعنی یہ وہ شخص ہے جس کو اس کے علم کے باوجود خداوند تعالیٰ نے گمراہ کیا) اور شہاب الدینؒ[2] مقتول کی شان میں فرمایا: هُوَ مِنْ مُتَّبِعِيهِ (یعنی وہ بھی اسی کا تبع ہے) یعنی وہ بھی بوعلی سینا کا پیروکار ہے۔ اور اللہ بہتر جاننے والا ہے۔

امام غزالیؒ[3] رحمۃ اللہ علیہ بھی اوائل عمر میں فقہا اور متکلمین کے راستہ پر گامزن تھے۔ اور آخر میں ترک و تجرید کے راستے میں آکر تصوف کے دائرہ میں

[1] شیخ بوعلی سینا مسلمان مفکرین اور حکما میں بڑا درجہ رکھتے ہیں وہ ۳۷۰ھ ۹۸۰ء میں بغداد کے قریب افشنا کے مقام پر پیدا ہوئے اور ۴۲۸ھ ۱۰۳۷ء میں تہران میں فوت ہوئے۔ مختلف علوم و فنون کے ماہر تھے طب اسلامی کے اساطین میں شمار ہے۔ فلسفہ کے امام سمجھے جاتے ہیں۔ مشرق اور مغرب دونوں اُن کے فلسفہ و حکمت کے قائل ہیں۔ تصانیف کی تعداد کافی ہے ان میں شفا فلسفہ کی انسائیکلو پیڈیا، اور قانون طب اسلامی کا بیش بہا خزانہ ہے۔

[2] شیخ شہاب الدین سہروردی مقتول کا اصل نام یحییٰ بن جبش ہے۔ فلاسفہ کے عقائد پر آپ کی زیادہ نظر تھی۔ مشائین اور اشراقین کی حکمت کے متبحر عالم تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کے عقیدے میں کچھ خلل اور نقص واقع ہو گیا تھا جس کی وجہ سے جب حلب پہنچے تو علماء نے آپ کے قتل کا فتویٰ جاری کر دیا چنانچہ ۵۸۷ھ ۱۱۹۱ء میں آپ کو قتل کر دیا گیا۔

[3] ابوحامد محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ طوس میں ۴۵۰ھ ۱۰۵۸ء میں پیدا ہوئے۔ اسلام کے نہایت مشہور مفکر و متکلم تھے ۴۸۴ھ ۱۰۹۱ء میں نظامیہ بغداد میں مدرس ہوئے۔ ابتداءً آپ کا رجحان فلسفہ کی طرف تھا جس کی وجہ سے مذہبی عقائد سے منحرف ہو گئے تھے لیکن پھر یکایک خیالات میں تبدیلی ہو گئی اور دنیا سے دل اچاٹ ہو گیا۔ آخر عمر گوشہ نشینی میں گذری ۵۰۵ھ ۱۱۱۱ء میں اپنے وطن طوس میں انتقال فرمایا تصانیف میں احیاء العلوم، المنقذ من الضلال، تہافۃ الفلاسفہ اور کیمیائے سعادت زیادہ مشہور ہیں۔

Marfat.com

قدم رکھا اور وہ اس گروہ کے محققین علماء میں شمار کئے گئے اور حجۃ الاسلام کے لقب سے سرفراز ہوئے۔ اور علمِ تصوف میں بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ جب ان بزرگ نے ان کی حقیقتِ حال دریافت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ذٰلِكَ رَجُلٌ وَصَلَ اِلَى الْمَقْصُوْدِ (یہ وہ شخص ہے جو مقصود تک پہنچ گیا) ہنوز یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان دونوں باتوں میں فرق ہے ایک تو یہ کہا جائے کہ "مقصود سے مل گیا" اور دوسرے یہ کہ "اپنے مقصود تک واصل ہو گیا"۔

علم کلام کے فوائد و نقصانات

اگرچہ اہلِ اسلام اور اربابِ علم کلام کا فلسفیانہ مسائل کے بارے میں غور و خوض کرنا صرف اس لئے ہوتا تھا کہ گمراہوں کے دلائل کا رد و ابطال کیا جائے۔ اور اس میں اہلِ حق کا فائدہ بھی تھا لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ اس میں ایک بڑا نقصان بھی ہوا یعنی عقائد میں تذبذب اور دین کے قواعد میں تزلزل پیدا ہو گیا اور اس کی وجہ سے شک اور تردید کا دروازہ کھل گیا۔ چنانچہ بہت کم ایسا ہو گا کہ علمِ کلام میں غور و خوض اور مبالغہ کرنے کے بعد کوئی شخص حیرت کے دائرہ سے صحیح سلامت نکل آیا ہو اور یقین کی پونجی اپنے ہاتھ سے نہ دے بیٹھا ہو اِلَّا مَنْ عَصَمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَذٰلِكَ نَادِرٌ۔ فَاِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ (یعنی سوائے اس شخص کے جس کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا۔ اور ایسے آدمی بہت کم ہیں ہم تو اللہ ہی کا مال ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں)۔

Marfat.com

وصل ۳

سلامتی کا راستہ فلسفہ سے اجتناب ہے

سلامتی کا راستہ چلنے والے اور استق
کے طریقے کے طالب کے لئے ایک
ہی راہ ہے وہ یہ کہ وہ فلسفیانہ مسائل میں غور و خوض کرنے اور اس میں
پوری طرح منہمک ہو جانے کو اپنے لئے حرام سمجھے، مباحثوں اور کلامیہ
دلیلوں میں مبالغہ کرنے سے اجتناب کرے، بحث مباحثہ کرنے والوں کے
ساتھ مناظرہ و مکالمہ میں نہ الجھے۔ صرف اہل سنت وجماعت کے عقائد
ص۱۹ اور ان کے مختصر دلائل پر اکتفا کرے اور اسی اعتقاد کو اپنے دل میں درست
اور پختہ کر لے، اور شریعت اور کتاب وسنت کے احکام میں عقل کو دخل
نہ دے۔ منقول کو معقول کا تابع نہ بنائے۔ تاویلات اور شک وشبہ کے
دروازوں کو بند کر دے اعتقاد اور اتباع کے راستہ سے باہر نہ جائے اور اپنی
کوتاہ سمجھ اور ناقص عقل پر بھروسہ نہ کرے۔ کیونکہ جو شخص بھی گمراہی کے
گڑھے میں گرا وہ اسی عقل پر اعتماد اور اپنی رائے پر گھمنڈ کرنے کی بنا پر گرا
اگر عقل غیب کے بھیدوں کو سمجھنے اور مبدأ و معاد کے درست ہونے ا
بگڑنے میں استقلال واستبداد رکھ سکتی تو پھر انبیاء علیہم السلام کے بھیج
جانے اور رسولوں کی بعثت کا کیا مقصد تھا۔ عقل اور حکمت کے پید
کرنے کی اصل غرض وغایت صرف یہ تھی کہ وہ خدائے تعالیٰ کے عائد ک
اوامر ونواہی کو سمجھے اور شریعت کی تکالیف کو برداشت کرے۔ عقل آخ
کون ہوتی ہے کہ وہ آخرت کے حالات کی تفصیل اور اعمال کے بھید

Marfat.com

کی کیفیت اوران کی تعداد، ان کی وضع قطع ان کے اوقات کا تعین اور ان کی جزا کی خصوصیات، آسمان سے آئی ہوئی وحی کے بغیر معلوم کرلے۔ جبکہ حالت یہ ہے کہ اس معاملہ میں کشف ووجدان تک حیران وپریشان ہیں پھر عقل کس شمار میں ہے جس طرح کہ حِسّ (جزئی چیزوں کے ادراک کی قوت) مدرکاتِ عقل (کلی چیزوں کے ادراک کی قوت) کے سمجھنے سے قاصر ہے۔ اسی طرح عقل، کشف کے بھیدوں کے دریافت کرنے سے معذور ہے۔ اوراسی طرح کشف، وحی اور ایمان کے بھیدوں کا احاطہ کرنے میں بیکار ہے۔ ایمان کے طریقوں میں بہت سی ایسی باتیں معلوم ہیں کہ جو کشف اور وجدان سے دریافت نہیں ہوسکتیں پھر بھلا عقل کا کیا ذکر ہے۔ موجودات میں جو سب سے زیادہ ظاہر ہیں وہ وہ چیزیں ہیں جو محسوس کی جاسکیں اور محسوسات میں سب سے زیادہ ظاہر اور نمایاں اجسام ہیں لیکن متکلمین اور حکما میں سے تمام عقلمند لوگ ان کی حقیقت معلوم کرنے میں حیران وسرگران ہیں چنانچہ ابھی تک یہ پتہ نہیں چل سکا کہ جسم کی حقیقت کیا ہے اوراس کی بناوٹ اور ترکیب کس چیز سے ہوئی ہے۔ آدمی کے قریب ترین شے اس کی اپنی ہستی اوراس کا نفس ناطقہ ہے اوراس کی طرف وہ اشارہ "میں" کے لفظ سے کرتا ہے اور کہتا ہے کہ "میں نے کیا" "میں نے کہا" اور "میں نے دیکھا" پھر بھی کوئی عقلمند اس بات کا پتہ نہیں چلا سکا کہ یہ کون ہے یا کیا ہے جو کہتا ہے کہ "میں نے کیا" اور "میں نے کہا"۔ اسی لئے کہا گیا ہے ؎

آنکہ خودرا شناخت نتواند آفرینندہ را کجا داند

تو کہ در ذاتِ خود زبوں باشی عارفِ کردگار چوں باشی

(یعنی جو شخص خود کو نہ سمجھ سکا وہ پیدا کرنے والے کو کیا جانے گا۔ جب تو اپنی ذات کی معرفت میں خوار و زبوں ہے تو تجھ کو معرفتِ کردگار کیسے حاصل ہو سکتی ہے)

عقل کو ذات و صفات کا مجملاً ادراک ہو سکتا ہے

تاہم اگر اللہ تعالیٰ کی ہستی کے نور کے کمال اظہار، اور اس کی صنعتوں کے آثار کی بنیاد پر عقل مجملاً اس کے وجود اور صفات کا کچھ سراغ لگا لے تو کوئی بعید از قیاس بات نہیں ہے۔ مگر اس کی صفات اس کے افعال و آثار کی تفصیل اس دنیا میں اور دوسری دنیا میں بے حد و بے حساب ہے لہذا سوائے ان خبروں کے جو رسولوں کے ذریعے سے حاصل ہوتی ہیں کسی دوسری طرح معلوم نہیں کی جا سکتی۔ عقل کے لئے ضروری ہے کہ نبوت کے طریقوں کے لئے اس کے پاس صرف کان ہونے چاہئیں، آنکھوں کو بند رکھنا چاہئے اور خاموشی سے بیٹھا رہنا چاہئے تاکہ معلوم ہو کہ (اللہ کی طرف سے) کیا فرمان آیا ہے اور رسولؐ نے کیا خبر دی ہے۔ اتنا ہی ہونا کافی ہے کہ کان ہوں، آنکھیں نہیں ہیں نہ ہوں۔ اسی لئے علما نے کان کو آنکھ پر فوقیت دی ہے: اَلْقَی السَّمْعَ وَھُوَ شَھِیْدٌ (یعنی جس کسی نے بات کو توجہ کے ساتھ سنا وہی سمجھا جائے گا کہ متوجہ ہے) ؎

تا گہر وصف تراشد صدف سامعہ بر باصرہ دارد شرف

(یعنی جس طرح سیپ (اللہ تعالیٰ کی) تعریف بیان کر کے موتی پیدا۔ اسی (تعریف کی) وجہ سے قوت سامعہ قوت باصرہ پر فوقیت رکھتی ہے)۔

Marfat.com

عقل راہِ معرفت میں چراغ کے مانند ہے

عقل مثل چراغ کے ہے کہ اس سے کنوئیں کا راستہ معلوم ہوجاتا ہے۔ چراغ کا کام صرف اتنا ہے کہ وہ راہ دکھادے اور اس کے نشانات بتادے۔ اس سے لوگ دیکھتے ہیں اور ان نشانات کے اوپر چلتے ہیں۔ یہ نہیں کہ چراغ خود راستہ بنائے اور اختراع کرے۔ چراغ سے یہ کام ہرگز ظہور میں نہیں آتا۔ راستہ وہی ہے جو انھوں نے مقرر کیا ہے اور اس کے نشانات ان کے علاوہ دوسرے نہیں ہوسکتے۔ اگر نقل کو عقل کا تابع گردانے لگیں اور جو بات سمجھ میں نہ آئے اور عقل کی اس تک رسائی نہ ہوسکے اس کے لئے تاویلیں گھڑنے لگیں لیکن اس کے مطابق قائل نہ ہوں اور نہ اس پر اعتقاد رکھیں اگرچہ نیک راہ پر بھی چلیں تو بھی یہ ایک طرح سے جھٹلانا اور انکار کرنا ہے۔ پس ایمان کہاں رہا؟ اسلام کیا ہوا؟ اِن کے معنی تو قبول کرنا اور اطاعت کرنا ہے۔ کہو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ (اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں)

ذرہ آفتاب سے، قطرہ دریا سے، جزو کل سے، محکوم حاکم سے، بندہ اپنے پروردگار سے برابری کا دعویٰ کرے اور کہے کہ تو کون ہے اور کیا چیز ہے ص ۲۱
کہ جو میں نہیں ہوں۔ واہ ری سمجھ اور واہ ری عقل۔ اگر دنیا کے فرمانروا ؤں میں سے کوئی بادشاہ کوئی حکم دیتا ہے یا کوئی بات کہتا ہے اور اس پر لوگ کہنے لگیں کہ یہ حکم ہمارے نزدیک معقول نہیں اور نہ یہ بات ہمارے خیال میں صحیح ہے۔ تو کیا کوئی شخص ایسی بات کہہ سکتا ہے۔ خدا کی پناہ۔ اور اگر کوئی شخص کہتا ہے تو اس کو اپنی اس مخالفت اور اپنے اس انکار کی داد بھی خاطر خواہ

مل جاتی ہے۔ یہ ادب کہ جو تسلیم و ترک اعتراض پر مبنی ہے استاد اور مرشد کیلئے بھی مقرر کیا گیا ہے۔ چہ جائیکہ خدا اور رسولِ خدا کے لئے۔ وہ جو کچھ ارشاد فرمائے اس کو سمع و اطاعت سے سننا چاہیئے اور قلب و جوارح سے قبول کرنا اور عمل کرنا چاہیئے۔ تاکہ خود نورِ ہدایت و عنایت باطن کو منور کر سکے اور شک و شبہ کا غلاف ہٹ جائے ؎

ہر چہ نماید کہ بکن آں بکن — وآنچہ بگوید کہ مگو آں مگو
با سخنِ او ہمہ تن گوش باش — وسوسہ بگذار و ز شیطاں مگو

(یعنی جس کام کیلئے تجھ کو منع کیا جائے کہ اس کو نہ کر تو تجھے چاہیئے کہ اس کو نہ کرے۔ اور جس بات کیلئے تجھ سے کہا جائے کہ مت کہہ تجھے چاہیئے کہ وہ بات نہ کہے۔ ان کی بات کو نہایت توجہ سے سن۔ اور جو کچھ ان سے سنے اس کے متعلق وسوسے اور شک و شبہ میں نہ پڑ کیونکہ وسوسے میں ڈالنا شیطان کا کام ہے)۔

وصل ۴

عقل کی حقیقت اور اس کے اوّل مخلوق ہونے کا مطلب

اگر لوگ کہیں کہ جو بات تو کہتا ہے یہ تو علما کے قول کے خلاف اور حق کی توہین ہے تو کیا عقل کی فضیلت کے سلسلہ میں یہ نہیں وارد ہوا ہے کہ: اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْعَقْلَ (الحدیث) (یعنی پہلی چیز جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی وہ عقل تھی)۔ اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مخلوقات میں پہلی اور افضل شے عقل ہے۔ اور کام کا دارومدار اس کے ہاتھ میں اور خطاب و عتاب اس کے مطابق ہے۔ نیز یہ تمام گفت و شنید اسی کی

Marfat.com

ہے۔ اگرچہ کچھ آیات اور احادیث ایسی ہیں جن کی بنا پر علماء نے
مفہوم کے مقابلے میں عقل کے حکم کے مخالف تاویل اور توجیہ کی ہے
اور معقول کے مقتضا کی موافقت میں تاویلیں پیش کی ہیں اور مذہب
کہ جس پر تم مطمئن ہو اور جس کو بطور ثبوت پیش کرتے ہو بذاتِ خود
عقل علم کے اسباب میں سے ایک سبب ہے اور غور و فکر اور دلالت
کی بنا پر چیزوں کو دریافت کرتی ہے۔ اور جس کسی کی عقل کارخانۂ قدرت
معزول اور مردود مطلق ثابت ہوتی ہے اور وہ شخص بات بھی عقل کی ص۲۲
سے نہیں معلوم کر سکتا اس کی بات قطعاً باطل اور اس کا مذہب ایک
پرست کا مذہب (گمراہ کا مذہب) سمجھا جاتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ "اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْعَقْلُ" (یعنی سب سے پہلی
اللہ تعالیٰ نے پیدا کی وہ عقل تھی) والی حدیث جو تم نے پیش کی ہے، اس سے
مخلوق اول اور وجودِ ثانی ہے۔ کہ اسی کو عقلِ اول، روحِ اعظم اور قلمِ اعلیٰ
ناموں سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ اور اربابِ کشف و وجدان کی دریافت
دین و ایمان کے اعتقاد کے مطابق وہ عین حقیقتِ محمدی اور آنحضرت
اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس ہے کہ عالمِ امر میں اس پیدائش کی صورت
روح اقدس انبیاء علیہم السلام کی بنی اور تمام روحوں کی محافظ تھی۔
عنصریہ خلقیہ کے ظہور کے بعد ہی جوہر کل آپ کے جسمِ اطہر سے
ہو کر اور مدبر و متصرف بن کر اہلِ عالم کی تکمیل کا سبب تھا۔ یہ خود
مقصود کے موافق بلکہ عین ہمارا مدعا ہے۔ اس لئے کہ یہ روحیں

Marfat.com

اور جزئی عقلیں جو افرادِ انسانی کے جسموں سے متعلق ہیں سب کی
اس عقلِ کل اور روحِ اعظم سے فیض اور فائدہ حاصل کر رہی ہیں۔ ا
اعظم اور عقلِ کل، فیوض کا خزانہ اور انوار و تجلیات کا منبع ہے۔ اور
اور عقلیں درحقیقت اسی کے نور کی کرنوں میں سے صرف ایک کر
حیثیت رکھتی ہیں۔ اس کی مثال آنکھوں کی سی ہے کہ جب ان کی
جرم آفتاب سے قائم کی جائے تو جب تک آفتاب کی روشنی نہ چمکے
پر تو نہ ڈالے اس وقت تک آنکھوں میں دیکھنے کی روشنی پیدا نہیں
اور کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی۔ پس عقلوں کا نور نبوت کے ساتھ برابر
دعوٰی، یا ایک دوسرے کے مدمقابل ہونا کوئی معقول بات نہیں ہے
آنکھ کی آفتاب کے ساتھ برابری کا کوئی امکان موجود نہیں ہے۔ اور ا
بات سے بھی اگر قطع نظر کر لی جائے تب بھی عقل کی فضیلت اور اعتب
کسی کو کلام نہیں ہو سکتا کیونکہ خطاب (بات) کے سمجھنے اور ثواب و عذ
استحقاق کا دارومدار اسی پر ہے اور معاش و معاد کے اچھے اور برے طور
جو صاحبِ شریعت (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بتائے ہوئے ہیں
معرفت کلیتہً اسی کے لئے ہے چنانچہ متعدد آیتیں، حدیثیں اور اخبار
اس کی فضیلت کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ یہ جو بعض آدمیوں نے ا
سے بھی افضل قرار دیا ہے اور علم پر اس کو ترجیح دی ہے ممکن ہے کہ
۲۳ وہ بات صحیح ثابت ہو جائے۔ کیونکہ آخرکار اللہ تعالیٰ کی معرفت اور
اور بندہ کے جنابِ احدیت میں پہنچنے کے لئے یہی دو طریقے ہیں یا اگر

بعضوں نے فکر کے طریقہ کو اصل بتایا ہے۔ اور اس کی معرفت کے
دستور قرار دیا ہے، ان کے نزدیک تَفَکُّرُ سَاعَةٍ خَیْرٌ مِّنْ عِبَادَةٍ
(ایک ساعت غور وفکر کرنا ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے) اور ایک اور جگہ
ہے: مِنْ عِبَادَةِ سِتِّیْنَ سَنَةٍ (یعنی اٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے) اور یہ
وفکر کے مدارج کے فرق کے مطابق ہوتا ہے۔ اب اس بارے میں کہ ہر
غور وفکر کی رسائی کس حد تک ہے مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ
ہے

اینقدر گفتیم باقی فکر کن　　　فکر اگر جامد بود رو ذکر کن

(اتنا کچھ بتا دیا ہے اب تو خود غور و فکر کر، اور اگر غور و فکر کی صلاحیت معطل ہو جائے
حق کو یاد کر)

فرق

کہا جاتا ہے کہ ذکر سے انسان عاشق بنتا ہے اور فکر سے
عارف۔ اور ایک گروہ ایسا بھی ہے جو ذکر کو اشرف و
بتاتا ہے۔ اس لئے کہ وہ حق تعالیٰ کی صفت ہے (جیسا کہ وہ خود
فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ (تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا) اور فکر بندہ
اور یہ بات یقینی ہے کہ جو صفت مولیٰ کی ہے وہ اس صفت
کی ہے افضل ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ ذکر خدا کی ذات سے
ہے کہ فرماتا ہے: اُذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا (یعنی اللہ تعالیٰ کا ذکر زیادہ

بزرگ، فرقہ مولویہ کے سرخیل۔ مثنوی معنوی کے مصنف۔ پیدائش ۶۰۴ھ / ۱۲۰۷ء
مزار ترکی کے شہر قونیہ میں ہے۔

Marfat.com

زیادہ کرو) اور فکر صرف اللہ تعالیٰ کی صفات میں ہی کیا جاتا ہے جیسا کہ
نبویؐ ہے) تَفَکَّرُوْا فِی الْآلَاءِ وَلَا تَفَکَّرُوْا فِیْ ذَاتِہٖ (یعنی اس کی نعمتو
بارے میں غور کرو، ذات کے بارے میں غور و فکر نہ کرو) قصہ مختصر یہ کہ راستہ بغ
نہیں کھلتا اور فکر خود کار عقل ہی ہے۔ لہٰذا عقل کو خدا کی معرفت
سلسلہ میں پورا دخل اور بلند پایہ نصیب ہے لیکن مقصود یہ ہے کہ عق
دین کے معاملات اور حق الیقین کے مرتبہ پر مطلق دخل نہیں ہے ا
آسمانی کے مخالف ہے وہ شارع علیہ السلام کے حکم کے برابر اور م
میں علم نہیں رکھتی البتہ شارع علیہ السلام کی تعلیم کی معرفت رکھتی ہے
اس کی تعریف میں غور و فکر کرنا چاہیئے۔ یعنی جو کچھ فرمایا ہے جس
فرمایا ہے اور جو آداب ظاہر کئے ہیں ان سب باتوں کو سوچنا ضرور
اہل تقلید اور اہل تحقیق کے مراتب اسی طرح باقی ہیں: فَاعْتَبِرُوْا
الْاَبْصَارِ (یعنی پس عبرت حاصل کرو اے اہل بصر!)

معقول و منقول کی صحیح تطبیق

آیتوں اور حدیثوں میں تصر
تاویل جو علماء کرتے ہیں۔ اور

معقول کے ساتھ تطبیق دیتے ہیں۔ یہ بھی اسی وجہ سے ہے۔ وہ
منقول کو تطبیق دیا جائے اس صورت میں معقول اور صحیح ہے جب
کے قوانین اور دین کے معلوم و مقررہ احکام کے مطابق اور تبع میں ہو
کہ محض معقول میں یعنی جو چیز ہماری ناقص سمجھ اور قاصر عقل میں
اور شارع علیہ السلام کے ارشادات میں توقف (ڈھیل دینا)

ایسی بات پر اعتقاد ہو جو باطن میں نفاق و انکار ہے، قطعاً نامعقول ہے۔ فلاسفہ جنھوں نے شروع میں فلسفہ کی ملمع کی ہوئی چیزوں کو اپنایا اور اپنا شعار بنا لیا تھا کسی طرح بھی سچے مسلمان نہیں ہو سکتے تھے اور اس آیت اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ (یعنی پوشیدہ طور پر دینِ خالص کے لئے کوشش نہیں کرتے تھے) نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ (یعنی اس بات سے اللہ کی پناہ)

اب تک جو تقریر اور بحث کی گئی ہے اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ اہلِ حق کے مذہب کے مطابق عقل اسبابِ علم میں سے ہے اور مقصود میں علم سے تناقض نہیں رکھتی۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَحْكَمُ (اور اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے اور اسی کا علم سب سے زیادہ صحیح ہے)

وصل ۵

نبی کی سچائی کو سمجھنے کیلئے عقل کی نہیں بلکہ ہدایت کی ضرورت ہے

کہا جاتا ہے کہ عقل ہونا چاہئے تاکہ اس سے نبی کی سچائی، اس کے معجزات کے بارے میں فکر و نظر کے ذریعے سمجھی جا سکے۔ اور عقل کے سوا اس کو کسی اور طریقے سے نہیں معلوم کیا جا سکتا۔ بس عقل ہی اصل ہے خدا کی قسم یہ بات نہیں ہے بلکہ ہدایت ہونی چاہئے تاکہ نور توفیق حاصل ہو اور منزلِ مقصود تک رسائی ہو سکے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو چند کفارِ قریش ایسے تھے جو کافی عقلمند تھے اور وہ اپنے کاموں میں دقتِ نظر کا اظہار کرتے تھے۔ لیکن انوارِ معجزات کا جو بالکل واضح ہے مشاہدہ کرنے کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کو نہ سمجھ سکے۔ اور اگر انھوں نے سمجھ بھی لیا تو

Marfat.com

حسد اور تکبر و عناد کے سبب۔ کفر اور تکذیب کی راہ پر چل پڑے۔ آخر انھوں نے
عقل سے حسد اور تکبر اور عناد نیز ان کے نتائج کی خرابی اور ان کے اجتناب کے
طریقے کو کیوں نہ سمجھ لیا اور وہ اس سے راہ راست کی جانب کیوں نہ چلے
اور اپنی عقل اور سمجھ سے کوئی ایسی تدبیر کیوں نہ اختیار کی اور ایسے قواعد و
قوانین کیوں نہ مرتب کئے کہ ان کے آباؤ اجداد کے دین و ملت کے قاعدے
کہ جن پر صدیاں گذر گئی تھیں ختم ہو سکتے۔ ان کے علاوہ اُس زمانے میں اور
۲۵ اس کے بعد بعض وہ عقلا، حکما، امرا اور سلاطین کہ جن کی حکمت و سلطنت
کی چہار دانگِ عالم میں دھوم تھی اور جن کا شہرہ آسمان تک پہنچ رہا تھا
اپنی عقل و دانش کے زور سے دین و ملتِ اسلام کے ظہور میں کیوں مانع
نہ ہو سکے۔ اور اگر ان میں سے بعض ایسے تھے جو اپنے نفس کے غرور اور ہوس کے
غلبہ کے سبب اس خواہش کو دل میں جگہ دیئے ہوئے تھے یا انھوں نے یہ خیال
قائم کر رکھا تھا اور وہ قواعد اور قوانین ایجاد کر لئے تھے۔ تو پھر وہ قواعد و قوانین
ان کے بعد کیوں باقی نہیں رہے اور انھیں رواج کیوں نصیب نہ ہو سکا۔
اس بات سے یہ معلوم ہو گیا کہ نبوت ایک دوسری چیز ہے اور سلطنت دوسری
شے ہے۔ میں نے اس بات کو ایک اور رسالہ میں جو اثباتِ نبوت[1] کے بارے
میں لکھا گیا ہے (اس میں میں نے) بیان کیا ہے کہ اثباتِ نبوت کیا چیز ہے اور
کون شخص ہے کہ وہ نبوت کو ثابت کر سکے؟ نبوت تو خود ہی وہ شے ہے

---

[1] "اثباتِ نبوت" نامی ایک عربی رسالہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی تصنیف ہے
جس کو اصل متن عربی مع اردو ترجمہ کے ساتھ شائع کیا ہے ملنے کا پتہ ادارہ مجددیہ۔ ناظم آباد نمبر ۳ کراچی ۱۵

Marfat.com

چیزوں کو ثابت کرتی ہے۔ یہ بات اسی طرح زبان زدِ عام ہو گئی اور
بن گئی ہے چنانچہ اس کو اثبات واجب کہا جاتا ہے۔ اپنا مقصود
ہے کہ کیا ہے لیکن جو بات کہ عقل اور عقلا کے خیال میں مجنونوں کی
سرزد ہوتی ہے اس کو وہ لوگ معذور سمجھتے ہیں۔

ل کا صحیح مصرف

مجھے خوف ہے کہ بات طول کھینچ رہی ہے اور
میں اپنے مقصود سے دور ہوتا جا رہا ہوں مقصود
یہ ہے کہ عقل ایک نعمت ہے اور اس نعمت کا شکر ادا کرنا چاہیے اور
ل جیسی نعمت کا شکر ادا کرنا یہ ہے کہ غلط راہ پر نہ پڑے۔ تصدیق
لِ کرم صلی اللہ علیہ وسلم میں تفکر کرے اور رسالت کے کاموں میں آپؐ
احکام کی متابعت کرے۔ اس کی مخالفت میں کوئی بات نہ کہے، اور
ن کی سعادت سے محروم نہ ہو۔ کسقدر بد قسمتی اور بد بختی ہے کہ کسی کے
منے خوان الوانِ نعمت پھیلایا اور پیش کیا جائے اور وہ شخص اس قسم
شک اور تردد اور بحث و جھگڑے میں جا پڑے کہ اس کھانے کی حقیقت
ہے۔ اس کو کون لایا ہے کہاں سے لایا ہے۔ اس سے سیری ہو سکے گی
یں۔ اس کی کوئی حقیقت ہے یا نہیں۔ اسی قسم کے بیہودہ اور خیالِ خام
نس کر حیران و درماندہ ہو جائے، اور دوسرے لوگ آئیں، ان نعمتوں کو
ھائیں اور خوب لطف اٹھائیں، اور وہ خود محروم رہ جائے اور اسی
بھوکا مر جائے۔ یا پھر یہ کہ سورج طلوع ہو اور اپنی روشنی سے تمام
گھیر لے (یعنی سورج کی روشنی تمام عالم میں پھیل جائے)، اس وقت کوئی

Marfat.com

۲۶ شخص اپنی آنکھ بند کر لے اور بحث و تمحیص میں پڑ جائے اور یہ تحقیق و تفتیش
لگے کہ اس کا یہ نور کہاں سے آیا ہے، وہ حق ہے یا باطل، اور حقیقت ہے
محض خیال ہی خیال ہے، اور اس طرح اس عالمگیر نور سے روشنی نہ حا
کرے اور ظلمت ہی میں رہے اور بھٹکتا ہی پھرے اور اسی طرح ناکامی و
نامرادی کے کنوئیں میں گر کر جان دیدے۔ ایسی عقل کس کام کی اور ایسی سمجھ
سے کیا فائدہ۔ اس سے تو بہتر دیوانگی ہی ہے ؎

زیں خرد بیگانہ می باید شدن — دست در دیوانگی باید زدن
آزمودم عقل دور اندیش را — بعد ازیں دیوانہ خواہم خویش را

(یعنی: ایسی عقل سے بیگانگی اختیار کرنا بہتر ہے۔ اور دیوانگی میں ہاتھ مارنا چاہئے۔ میں نے عقل
دور اندیش کو جب آزمالیا۔ اس کے بعد میں نے خود کو دیوانہ بنالیا)

وصل ۲۷

عقل اشیاء کے کنہ و حقیقت کو سمجھنے سے قاصر ہے

اگر عقل چیزوں کی حقیقت کے سمجھنے اور
موجودات کے احوال کی معرفت میں مضبوط
و مستحکم ہے تو پھر دنیا بھر کے عاقل اور عا
چیزوں کی خاصیت کے اسباب بیان کرنے میں کیوں عاجزی اور نادانی کا اعتراف
کرتے ہیں۔ مثلاً کہربا میں قوتِ کشش اور سقمونیا میں اسہال کا سبب بننے
کی صلاحیت کیوں ہے اور آخر ش یہ نتیجہ نکالا کہ یہاں چیزوں کی صورت
نوعیہ کا اقتضا ہے کہ ان ہی سے ان چیزوں کی تعیین و تشخیص کی جاسکتی
ہے۔ کیا بات ہے اس علم کی سوائے اس کے کہ یہ پچھلے جہل کی تلافی کر دیتا

اور بس۔ ایسی صورت میں یہی جو کہدو کہ خدائے تعالیٰ نے اس کو ایسا ہی پیدا کیا ہے اور اس میں یہ خاصیت رکھدی ہے۔ اس کے علاوہ اور کیا بات ہے۔ اور اگر اس سلسلہ میں تمہارے پاس اُس کے کسی بھیجے ہوئے انسان کی کوئی اطلاع یا اثر ہے تو اس کو سمجھو اور اس پر اعتقاد رکھو، اور بیکار کی عقل کو چھوڑ دو۔ اور جب اس مسئلہ میں اپنی عجز و نادانی کا اعتراف کر لیا ہے تو سب جگہ ایسا ہی کرو۔ بیچارہ سلمان[1] شاعر کہ جو اپنے نام اور وطن کی وجہ سے حضرت سلمان[2] فارسی کی یاد دلاتا ہے کتنی اچھی بات کہتا ہے ؎

---

[1] خواجہ سلمان ساوجی کا باپ خواجہ علاؤالدین ایک ذی وجاہت شخص تھا اس لئے اسے تعلیم اچھی ملی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد شاعری کی طرف مائل ہوا اور بہت جلد اسقدر کمال حاصل کر لیا کہ سلطان اویس ایلک خاں کا مصاحب خاص بن گیا۔ بادشاہ کے بڑے بیٹے خواجا اویس نے اس کے سامنے زانوئے شاگردی تہ کیا۔ سلمان ساوجی کے کلام میں وہ حلاوت و لطافت تھی کہ اس کی بنا پر وزیر سلطنت علاؤالدولہ سمنانی نے ایک مرتبہ کہا تھا :— "سمنان کی دو چیزیں بے نظیر ہیں ایک انار سمنان دوسرا شعر سلمان"۔ مولانا جامیؒ بھی اس کی شاعری کی وجہ سے اس کے بیحد قدردان تھے۔ سلمان کا انتقال ۷۶۷ھ / ۱۳۶۲ء میں ہوا۔

[2] حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجوسی النسل تھے۔ تلاشِ حق میں انھوں نے بہت سے سفر کئے سخت تکلیفیں اٹھائیں مختلف مذاہب اختیار کئے اور کئی آقاؤں کی غلامی میں رہے۔ آخر ہجرت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر دولتِ اسلام سے مشرف ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں مدائن کے گورنر رہے اور وہیں ۳۵ھ / ۶۵۶ء میں انتقال فرمایا۔ ان کی عمر دیھائی سو سال اور بعض روایتوں کی بنا پر ساڑھے تین سو سال بتائی جاتی ہے۔ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت انسؓ جیسے صحابہ نے روایت کی ہے۔

Marfat.com

وبا او نیت می خوانی وی گوئی کہ می دانم | علوم غیب اگر ہستی علوم غیب را دانا
بگو تا فتنہ بر آتش چرا گردید پروانہ | مگوتا آتش خورشید رخشاں از چہ شد حربا

(یعنی تم پڑھتے تو ہو کہ تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے اور کہتے یہ ہو کہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں اگر واقعی تمہیں غیب کا علم ہے تو بتاؤ کہ پروانہ آگ پر اس درجہ فریفتہ کیوں ہے اور یہ بھی بتاؤ کہ آخر حربا نام کا جانور جو سورج کا عاشق ہے اس کے ساتھ ساتھ کیوں گھومتا رہتا ہے)

۲۷ **دینِ اسلام نے کس طرح لوگوں کے درجے بلند کئے** یہ سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو سو پچاس سال سے زیادہ (عمر میں) پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طلب میں نکل کھڑے ہوئے انھوں نے دنیا بھر کا چکر لگایا۔ اور مختلف دینوں میں داخل ہوئے اور یہودیوں اور عیسائیوں کے جال میں پھنسے اور کئی جگہ فروخت بھی ہوئے لیکن آخر میں مقصود اصلی تک پہنچ گئے۔ سبحان اللہ۔ وہ ایک ہی اطلاع پاکر اس درجہ والا و حیران ہوئے لیکن اب ہزارہا اخبار سامنے ہیں اور کوئی شخص اُن پر کان نہیں دھرتا اور ایک قدم بھی آگے کی طرف نہیں اٹھاتا۔ ہائے ری غفلت۔ سلمانؓ ایک بندہ ہے لیکن اس نے تمام ایرانیوں کے جگر پر غیرت اور حسرت کا داغ قائم کردیا ہے خواہ ان میں نوشیرواں[1] ہو یا خسرو[2]۔ اسی طرح سے صہیب[3] رومیؓ کا ستارہ

[1] ایران کے ساسانی خاندان کا مشہور فرمانروا جو اپنے عدل و انصاف کی بنا پر نوشیرواں عادل کہلاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت ایران میں اسی بادشاہ کی حکومت تھی۔ اسی بادشاہ کے زمانہ میں مزدکیت کا خاتمہ ہوا۔

[2] خسرو پرویز ساسانی خاندان کا وہ فرمانروا تھا (باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

قیصر روم[1] کو رشک میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اور بلالِ حبشیؓ[2] کے بارے میں میں خود کہہ سکتا ہوں کہ وہ دین اسلام کے رخسار کا ایک خالِ مشکیں ہیں۔

(بقیہ از صفحۂ گذشتہ) جو اپنی شان و شوکت کی وجہ سے ضرب المثل ہو گیا ہے اسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام پیش کیا لیکن اس گمراہ نے آپ کا نامۂ مبارک چاک کر دیا اور آپؐ کی گرفتاری کا حکم دیا۔ لیکن چند روز بعد اپنے بیٹے شیرویا کے ہاتھ سے جہنم واصل ہوا۔

[3] حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں۔ ان کی کنیت ابو یحییٰ تھی۔ شہر موصل کے رہنے والے تھے۔ ایک حملہ کے دوران رومی ان کو گرفتار کر کے لے گئے۔ اس وقت ان کی عمر بہت کم تھی۔ اس لئے ان کی نشوونما روم میں ہوئی اور وہ صہیبؓ رومی کے نام سے مشہور ہوئے بنو کلب نے ان کو رومیوں سے خرید کر عبداللہ بن جُدعان کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ جب حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا تو قریش نے ان کو بڑی تکلیفیں پہنچائیں۔ چنانچہ انھوں نے مدینہ کو ہجرت کی وہیں ۶۹۹ء میں ان کا انتقال ہوا۔ جنت البقیع میں آسودہ ہیں۔ آپؓ سے بہت لوگوں نے روایت کی ہے۔

(حاشیہ صفحۂ ھذا)

[1] سلطنت روما کے شہنشاہوں کا لقب قیصر ہوتا تھا۔ پہلا قیصر جولیس سیزر تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مشرقی سلطنت روما کا شہنشاہ قیصر ہرقل ہوا ہے اسی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام پیش کیا لیکن اپنی ازلی بدبختی کے سبب وہ اس دولت بے بہا کو قبول نہ کر سکا۔

[2] حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ یہ ان لوگوں میں تھے جو شروع زمانے میں ایمان لائے اور جنھوں نے راہِ خدا میں سخت اذیتیں اٹھائیں۔ سب کے ساتھ مدینہ کی جانب ہجرت کی۔ بدر اور دیگر غزوات میں شریک ہوئے۔ مسجد نبویؐ کے موذن تھے۔ آواز میں بیحد درد تھا آخر میں دمشق میں رہنے لگے وہیں ۶۴۱ء میں انتقال ہوا۔

Marfat.com

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، اَلسَّبَّاقُ اَرْبَعَۃٌ اَنَا سَابِقُ الْعَرَبِ (الحدیث)

(یعنی سب پر سبقت لیجانے والے چار ہیں میں سابق العرب ہوں) آپؐ کا ارشاد ہے کہ اس راہ کے سبقت لے جانے والے کہ جس راہ پر چل کر اللہ کی درگاہ میں پہنچتے ہیں اور جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مِنْھُمْ مُقْتَصِدٌ وَ مِنْھُمْ سَابِقٌ بِالْخَیْرَاتِ (یعنی ان میں وہ لوگ ہیں جو درمیانی راہ پر چلتے ہیں اور اچھی باتوں میں سبقت لیجاتے ہیں) ـــــ چار ہیں۔ میں عرب کا سابق ہوں، دوسرے سلمانؓ ہیں جو فارس کے سابق ہیں، اس کے بعد صہیبؓ روم کے، اور بلالؓ حبشہ کے ہیں۔

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میری روح آپؐ پر قربان! یہ آپؐ نے کیا بات فرمائی ہے اور یہ کیسی رحمت اور تواضع ہے اور کسقدر شرف و اکرام ہے کہ جو آپؐ فقیروں اور غریبوں کو عنایت فرما رہے ہیں اور خود کو ان ہی میں شمار کر رہے ہیں۔ آپؐ تو سب پر سبقت لے جانے والے ہیں۔ آپؐ ہر جان کی جان ہیں۔ آپؐ کو کسی سے کیا نسبت ہو سکتی ہے۔ اور کوئی شخص آپؐ کی کسی بات میں کیسے شریک ہو سکتا ہے۔ درحقیقت آپؐ اپنے پروردگار کی جانب سے مامور ہیں کہ فقیروں کی صحبت اختیار کریں اور ان کے ساتھ بیٹھیں۔ وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ (یعنی آپؐ خود کو ان کے ساتھ منسلک کریں کہ جو اپنے پروردگار کی یاد میں لگے رہتے ہیں) ـــ

بلا خوش باش کان محبوب جاں را ‎ ‎ بدرویشان و مسکیناں سرے است

(یعنی اس امر سے آگاہ اور خوش ہو کہ ہمارا محبوب درویشوں اور مسکینوں کا خیال رکھتا ہے)

Marfat.com

خدا جانتا ہے کہ فقیروں کی قدر و عزت سے ان کو کیا بات ظاہر ہوئی ہے
ں کی وجہ سے ان کی یہ سب خاطر داری ہو رہی ہے : لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ۲۸

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ان (تین غلاموں) سے کسی ایک سے کچھ نزاع ہو گئی اور حضرت صدیق اکبرؓ نے ان کو کچھ ت بات کہدی۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ضر ہوئے اور اس واقعہ کو دوہرایا آپؐ نے فرمایا "اے ابوبکر! سمجھو سمجھو۔ لدی جاؤ، ان کی دلجوئی کرو، ان سے معذرت چاہو، اور معافی مانگو۔ اگر تم نے ن میں سے ایک کو بھی رنجیدہ کر دیا تو یقین مانو کہ تم خداوندِ عرشِ عظیم کو رنجیدہ کر دوگے۔"

اسلام سے تعلق یا عشق

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حالت تھی کہ اگر ان سے پوچھا جاتا تھا کہ "تمہارا حسب نسب کیا ہے؟" تو وہ کہتے "میرا نسب اسلام ہے"۔ اگر ان سے کہا جاتا "تمہارے باپ کون ہیں؟" تو وہ کہتے "میرے باپ اسلام ہیں۔ جب میرا دین ہی اسلام ہے تو میری ہر چیز اسلام ہے۔ آخر یہ دین ہی تو ہے جو ماں، باپ، بھائی اور ہر اس شخص سے جس کو عزیز تر کہا جاتا ہے زیادہ قریب ہے۔"

صحابہ کرامؓ میں بعض حضرات ایسے تھے جنھوں نے اسلام کی خاطر اپنے ہاتھوں، بھائیوں اور عزیزوں کو قتل کر دیا تھا اور اس طرح اپنے عشق و محبت کا ثبوت دیا تھا۔ تمہیں چاہیے کہ تم بھی ایسے ہی ہو جاؤ تاکہ تمہیں کچھ نہ پہنچے اور تم سے ریا کا عنصر خارج ہو جائے۔ چنانچہ حضرت سلمان فارسیؓ

Marfat.com

کے بارے میں اس طرح کی حدیث آئی ہے: لَوْ کَانَ الْعِلْمُ اَوِالدِّیْنُ بِالثُّرَیَّا لَنَالَہٗ رَجُلٌ اَوْ رِجَالٌ مِنْ فَارِسِ (یعنی اگر علم آسمانوں میں ہوتو ہر فارس کا کوئی شخص یا فارس کے کچھ اشخاص ہی اس کو حاصل کریں گے)۔ اگر روایت "رجل" ہے تو اس سے مراد حضرت سلمانؓ کی ذات ہے۔ اور اگر "رجال" ہے اس سے ان کی اور ان جیسے لوگوں کی طرف اشارہ ہے (لہذا) تم بھی ایک ب ہو۔ آؤ اور ایمان لاؤ اور اعتقاد کو مضبوط کرو، وہ تمام چیزوں کی تعلیم تمہیں مَنْ عَمِلَ بِمَا عَلِمَ اَوْرَثَہُ اللہُ عِلْمَ مَا لَمْ یَعْلَمْ (یعنی جس شخص نے اس چیز عمل کیا جس چیز کا اسے علم ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو وہ چیز دیتا ہے جس کا اسے علم نہیں ہے

علم بقدرِ استعداد عطا ہوتا ہے یہ تمام باتیں جو تم جانتے ہو مگر بغیر تعلیم جانتے ہو۔ اور تعلیم کے بعد تمہیں مع ہو جاتا ہے کہ یہ امر معقول اور ممکن ہے۔ حالانکہ بغیر تعلیم اور تعریف کے وہ بات محال ظاہر ہوتی ہے۔ محال وہی ہے کہ جس کی تعلیم نہیں کی گ اور جس کی فہم اور سمجھ نہیں دی گئی۔ پس لوگ اس کے جاننے سے ناامید

۲۹ ہو کر بیٹھ گئے اور اس کو محال سمجھ بیٹھے تو تم ناامید ہو کر نہ بیٹھو۔ اگر خود کو پوری طرح اس کے سپرد کر دو گے تو وہ سب باتوں کی تم کو تعلیم دیدے لیکن استعداد اور قابلیت کے بقدر، کہ یہ استعداد و قابلیت بھی اسی بنائی ہوئی اور تخلیق کی ہوئی ہے، نہ ماہیت کے مقتضا سے ہے اور مزاج اور طبیعت کے تابع ہے۔

یہاں سے پھر راستہ ظلمت آباد فلسفہ کی طرف جاتا ہے دہر حال

تک رہو تاکہ بھٹکتے نہ پھرو۔ ہمیشہ آفتابِ نبوتؐ اور بابِ رحمت کے مقابلے میں گردن جھکائے بیٹھے رہو اور حال یا قال کی زبان سے تضرع وزاری کے ذریعے انوارِ رحمت سے فیض حاصل کرو، اس جگہ سے تمہارے دل پر روشنی پڑے گی کیونکہ اس روشنی سے سینہ روشن و منور ہو جاتا ہے اور اس کی تجلی سے ایمان بالغیب کی صورت پیدا ہوتی ہے: اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ فَھُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّہٖ (یعنی: جس کسی کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے اس کو اس کے رب کی جانب سے روشنی پہنچتی ہے)۔ کوئی شخص آفتاب کے بالمقابل بیٹھا رہے اور پھر بھی روشنی نہ پائے اور نہ گرمی محسوس کرے تو یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ اور اس آفتاب (رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو یہ ہے کہ) اگر وہ چاہیں تو اتنی حرارت پہنچائیں کہ آگ ہی آگ ہو جائے اور ان کے سوا جو چیز ہو وہ جل بھن کر خاک ہو جائے۔ اس وقت پتہ چل جائے کہ وہ حجت اور تاویل جو آفتاب کی نورانیت اور اس کے جلال و سطوت کے بارے میں کی گئی تھی کہاں چلی گئی ؎

مصطفیٰ اندر میاں آنگہ کسے گوید زعقل　　آفتاب اندر جہاں آنگہ کسے گوید سہا

(یعنی کوئی شخص عقل کی مدد سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو سمجھنا چاہے تو یہ ایسا ہی ہوگا جیسا کہ جب آفتاب چمک رہا ہو تو کوئی شخص ستارہ سہاؔ کو تلاش کرے)

لے ثابت ستاروں سے مشہور و معروف مجموعہ بنات النعش کبریٰ میں سات روشن ستارے اس ترتیب سے قائم ہیں کہ اگلے چار ستاروں سے ایک پیالہ بن جاتا ہے اور پچھلے تین ستاروں سے اس پیالہ کا دستہ تیار ہوتا ہے۔ دستے کے تین ستاروں میں سے بیچ کے ستارے کے قریب ایک بہت دھندلا ستارہ واقع ہے جو بہت غور سے دیکھنے پر نظر آتا ہے۔ یہ ستارہ سہا یا اخوار کہلاتا ہے۔ جب معمولی ستاروں کے مقابلہ میں اس ستارہ کی روشنی اسقدر مدہم ہے تو آفتاب کے مقابلے میں اس کی کیا حقیقت ہو سکتی ہے۔ اس بات کو سامنے رکھ کر دیکھئے تو تشبیہ نہایت مکمل اور لطیف معلوم ہوگی۔

Marfat.com

وصل ۷

نورِ حقیقت دل کی آنکھ سے دیکھا جا سکتا ہے

بات ذرا طویل ہو گئی اور کہیں سے کہیں جا پہنچی، گویا اس نے ایک دوسرا رنگ پیدا کر دیا، اور ایک اور روشنی اس پر پڑنے لگی، تاہم مطلع صاف ہو گیا اور خورشیدِ حقیقت ابر کے گوشہ سے نمودار ہوا اور صحیح مرکز پر توجہ قائم ہو گئی اس سب کو اس نور کا فروغ سمجھنا چاہیے کہ جس نے خیال کے روزن (سوراخ) سے پرتو ڈال کر سینہ کو روشن کر دیا ہے۔ اس نور کو محض دل کی آنکھوں سے پایا جا سکتا ہے ظاہری آنکھوں سے نہیں دیکھا جا سکتا۔ لیکن حال کے غلبہ سے کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا ظاہری آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور جو لوگ محجوبان اہل زمانہ ہیں ان کو یہیں سے شبہ (اشتباہ) ہو جاتا ہے اور وہ کہنے لگتے ہیں کہ ہم حقیقت کو ظاہری آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور دوسروں کو بھی دکھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ! پہلے لوگوں میں سے کسی نے بھی اس بے باکی سے گفتگو نہیں کی۔ بات حقیقت میں وہی ہے جو اربابِ تمکین میں سے بعض محققین نے قرار دی ہے اور قانون بنا دیا ہے اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ تمام کا تمام یا غلبۂ حال کی وجہ سے ہے یا محض ان کا دعویٰ ہے۔ چنانچہ تعرف میں فرمایا ہے کہ لَمْ یَذْهَبْ اِلیٰ اٰنَّ اللّٰهَ تَعَالیٰ مَرْئِیٌّ بِالْبَصَرِ فِی الدُّنْیَا اِلَّا شِرْذِمَةٌ قَلِیْلَةٌ مِنَ الْمُتَصَوِّفَةِ لَا یُعْبَأُ بِهِمْ (یعنی: خدائے تعالیٰ کو جو بے مثل ہے ظاہری آنکھوں سے دیکھنا مشائخ طریقت میں سے کسی کے لئے ممکن نہیں سوائے ان متصوفین کے جن کی بات پایۂ اعتبار سے ساقط ہے) وہ لوگ کہتے ہیں کہ اس راہ کا سالک

منـ۳

ں مقام پر جا پہنچتا ہے جہاں بصارت اور بصیرت دونوں ایک ہو جاتی ہیں
ر درمیان سے معنی و مطلب کا پردہ ہٹ جاتا ہے۔ اس وقت خواہ یہ کہے
ں میں دل کی آنکھ سے دیکھتا ہوں یا ظاہری آنکھوں سے، دونوں عبارتوں کا
ماحصل ایک ہی ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ یہ کیا اشارہ ہے کہ جو یہ لوگ کرتے
ہیں۔ حقیقتِ حال کو وہی لوگ جانتے ہیں جنھوں نے یہ بات کہی ہے یا معلوم
کی ہے۔ لیکن اتنا میں جانتا ہوں کہ اس مرتبہ کا وجود بالکل نادر اور نایاب ہے۔
ایک ان میں سے بالکل اہلِ وحدت الوجود کے مذہب کے اعتقاد اور توحید کے
معنی کے تخیل اور ان کی بات کے فہم کے مطابق ہے۔ وہ ایک بات کہتا ہے
جو ذکر کی (وجہ سے قلب کی) صفائی اور باطن کی روشنی کے بقدر اسی کو پہنچی ہے
یا حال کے متبع سے ٹپکنے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس قسم کی باتیں (کرنی) آسان ہیں
لیکن جو بات کیفیت کے غلبہ اور سطوتِ سلطانِ وقت کے باعث پیش
آتی ہے اس کی تاثیر اور حقیقت کچھ اور ہی ہے۔ اور اس کے باوجود حق وہ ہے
جو حقیقت کے کھولنے والوں اور مقامِ تمکین کے رہنے والوں نے قرار دیا ہے
جن کی قوتِ مزاجیہ علم و حال اعتدالِ حقیقی تک جا پہنچی ہے اور جو احوال و مقامات
کے نگہبان و رقیب ہیں۔

حضرت شیخؒ کے ایک مرید کا واقعہ

ہمارے شیخ غوث الثقلین شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ان کے مریدوں میں سے ایک مرید نے اس بات کا دعویٰ کیا کہ میں خدائے تعالیٰ کو اپنی ظاہری آنکھوں سے دیکھتا ہوں۔ جب یہ بات حضرت شیخ

Marfat.com

کی خدمت میں بیان کی گئی تو آپؒ نے اس کو منع فرمایا اور تنبیہ کی۔ یہاں تک کہ اُس شخص نے اس کے بعد وہ بات نہیں دہرائی اور اس سے متعلق ذرا کوئی بات نہیں کی۔ لوگوں نے (حضرت شیخ قدس سرہ سے) عرض کیا کہ زجر اور نصیحت ایک دوسری ہی بات ہے۔ اصل سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ اس دعوی میں حق پر ہے یا باطل پر؟ آپ نے فرمایا کہ حق مشتبہ ہے، وہ اپنی دریافت اور معلومات کے مطابق صحیح کہتا ہے۔ لیکن اس کو حقیقت حال سے اطلاع ہی مشتبہ ہو گئی ہے اور اس نے اس چیز کے راز کو نہیں سمجھا ہے۔ اس نے واقعی حقیقت کو اپنی چشم بصیرت سے دیکھا ہے۔ اور اس کی بصیرت نے اس کی بصارت کی جانب ایک سوراخ کھول دیا۔ درحقیقت اس کی بصارت کی نظر نے بصیرت پر غلبہ پاکر گمان کیا کہ وہ جو کچھ دیکھ رہا ہے وہ اس کی بصارت کا نتیجہ ہے: مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ (یعنی (اللہ تعالیٰ نے) چلائے دو دریا مل کر چلنے والے، ان دونوں میں ایک پردہ ہے تاکہ ایک دوسرے پر زیادتی نہ کرے)

یہ کلمہ اُن حضرت (یعنی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ) نے فرمایا ہی تھا کہ حاضرین پر اس سے بیہوشی اور دیوانگی طاری ہو گئی اور وہ صحرا کی جانب نکل گئے۔ (حقیقت یہ ہے کہ) جو بات حقیقت پر مبنی ہوتی ہے اس کی ایسی ہی تاثیر ہوتی ہے۔ اور یہ حکایت جو دعوی کے طور پر پیش کی گئی ہے اس کا یہی حال ہے کہ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ (وہ لوگ قرآن مجید پڑھتے ہیں مگر وہ ان کے گلے سے نیچے نہیں اترتا)۔

Marfat.com

وصل ۸

شرع شریف کی اہمیت ایک مرتبہ پھر بات کا رشتہ ہاتھ سے چھوٹ گیا اور میں اپنے مقصود سے دور جا پڑا ہوں، اگرچہ حقیقت یہ ہے کہ مقصود سے قریب آگیا ہوں بلکہ عین مقصود میں پہنچ گیا ہوں۔ اگر اہلِ صنعتِ تصنیف کی اصطلاح میں کلام کی ترتیب ہاتھ سے جاتی رہے تو کہنا چاہیئے کہ اختیار کی باگ ڈور انسان کے ہاتھ میں نہیں ہے۔
اسی سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ عقل کو ایمان کے بھیدوں اور آخرت کے ص۳۲
احوال اور عالمِ اجسام اور عالمِ ملکوت اور اللہ جلّ شانہ اور عظّم برہانہ کے اوامر و نواہی کی حقیقت کے جاننے میں شرع شریف کی تعلیم اور آسمانی وحی کے بغیر کوئی راستہ نہیں ہے۔ لہٰذا راہِ راست یہ ہے کہ عقل کو نقل کا تابع بنائیں اور عقل پر کسی طرح کا اعتماد نہ کریں اور کسی طرح کی بحث و تکرار کو کام میں نہ لائیں۔ بندہ بنیں اور انقیاد و تسلیم اختیار کریں ؎

زباں تازہ کردن باقرارِ تو — نہ انگیختن حجت از کارِ تو

(یعنی: زبان کو اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کے اقرار سے تازہ کرنا چاہیئے نہ کہ اس کے کاموں میں چون و چرا سے کام لیا جائے)

رسول اللہؐ اور صحابہؓ کا اتباع ہی نجات کا ذریعہ ہے اور اس درستی و راستی سے کہ جو اہلِ سنت و جماعت کے مذہب کی ایک خوبی ہے یہ بات ظاہر ہوتی ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اَلَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی مَآ اَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِیْ (یعنی: وہ لوگ جو میرے اور

Marfat.com

میرے اصحاب کے طریقے پر قائم ہیں) وہی نجات پانے والا فرقہ ہے کہ بقول حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم: اِلَّا وَاحِدَۃً مِّنْھُمْ (یعنی تمام (فرقوں) میں سے وہی ایک فرقہ) مستثنیٰ اور ممتاز ہوگیا ہے۔ اور دین کے تمام ائمہ اور طریقت کے جملہ مشائخ جو مشہور ہیں اور جن کا تذکرہ صفحاتِ روزگار پر لکھا ہوا ہے اسی مذہب میں داخل ہیں اور اسی پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور مشائخ کی کتابوں میں جہاں وہ اپنے عقیدہ کا ذکر کرتے ہیں، یہی اعتقاد ہے۔

اہل بدعت نورِ ولایت و حقیقت سے محروم ہیں

ارباب بدعت اور اہلِ ہوا میں سے کوئی ایک بھی مقامِ قرب تک نہیں پہنچا ہے اور نورِ ولایت کے محل تک نہیں پھرا ہے۔ مشائخ کرامؒ نے فرمایا ہے کہ بدعت کی تاریکی کا وجود ہی عملاً اور اعتقاداً ہدایت اور ولایت کی روشنی کے ظہور کا مانع ہے جب تک دل بدعت کی گندگی سے پاک نہ ہو جائے اور سنت کی آرائش کا محل نہ بن جائے اس وقت تک حقیقت کے بھید کا انکشاف نہیں ہوتا اور نورِ یقین دل میں داخل نہیں ہوسکتا ؎

جمالِ شاہدِ قرآں نقاب آنگاہ بکشاید ۔۔۔ کہ دارالملکِ ایماں را بیابد خالی از غوغا

(قرآن کا جمال اس وقت بے نقاب ہوتا ہے جب وہ ایمان کے دارالملک کیلئے شور و غوغا سے خالی ہو جائے)

وصل ۹

ص ۳۳

صوفیہ ہی رازِ حقیقت کو صحیح طور پر جانتے ہیں

لوگ یہ گمان نہ کریں کہ تصوف کا طریقہ اہلِ سنت و جماعت کے مذہب کے خلاف ہے اور یہ کہ صوفیہ کا فرقہ اس فرقۂ ناجیہ کے علاوہ کوئی اور

فرقہ ہے۔ درحقیقت ایسا نہیں ہے بلکہ اس سب سے صحیح ملت کے محققین یہ صوفیہ ہی ہیں کہ جو ظاہر اور باطن دونوں کے انوارِ سنت کو حاصل کرنے والے اور حقیقت کے بھید کو کھولنے والے ہیں۔ سلوک میں طریقت نام ہے عمل اور حال کے اعتبار سے پیروی کرنے اور ظاہر و باطن میں عزیمت اختیار کرنے کا۔ اور صدق و اخلاص کے معنوں کی تحقیق کرنے، نفس کے مکر اور زہد و ورع کی باریکیوں کو سمجھنے اور تہذیب و اخلاق اور باطن کی صفائی کرنے کا کہ کوئی شخص بھی ان سے بہتر طریقے سے نہیں پیش کر سکا۔ اور اعمال و اخلاق، احوال و مقامات، وجد اور ذوق، نکتے اور اشارے اور تمام کمالات میں جو کچھ ان کو میسر ہوا ہے وہ کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہوا۔ چنانچہ شیخ جلال الدین سیوطی[1] جو حدیث کے بڑے علمائے متاخرین میں شمار کئے جاتے ہیں اپنے عقائد کے بارے میں خود لکھتے ہیں: ''
نَعْتَقِدُ اَنَّ طَرِیْقَ الْجُنَیْدِ وَصَحْبِہٖ طَرِیْقٌ مُقَوَّمٌ (یعنی ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ طریقۂ جنیدیہ اور ان کے اصحاب کا طریقہ سب سے زیادہ صحیح طریقہ ہے) اور طریقہ جنیدیہ اور ان کے اصحاب کے طریقے کی تخصیص کرنے سے ان کا مقصد اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ طریقۂ جنیدیہ اور ان کے اصحاب یعنی ان کے امثال و اقران کا طریقہ جامع ہے۔ اس لئے کہ اس میں کتاب و سنت تعظیم و تحکیم اور ظاہر کا باطن پر مقدم ہونا اور شریعت اور حقیقت کے مابین اجتماع سب سے

لہ حضرت شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نویں صدی ہجری کے مورخ، محدث، اور مفسر ہیں۔ ان کی تصانیف کی تعداد کثیر ہے۔ ان میں تاریخ الخلفاء، اتقان اور تفسیر جلالین بہت مشہور ہیں۔ ان کا اہم کارنامہ متقدمین کے علوم کو جمع کرنا ہے۔ ۹۱۱ھ / ۱۵۰۵ء میں انتقال فرمایا۔

زیادہ مکمل طریقہ پر کیا گیا ہے اور ان کے طریقے میں ظاہری احکام کو ذلیل وحقیر گردانا اور شریعت کے فتوی میں رعایت کا ترک کرنا قطعاً نہیں ہے۔

طریقۂ جنیدیہ کی بنا کتاب و سنت ہے

منقول ہے کہ انھوں (جنید بغدادی[1] قدس سرہ) نے فرمایا ہے کہ "ہمارے طریقے کی بنا کتاب و سنت پر ہے۔ اور جو کچھ کتاب و سنت کے خلاف اور اس سے باہر ہے وہ قطعاً مردود اور باطل ہے"۔ اور انھوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ "اگر ذکر، نماز اور قرآن کی تلاوت میں ذوق و حضور اور خشیت وخشوع حاصل ہو جائے

۳۴ تو کامیابی کا دروازہ کھلنے کی پوری امید ہے مگر یہ کہ عقیدہ محدود و مسدود ہے" اور انھوں نے یہ بھی فرمایا ہے "جس کسی نے حدیث شریف نہیں سنی اور جو کوئی فقہا کے ساتھ نہیں بیٹھا۔ اور جس نے ادب سکھانے والے سے ادب نہیں سیکھا ایسے آدمی کی اگر کوئی پیروی کرتا ہے تو وہ تباہی کے گڑھے میں گرتا ہے"۔ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ (الآیہ) (یعنی: کہدے کہ یہ میرا راستہ ہے۔ میں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں اور پاکیزگی اللہ تعالیٰ کو ہے اور یہ کہ میں مشرکین میں سے نہیں ہوں)

---

[1] سید الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہ حضرت سری السقطیؒ کے بھانجے اور خلیفہ تھے۔ بڑے عالم دین اور عارف کامل تھے۔ آپ کا پیشہ آبگینہ فروشی تھا اس لئے قواریری کہلاتے ہیں فقہ میں حضرت سفیان ثوریؒ کے متبع تھے طریقے میں آپ کے مسلک کی بنیاد صحو پر تھی۔ شریعت کا بے انتہا پاس ولحاظ تھا۔ آپ کا سلسلہ جنیدیہ کہلاتا ہے۔ ۲۷ رجب ۲۹۷ھ/۹۱۰ء کو بغداد میں انتقال فرمایا۔

Marfat.com

مشائخ کے شطحیات و ہفوات

مشائخ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جس حقیقت کو شریعت رد کرتی ہو وہ بے دینی ہے اور اس گروہ میں سے بعضے لوگ حال کے غلبے اور محبت میں محویت کی وجہ سے کچھ ایسے کلمات اور اشارات زبان سے نکالتے ہیں جو اہل ظاہر کی سمجھ میں نہیں آتے اور ان میں سے بعض ایسے اعمال اور حرکتیں سرزد ہوتی ہیں جو بظاہر شریعت کے فتوے کی مخالف ہوتی ہیں اور ان کو مشائخ کی شطحیات اور ان کے ہفوات سے تعبیر کیا جاتا ہے اور ان کو مبہمات اور موہمات بھی کہتے ہیں۔ مثلاً "اَنَا الحَقّ" (میں خدا ہوں) یا "سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ" (میری شان کتنی بڑی ہے) یا "لَیْسَ فِیْ جُبَّتِیْ سِوَی اللّٰہُ" (میرے اندر اللہ کے سوا اور کچھ نہیں) یا "اَنَا ھُوَ وَ ھُوَ اَنَا" (میں وہ ہوں اور وہ میں ہے) اور اسی طرح کے اور دوسرے کلمات اور افعال کی مثال ہے جیسے ڈاڑھی سے روشنی کے نکلنے کی (حضرت شبلیؒ کی طرف اشارہ ہے) اور کپڑے کے پیوند۔ اور ان درہموں کی بات کا دل میں آنا جو پانی میں پڑے تھے۔ اور اس بات کا دل میں پیدا ہونا کہ نفس ہلاکت میں مبتلا ہے۔ اور یہ مثالیں اور ان کلمات اور افعال کے صادر ہونے کا منشا دراصل طفح سکر، غلبۂ حال، ضبط اور اختیار کا فقدان ہے،

صوفیہ کے احوال

ایک دوسری قسم اوضاع، آداب، اصطلاحات اور استحسانات کی ہے جو اس گروہ سے مخصوص ہے اس کی مثال رباط کا بنانا، خرقہ کا پہننا، ڈاڑھی کے بال تراشنا، ذکر کی کیفیات کا جاری ہونا۔ خلوت نشینی اختیار کرنا، سماع کی محفلوں کا منعقد کرنا اور

Marfat.com

اور اسی طرح کی اور باتیں ہیں۔ ان امور کے لئے ان لوگوں کے پاس بعض اجتہادات اور استنباطات ہیں جیسے کہ فقہ کے علما کے پاس ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی علم کے ابواب میں سے ایک ہے کہ جس میں اجتہاد کے صحیح ہونے اور اس کی شرطوں اور سنت و بدعت کی تحقیق کے سلسلہ میں کلام کیا جا سکتا ہے۔ یہ قسم احوال میں داخل نہیں ہے اور اس میں صوفی اور فقیہ دونوں
۳۵ برابر ہیں۔ اور یہ دونوں مطالب اصل اور صحت کی بنا پر دلیل ہیں۔ لیکن پہلی قسم غلبۂ احوال کی وجہ سے ہے۔ اور اس گروہ سے جو کچھ حالتِ سکر اور غلبۂ حال میں صادر ہوتا ہے وہ قولاً اور فعلاً محفوظ طریقہ ہے۔ اس طریقہ میں تسلیم و رضا ہے یہ حضرات اپنے مریدوں کو اس بات کی ہدایت نہیں کرتے تھے کہ وہ انکار اور اعتراض کے خیال سے ترک مبادرت کریں۔ یا تقلید کو ناجائز سمجھیں اور ان امور میں متابعت اور اقتدا کے طور پر خود ان کا اتباع کریں۔ بلکہ اس سے باز رکھتے اور منع کرتے تھے۔ احکام شریعت اور قواعدِ طریقت میں اتباع و اقتدا ہوتا ہے اس لئے کہ اس کی بنیاد علم پر ہے ذوق اور وجدان کی جزئیات میں نہیں کہ جس کی بنیاد حال پر ہے۔

احوالِ مشائخ کے بارے میں تین گروہ

غلبہ احوال مشائخ اور ان کی شطحیات کے بارے میں بھی تمام لوگوں کے تین گروہ ہیں۔ پہلا گروہ فقہاءِ محض اور علماءِ ظاہر کا ہے کہ وہ انکار کی راہ پر چلتے ہیں اور اس کو تسلیم نہیں کرتے اور جن کو غلبۂ احوال ہوتا ہے اس کو معذور نہیں سمجھتے۔ پھر ان فقہا کے بھی دو گروہ کر دیئے گئے ہیں۔ ایک

گروہ ان لوگوں کا ہے جو واقعہ کے مطابق اور حکم نفس الامر سے قطعاً منکر ہیں ظاہراً اور باطناً اس کو باطل اور فاسد قرار دیتے ہیں۔ اور اس کے واقف کار کو جہل اور جنون سے نسبت دیتے ہیں۔ اس کا سبب ان (فقہا) کی بے مناسبتی و بے مشربی اور ان کی طبیعت کا جمود نیز ان کے باطن کی خرابی ہے۔ اور اس طرز عمل میں اُن کے لئے ڈر ہے کہ وہ برکتوں سے محروم رہ جائیں اور ان کا انجام بُرا ہو۔

فقہا کا دوسرا گروہ ظاہر میں عوام کے لعن طعن کے خیال اور ذرائع کے ختم ہو جانے کے سبب انکار کرتا ہے۔ اور رد و انکار میں پہلے گروہ کا شریک ہے لیکن دل کو زبان کے موافق نہیں رکھ سکتا اور اس لئے باطن میں منکر نہیں ہوتا یہ دونوں گروہ مشائخ کے حق میں تقصیر و تفریط میں مبتلا ہیں۔ جہاں تک ان دونوں کے درمیان فرق کا تعلق ہے دوسرا گروہ غلو اور افراط میں مبتلا ہے اور اس بات پر اعتقاد رکھتا ہے کہ جو کچھ ان مشائخ نے کہا ہے خواہ ان کا وہ فعل کتنا ہی خلافِ شرع ہو وہی حق ہے بلکہ درحقیقت وہی شریعت ہے۔ ص ۳۶

دوسرے گروہ کے لوگ کہتے ہیں حاشا و کلا کہ ان سے یہ کام شریعت کے خلاف سرزد ہو گیا۔ اس فرقہ کے نزدیک علما کے اقوال اور فقہ کی روایات کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور وہ اس کو مشائخ کے ساتھ محبت اور پیروں سے عقیدت پر محمول کرتے ہیں۔ اگرچہ ان میں سے بعض لوگ تکلف اور چرب زبانی اور مصلحتِ وقت کی بنا پر فقہ اور شریعت کی پابندی کا اظہار کرتے ہیں لیکن وقت اور حال دلالت کرتا ہے کہ مضمر باطن اور مکنون یہی ہے۔

Marfat.com

متصوفین اور فقہاء متقشفہ

چہلا، اس گروہ کو صوفیہ اور فرقہ اول کو فقہ
متقشفہ کہتے ہیں، اگرچہ پہلا فرقہ جمود اور
کند ذہن ہونے میں بڑھا ہوا ہے لیکن اس دوسرے فرقے کا قدم جہل اور
ضلالت میں زیادہ آگے ہے۔ ان میں اتنا ہی فرق ہے کہ پہلا فرقہ بغیر عرفان
کے ہے اور دوسرا فرقہ بغیر ایمان کے۔ پہلا فرقہ معرفت کے مقام میں داخل ہی
نہیں ہوا ہے اور دوسرا اسلام کے دائرہ سے نکل گیا ہے اس لئے کہ منکر کی سند
بظاہر شریعت اور علم کی حکمت ہے اور وہ اس میں معذور ہے۔ اور دونوں گروہ
پوری طرح افراط و تفریط میں جا پڑے ہیں۔

راہِ تسلیم اور غلبۂ وجد و حال

بحث کا طریقہ جو اعتدال اور توسط کا مرکز ہے
وہ تسلیم ہے۔ چنانچہ کہا گیا ہے "اَسْلِمْ تَسْلَمْ"
(یعنی اسلام قبول کرو سلامت رہوگے)۔ دراصل تسلیم کے معنی یہ ہیں کہ لوگ جان لیں
کہ ان امور کا منشا صحیح حالت، درست نسبت اور سچی نیت ہے۔ لیکن حال
اور وجد کے غلبہ کی وجہ سے ثبات کا قدم اپنی جگہ سے ہٹ جاتا ہے اور
ضبط و اختیار کی عنان ہاتھ سے چھوٹ جاتی ہے۔ یہاں تک کہ شریعت کے
لحاظ سے اس فعل کی جو برائی ہے وہ نظر سے ساقط ہو جاتی ہے اور صرف معنی
اور روحِ عمل پر نظر جم کر رہ جاتی ہے کہ یہی چیزیں حضوری و اخلاص کا
موجب ہیں، اور قدم درمیانی راستے کے سرے پر پہنچکر لڑکھڑا جاتا ہے اور
اگر اس حالت کو عالمِ ظاہر میں مثال کے ذریعہ سمجھنا چاہیں تو یہ حالتِ غضب
کی روانی اور فرحت والی ہے۔ اور وہ درجوں اور مرتبوں کے تفاوت کی

Marfat.com

یہ ہے کہ کس حد تک وہ کسی عقلمند آدمی کو کس طرح حرکت دیتی، بے اختیار ۳۸
تی اور بے خود بناتی ہے۔ اگرچہ اختیار کا وہ حصہ جو کسی فعل کا موجب و
بدا ہوتا ہے باقی رہتا ہے لیکن بات اصل میں خطا ہونے، قائم رہنے،
غالب ہونے یا مغلوب ہونے کی ہے۔ وجد اور حال کے غلبہ کو بھی اسی بات
پر قیاس کر لیا جائے اور یہ چیز سکر و تلوین اور حال کے ابتدا میں نہیں ہوتا۔

ارباب صحو و تمکین

لیکن ارباب صحو و تمکین جو انتہا کے درجے پر پہنچ جاتے ہیں اور جو استقامت اور اعتدالِ حقیقی کے مقام پر متمکن ہوگئے ہیں ان کا ظاہر باطن کے ساتھ برابری کا درجہ رکھتا ہے اور ان کا فرق اور جمع دونوں برابر ہیں، ان پر مستیٔ حال کا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ اور نہ وہ افراط و تفریط میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ابتدا اور انتہا سے قطع نظر اس گروہ میں سے بعض کو ایسے اطوار اور احوال لاحق ہوتے ہیں جو ان کو مقامِ ثبات اور اختیار سے باہر کر دیتے ہیں۔ ایک کو عمل کی صفائی اور نفس کی پاکیزگی پر ابھارتے ہیں اور دوسرے کو ذکر کی روشنی اور قلب کی صفائی سے اور ایک دوسرے کو مشاہدہ کی قدرت اور روح کی جلا سے۔ غرض ہر صورت میں یہ حالت صحیح اور نسبت درست ہے۔ لیکن وہ قول اور فعل جو اس کے پُر ہونے اور غلبہ پانے سے واقع ہوتا ہے صحیح نہیں ہے، نہ یہ مشروع ہے، اور نہ اس سے اقتدا اور اتباع ضروری ہو جاتا ہے۔ اگر کہیں کہ جب قول و فعل نامشروع اور ناقابلِ اقتدا و اتباع ہیں تو وہ ہرگز طاعت اور ہدایت کے باب سے نہیں ہے بلکہ معصیت و ضلالت کے قبیل سے ہوگا: فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ

Marfat.com

اِلَّا الضَّلَالُ (یعنی: پس حق کے بعد کیا ہے سوائے گمراہی کے) یہ اعتقاد مشائخ رحمہم اللہ کا انکار و تنقیص ہوگا۔ اگرچہ مرتبہ میں فرقۂ اول کے انکار سے کم درجہ ہی سہی۔

غلبۂ حال قابلِ اعتبار نہیں

اس بات کا جواب یہ ہے کہ کسی حالت کے غلبہ کی صورت میں کسی بات کا صادر ہو جانا اس طریقے پر نہیں ہے جیسا کہ گناہ کرنا یا امر و نہی کی مخالفت کا قصد کرنا اور یہ طبیعت کے میلان، ہوائے نفس اور جہالت کے سبب اور ہوائے نفسانی کی خواہش سے نہیں کہ دلیل ہیں یہ بات اس کے کرنے والے کے
۳۸ تقویٰ، ورع، عزیمت کے حصول، علم و عمل کے اتباع اور کمالِ دیانتداری کی بنیاد پر یقین کے ساتھ معلوم ہو گئی ہے۔ بلکہ قہرِ نفس، قطعِ اسباب، غیروں سے تعلق کا ختم ہو جانا، محبت کا استیلا اور شوق کا غلبہ، کلیتہً صدقِ نیت اور قصد کے صحیح ہونے کی بنا پر ہے۔ اور یہ سب کا سب صحیح احوال اور درست مقاصد کا حامل ہے۔ بلکہ کہتے ہیں کہ صاحبِ حال جب اس پر تجلیاتِ حق اور فنا فی اللہ کا غلبہ ہو، غلباتِ حال اور سطواتِ وجد میں مجنون کا حکم رکھتا ہے کہ وہ شریعت کے کاموں کے لئے مکلف نہیں ہے۔ اور اسلئے ان امور کی نسبت صاحب حال کے ساتھ معصیت، قباحت اور نامشروع ہونے کی نہ رکھیں۔ ممکن ہے اہل باطن کے طریقے میں کہ جو صرف معنوں کے تابع ہیں گنجائش نکل آئے۔ لیکن چونکہ شریعت کا حکم عام ہے اور شریعت کے اصول افراد اور اشخاص کے اختلاف کی وجہ سے بدلا نہیں کرتے۔ نیز کسی

حالت کی خصوصیت کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتے بلکہ اس میں فعل کے حسن وقبح کا مدار شارع کے امر ونہی پر ہوتا ہے نہ کہ فاعل کے حال کے صدور واعتبار کی کیفیت پر۔ لہذا اس فعل کی ذات اور اس حرکت کی صورت عدم شروعیت کی صفت سے موصوف ہوتی ہے، اور حکم کے دائرہ اور علم کے فتوی سے باہر۔ پس حقیقت میں قبح اور انکار فعل کی ذات کی طرف راجع ہوتے ہیں فاعل کی طرف نہیں۔ اور اکثر ایسا بھی ہوا کہ خود فعل کی بنیاد خطا اور معصیت پر ہوئی لیکن فاعل کو خطا وار اور گنہگار نہیں کہا گیا۔ علماء نے کہا ہے کہ حضرت آدم صفی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شجرہ کا کھانا معصیت تھا لیکن ان کو عاصی کہنا بے ادبی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَعَصٰی اٰدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی (یعنی آدمؑ نے اپنے رب کی نافرمانی کی پس وہ راہ راست سے بھٹک گیا)۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ "وہ عاصی یا بھٹکے ہوئے تھے"۔ بلکہ جہاں حضرت آدم علیہ السلام نے توبہ کی ہے اس جگہ پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَہٗ عَزْمًا یعنی: پس اس نے فراموش کر دیا اور ہم نے اسے ارادہ میں مضبوط نہ پایا) حقیقت میں غلبہ اور حال بھی بھول چوک کا سبب ہوتا اور عزم صمیم کے وجود کو معدوم کر دیتا ہے۔ لہذا مشائخ کے ہفوات کے رفع اور انجام کا حکم بھی وہی ہے جو انبیاء صلوات اللہ علیہم اجمعین کی لغزشوں کا، لیکن معصوم ہونا صرف انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے۔ چنانچہ اُن کے ۳۹ف
شطحیات کو قرآن مجید کی متشابہات سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ واللہ اعلم

وصل نمبر ۱۰

مشائخ اور انبیاءؑ کی لغزشوں کا فرق

یہ کہنا کہ مشائخ کی لغزش کو وہی حکم ہے جو انبیاء علیہم السلام کی لغزشوں کا محض تشبیہ اور تمثیل کی راہ سے اور ناقص کو کامل کے ساتھ ملانے کے سبب سے تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ کسی شخص کو بھی حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ان کے احوال اور مقامات میں قرب کے لحاظ سے شریک نہیں کیا جا سکتا۔ حالانکہ اس حکم سے کہ ولایت نبوت کا سایہ ہوتی ہے، جو کچھ اس شخص کی صفات سے ہے وہی بات سایہ میں بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن اس فرع کے ہوتے ہوئے اصل کے ساتھ اس کو کیسے رکھا جا سکتا ہے اور نہ تابع متبوع کے برابر ہو سکتا ہے۔ اولیاء کرام کو جو کمالات حاصل ہوتے ہیں وہ انبیاء علیہم السلام کی پیروی سے ہوتے ہیں چنانچہ مشائخ قدس اللہ اسرارہم نے فرمایا ہے کہ مومنوں کی روحیں اولیاء اللہؒ کی روحوں سے روشنی حاصل کرتی ہیں۔ اور اولیاء اللہؒ کی روحیں انبیاء علیہم السلام کی روحوں سے اور انبیاء علیہم السلام کی روحیں حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک سے اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس حق سبحانہ و تعالیٰ شانہ سے ـــ حضرت غوث الثقلین[1] قدس سرہ نے فرمایا

۱؎ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی جن کو پیران پیر اور علی الاولیاء بھی کہا جاتا ہے جیلان یا [illegible] کے رہنے والے تھے ۴۷۰ھ/۱۰۷۷ء میں پیدا ہوئے۔ تعلیم بغداد میں حاصل کی اور وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی اور خلقِ خدا کو فیض پہنچایا۔ آپ کی ذات گرامی اس قدر مشہور ہے کہ مزید کیا بیان ہو ۵۶۱ھ/۱۱۶۶ء میں وصال ہوا۔

اولیاء اللہؒ کے ساتھ خبر کا تعلق ہے اور انبیاء علیہم السلام کے ساتھ کلام کا۔
علیہم السلام پر وحی آتی ہے اور اولیائے کرام رحمہ کو الہام ہوتا ہے۔ وحی
امر الٰہی ہے جس کے ساتھ اس کی روح بھی ہوتی ہے اسی کو روح الامین
کہتے ہیں۔ یہ ایسا ہی ہے کہ (جیسے) خط پر مہر ثبت کی جاتی ہے اور اس لئے اس
کی تصدیق واجب اور اس سے انکار کفر ہے۔ اور الہام اللہ تعالیٰ کی جانب
سے ایک خبر ہے کہ اس کا قبول کرنے والا نور یقین اور سکینہ (آرام) سے ہے
جو ولی کے پاک قلب میں پیدا کر دی گئی ہیں۔ پس کلام ظاہر اور باطن دونوں
میں ہے اور خبر صرف باطن میں ہے۔ چنانچہ کلام کا انکار کفر اور ظاہر و باطن
دونوں کی خرابی کا موجب ہے، اور خبر کا انکار صرف باطن کی خرابی کا سبب
بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بات سے پناہ دے۔

کوئی ولی نبوت کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا

متکلمین اور محققین صوفیہ کا اس بارے میں اتفاق ہے کہ کوئی بھی
ولی انبیاء علیہم السلام کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا اور یہ جو بات مشہور ہے کہ
"ولایت نبوت سے افضل ہے" تحقیق کے بعد یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس بات
کا مصدر کون ہے۔ اگر اس سے مراد ولی کی نبی پر فضیلت ہے تو یہ بات قطعاً
مردود اور باطل، اور مذہب اہلِ حق کے صریحاً خلاف ہے اور اگر اس کا اشارہ کسی
اور طرف اور تاویل کوئی دوسری ہے تو صحیح ہے اور اس سے حق کی مخالفت نہیں ہوتی۔

انبیاء علیہم السلام کی لغزش

ابھی تک ہم انبیاء علیہم السلام کی لغزش کے
بارے میں کچھ نہیں کہہ سکے ہیں اور نہ اس کی

Marfat.com

اس حقیقت تک پہنچے ہیں کہ وہ کیا ہے اور کہاں سے اس کا صدور ہوتا ہے اتنا مفہوم ہوتا ہے کہ "زلت" (لغزش) کے معنی چلتے وقت پاؤں کا پھسل جانا ہے۔ مثلاً کوئی شخص سیدھے راستہ پر چلا جا رہا ہے، اس کا مقصد بھی صحیح اور ارادہ بھی درست ہے۔ اتفاق سے کسی قسم کی غفلت یا احتیاط نہ برتنے سے اس کا پاؤں پھسل جاتا ہے اور وہ گر جاتا ہے یا نہیں بھی گرتا۔ بہر حال اس کو اہلِ لغت کے نزدیک زلت کہا جائے گا۔ اسی سے معنوی لغزش کی کیفیت پر قیاس کیا جا سکتا ہے اور اس کا تصور اور اندازہ ہو سکتا ہے لیکن حضرات انبیا علیہم السلام کی اس لغزش اور ان کی احتیاط کے زائل ہونے کا سبب اور اس کی طرف لے جانے والی چیز کیا ہے اور اس کا صدور کہاں سے ہوتا ہے جبکہ ان کے احوال ہماری عقلوں کے قیاس کے مرتبہ سے کہیں بلند ہیں اس کی حقیقت ہماری سمجھ میں نہیں آسکتی۔ اس گروہ کے قواعد کے اعتبار سے جو کچھ بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ شیطان کا حصہ اور نفس کی تمام صفات اور طبیعت کی تاریکی ان سے یعنی انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام سے دور اس کی ذات میں معدوم ہے جیسا کہ شق صدر کا واقعہ اس پر دلیل ہے۔ تاہم احکامِ نفس اور جبلت کے جزئیات میں سے کچھ جو لطافت اور نورانیت کی صفت سے متصف ہوگئی ہیں قائم رکھی گئی ہیں تاکہ اس صفت کے اثر کا ظہور وحی کے نازل ہونے کا سبب اور شریعت کے احکام وضع کرنے کا ذریعہ اور اتباع کرنے کی سمجھ ثابت ہو۔ إِنَّمَا أُنَسَّى لِأَسُنَّ (یعنی میں فراموش کیا جاتا ہوں (بھلا دیا جاتا ہوں) تاکہ دوسروں کے لئے سنت نہ ہو جائے) جیسا کہ عوارف المعارف میں ہے۔

Marfat.com

اور صاحب عوارف ہی سے حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ السلام کا یہ سوال بھی مثال
دیا گیا ہے: رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی (اے رب تو مجھے دکھا کہ کس طرح تو مردوں
کو زندہ کرتا ہے) اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی یہ خواہش کہ: رَبِّ اَرِنِیْٓ
اَنْظُرْ اِلَیْکَ (یعنی: اے رب تو میری طرف نظر کر) حال اور انبساط کے غلبہ کی وجہ
سے ہے جو وہ بساطِ قرب میں رکھتے ہیں۔ اور کہا کہ اللہ عزوجل کے حضور میں
یہ سوال کرنے کی مثال مقامِ قرب میں سوائے غلبۂ حال کے اور کسی وجہ سے
نہیں ہو سکتا۔ واللہ اعلم انتہی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوصلہ کی وسعت

اگر سرورِ انبیا سیدِ اصفیا اور عارفوں کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں
یہ ہے کہ کوئی غلبہ یا کوئی خود فراموشی آپؐ کی ایسی نہیں جو آپ کے استقامتِ
بارگاہ تک راہ نہ پائے۔ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی (نہ پھیری آنکھ دوسرے کی طرف
اور نہ اللہ کی نافرمانی کی) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہے تو آپؐ ہرگز اس
طرح سے سوال نہ کرتے اور اگر کرتے تو مقصود کی طرف اشارہ اسی عبارت میں
کرتے کہ جو سراسر تواضع اور ادب ہوتا۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا: اَللّٰھُمَّ اَرِنَا
حَقَائِقَ الْاَشْیَاءِ (یعنی: اے اللہ مجھے چیزوں کی اس حقیقت سے آگاہ کر دے جو نفس الامر
میں ان کی حقیقت ہے)۔ اس سوال کا مضمون بھی اہل تحقیق کی نظر میں بعینہ
وہی ہے جو "اَرِنِیْ" کا ہے اس لئے کہ تمام حقیقتوں کی حقیقت خود اللہ تعالیٰ
کا وجود ہے بلکہ اس بات پر اس چیز کا اضافہ کیا جائے کہ ماہیت کے کنہہ و حقیقت
کا دیکھنا ایک طلب رکھتا ہے۔ اور یہ کہنا کہ اے اللہ مجھے چیزوں کی وہ حقیقت

Marfat.com

دکھا جو نفس الامر میں ان کی ہے۔ یہ حوصلہ کی وسعت اور استعداد اور قابلیت کے کمال کی راہ سے ہے۔ جو مخصوص ہے آپ کے جوہر شریف (صلی اللہ علیہ وسلم) اور کسی شخص کو بھی اس معاملہ میں بلکہ اس کے قریب تک حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمسری ممکن نہیں ہے ؎

موسیٰ زہوش رفت بیک پرتو صفات تو عین ذات می نگری در تبسمی

(یعنی: موسیٰ علیہ السلام تو صرف صفاتِ باری تعالیٰ کے ذرا سے عکس سے ہی بیہوش ہو گئے تھے۔ مگر آپؐ عین ذاتِ خداوندی کا مشاہدہ کرتے وقت بھی تبسم کناں رہے)

یہ وہ عجیب کلام ہے جو آنحضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں کہا گیا۔ اس سے اعلیٰ اور اچھا کلام کسی نے نہیں کہا۔ اس کے کہنے والے پر اللہ کی رحمت ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال کی جامعیت و وسعت

ذکر حقائق جمع کے صیغے کے ساتھ جیسا کہ آپ نے فرمایا حقائق الاشیا اور یہ نہیں فرمایا حقیقۃ الاشیاء۔ اس میں ادب کی رعایت رکھی گئی ہے اور بھید کو پوشیدہ رکھنا مقصود ہے۔ تاکہ بات چھپی ہوئی اور راز پردے میں رہے۔ یا اس سے زیادہ اشارہ ہے کثرت میں وحدت کی طرف کہ یہ معرفت و شہود کے سب سے مکمل مراتب ہیں۔

۴۲ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری عنایت دیکھئے کہ جو آپؐ نے اپنے متبعین اور امتیوں کے حق میں کی۔ آپؐ نے "ارنا" فرمایا۔ "ارنی" نہیں کہا کہ غربائے امت کو بھی اس میں سے کچھ نصیب ہو جائے۔ یہاں وہی معنی ظاہر ہوتے ہیں کہ قیامت کے دن دوسرے (انبیا علیہم السلام) نفسی نفسی کہیں گے اور آپؐ وہی

امتی امتی فرمائیں گے۔ سبحان اللہ۔ خلائق کی عقلیں انبیاء علیہم السلام کے کمالات کے بارے میں حیران ہیں اور تمام انبیاء علیہم السلام ہمارے پیغمبر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں حیران ہیں۔ دوسرے انبیاء علیہم السلام کے کمالات محدود اور معین ہیں اور یہاں تحدید اور تعین کی سمائی نہیں۔ اور خیال وقیاس کو آپ کے کمال کے سمجھنے کے سلسلہ میں قطعاً کوئی راہ نہیں۔

ایک حدیث کی تشریح

حضرت اصمعی[1] رحمۃ اللہ علیہ علمائے لغت میں سے ایک مشہور عالم ہیں۔ (ان سے) اس حدیث کے معنی لوگوں نے دریافت کئے: إِنَّهٗ لَيُغَانُ عَلٰى قَلْبِيْ وَإِنِّيْ لَأَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعِيْنَ مَرَّةً وفی روایۃٍ مِائَةَ مَرَّةٍ (یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے دل پر تیرگی کا کچھ اثر ہوتا ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے ستر بار اور ایک روایت میں ہے سو بار مغفرت چاہتا ہوں) لوگوں نے دریافت کیا کہ اس غین (تیرگی) کی کیا حقیقت واصلیت ہے اور اس سے کیا مراد ہے؟ انھوں (اصمعیؒ) نے کہا، اِنْ سَأَلْتَ عَنْ قَلْبِ غَيْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَقُلْتُهٗ (یعنی، اے سائل اگر تو دوسرے قلب سے متعلق اور سید کائنات وفخر موجودات ؐ کے قلب کے علاوہ دوسرے

---

[1] ابو سعید عبدالملک بن قریب اصمعیؒ کی ولادت ۱۲۳ھ/۷۴۰ء میں بمقام بصرہ ہوئی۔ ان کا حافظہ نہایت قوی تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ کوئی چیز سرسری طور پر دیکھ لیتے یا سن لیتے تو وہ ہمیشہ کے لئے ذہن نشین ہو جاتی تھی۔ ماہر لسانیات تھے۔ قدیم عربی شاعری اور بدوی عربوں کی زبان پر بڑا عبور تھا۔ عباسی خلیفہ امین الرشید کے اتالیق رہے۔ بعد میں مامون الرشید کے دربار سے وابستہ ہو گئے۔ ۲۱۳ھ/۸۲۸ء میں بصرہ میں انتقال ہوا۔ متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔

غین (تیرگی) کے متعلق پوچھتا ہے تو اس غین (تیرگی) کے متعلق جو کچھ میں جانتا ہوں وہ بتائے دیتا ہوں۔ لیکن یہاں کہ غین (تیرگی) ہی عین (آنکھ کا پردہ) ہے تو میں اس غین کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔

حضرت اصمعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ عجز و اعتراف اور جہل و نادانی اس کا عین و معرفت ہے جیسا کہ کہا گیا ہے کہ لَا اَدْرِیْ (میں نہیں جانتا) آدھا علم ہے۔ دوسری جگہ اگر اس کو نصف علم سے تعبیر کیا جائے تو یہاں وہ تمام علم متصور ہوگا۔ نصف علم تو وہاں ہوتا ہے کہ جہاں ادراک ممکن ہو، اور علم اس تک نہیں پہنچتا۔ لیکن جہل کا اعتراف اور طریقۂ انصاف کا سلوک ایک دوسرا ہی علم ہے، مگر یہاں ادراک ممکن اور متوقع نہیں ہے۔ علم سوائے جہل اور نارسائی کے اعتراف کے کچھ نہیں ہو سکتا۔ یہاں علم کا دعویٰ ہی جہل ہے اور علم کا دریافت ہو جانا عین علم ہے۔ اگرچہ علمائے حدیث نے علم کی قدر اور اپنی دانش و معرفت کے اندازے کے بارے میں کچھ باتیں کہی ہیں، اور قیاس اور اندازہ کے دھاگے میں معنی کے موتی پروئے ہیں لیکن انصاف یہ ہے کہ اس کام کا بھید غیروں کی آنکھوں سے پوشیدہ اور اس حال کی حقیقت عقل کی آنکھ سے نظر نہیں آسکتی۔ ۴۳

اسی حدیث کی دوسری تشریحات

بعضوں نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ غین پردۂ رقیق لطیف ہے کہ بشریت کے حکم میں کثرت کے خلط ملط ہو جانے اور دین اور ملت کے مشکل کاموں کے انجام دینے کے سبب بہت تھوڑے وقفہ کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدۂ شہود پر سستی اور غفلت چھا جاتی تھی۔ اور اسی لمحہ میں اسرار میں

Marfat.com

مستغرق ہونے کے سبب نور وحدت کے ذکر و ظہور میں ایک طرح کی کمزوری پیدا ہو جاتی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حالت کے عارض ہونے اور سستی ظاہر ہونے پر استغفار کیا کرتے تھے کیونکہ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ (جو باتیں ابرار کے حسنات ہیں وہ مقربان بارگاہ الٰہی کے لئے سیئات میں داخل سمجھی جائیں گی)۔ اور بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ غین کا یہ پردہ امت کے غم اور ان کی عاقبت کے خوف کی وجہ سے تھا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استغفار بھی امت کے لئے اور ان کی بخشش ہی کے لئے ہے۔ اس بات کے کہنے والے پر اللہ کی رحمت ہو۔ بعض صوفیہ نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ انوار کی غین ہے اغیار کی غین نہیں۔ اس پردہ میں جو چیز آدمی کو نظر آتی ہے اگر وہ تمام عارفوں پر مکشوف ہو جائے تو ان میں اس کے برداشت کی طاقت نہ رہے اور وہ طرح طرح کی مستی کرنے لگیں۔ اور وہ یہ شور مچانا شروع کر دیں کہ میں حقیقت کو بے پردہ دیکھ رہا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ سے کتنا تقرب تھا

ایک روز حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں میرے درجات تقرب بے انتہا بڑھے ہوئے ہیں کہ اس سے زیادہ ہرگز کسی دوسرے کے نہیں ہو سکتے، اور وہ یہ ہے کہ میرے اور پروردگار کے درمیان نور کے ستر ہزار پردے حائل ہیں۔ پس جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر لمحہ اور ہر آن نور جلال میں سے ایک پردہ مشہود ہٹاتا تھا، اور اس سے اوپر کے نور کی تجلی سے وہ پردہ الگ ہو جاتا تھا

Marfat.com

اور مقامِ اول میں توقف سے مقامِ ثانی کے انکشاف کے بعد آپ استغفار کرتے تھے۔ یہ چیز درجاتِ قرب اور مشاہدۂ تجلیات میں عین ترقی ہے۔ اور یہ
مـ۴۲ حالت اس زندگی تک ہی نہیں ہے بلکہ ابدالآباد تک یہ حال اسی طریقہ پر رہے
اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی تجلیات کی کوئی حد نہیں ہے۔ پس یہاں غین عین مشاہدہ ہے اور پردہ نشستن (پردہ میں بیٹھنا) پردہ برداشتن (پردہ اٹھانا) کے معنوں میں آتا ہے۔ معلوم ہونا چاہیے کہ اِنَّ لِلّٰہِ سَبْعِیْنَ اَلْفَ حِجَابٍ مِّنْ نُّوْرٍ (یعنی تحقیق کہ اللہ تعالیٰ کے لئے نور کے ستر ہزار پردے ہیں) (اسی کے متعلق) ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ اس سے مراد کثرت اور تعبیر و تاویل ہے، حصر اور تحدید نہیں۔ مگر یہ کہ اس مقامِ قرب سے جبرئیل علیہ السلام نہ گذر سکے۔ اور اس حکم کے بموجب کہ ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس کا مقام متعین نہ ہو اس نے اس حد سے آگے ترقی اور تجاوز نہیں کیا ؎

اگر یک سرِ موئے برتر پرم فروغِ تجلی بسوزد پرم

(یعنی: اگر میں بال برابر بھی آگے کی طرف پرواز کروں (یعنی آگے کی طرف بڑھوں) تو تجلی الٰہی کی زیادتی سے میرے پر جل جائیں۔)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہمیشہ ترقی پر ترقی ہے اور حق کی تجلیات کے رنگ میں آپؐ کے مشاہدات کی ازل سے ابد تک کوئی انتہا نہیں ہے۔

شارحینِ حدیث کی توجیہات

بعض شارحینِ حدیث نے اس غین کی کیفیت کے بیان میں دو وجہیں بتائی ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ اس غین کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چشمِ بصیرت پہ پیدا ہو جانا

Marfat.com

آنکھ پر پلک کے انطباق کے مانند ہے جس طرح کہ آنکھوں پر پلکوں کا جمع ہو جانا اگرچہ ظاہر میں نقصان کی صورت پیدا کرتا ہے اور دیکھنے سے مانع ہوتا ہے کہ باصرہ کا کمال یہی ہے کہ دیکھے لیکن وہ آنکھ کی سیاہی کی تکمیل و تفصیل کا موجب اور گرد و غبار اور دھوئیں اور ان سب چیزوں سے جو اس کو ضرر پہنچائیں اس کا محافظ بھی ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کی آنکھ غیر انفاس کے دھوئیں کے ذرات اور کثرت و آثار کے غبار کے ہیجان سے کدورت نہیں پاتی اور آپ کی بصیرت کا آئینہ زنگ آلود نہیں ہوتا چنانچہ اس غین کا وارد ہونا اور اس پردہ کا ہٹنا اس غبار اور کدورت سے اس کی نگہداشت کرنے کا موجب اور اس کی حفاظت اور صفائی کا سبب ہے پس اگرچہ وہم کی نظر سے دیکھا جائے تو یہ نقصان کی شکل اختیار کر لیتا ہے لیکن حقیقت میں کمال کے تکملہ و تتمہ کے ساتھ مل کر خود کمال بن جاتا ہے۔ اور اس کے باوجود بھی آپ استغفار فرماتے اور کمال محبت اور دیدار کے شوق میں معذرت خواہ ہوتے تھے تاکہ چشم زدن کیلئے بھی جمال محبوب نظر سے نہ ہٹے۔

یک چشم زدن غافل ازاں ماہ نباشم　　شاید کہ نگاہے کند آگاہ نہ باشم

(یعنی: ایک پلک جھپکنے کے وقفہ کے لئے بھی میں اس (محبوب) چاند سے غافل نہیں رہتا شاید کہ کہیں محبوب میری طرف دیکھے اور مجھے پتہ بھی نہ چلے)

دوسری وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس ہمیشہ ترقی کے مقام پر اور رفیق اعلیٰ تک پہنچنے کے شوق میں اور ملکوت سے کہ ان کی اصل خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہے ملنے کے اشتیاق میں رہتی تھی۔

Marfat.com

اور چونکہ قلب، روح کا تابع ہے اور نفس، قلب کا تابع ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ روح کی حرکت اور قلب کا اٹھان زیادہ تیز اور مکمل ہیں نفس کی حرکت سے، پس ناچار نفس اوپر اٹھنے اور مقامِ قرب اور حریم عزت میں داخل ہونے کے وقت روح اور قلب کی مصاحبت اور رفاقت سے جدا ہو جاتا اور تعلق کے ٹوٹنے کا موجب ہوتا تھا کہ وہ ہفت عنصری کی بقا کا سبب ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ اور اس کی غیر محدود رحمت اور مہربانی جو خلق کی تکمیل اور ہدایت کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عنصر شریف کی بقا کی متقاضی ہوتی تھی اس عین کے وجود اور اس پردے کے ہٹنے کو آپؐ کے قلب شریف کی حرکت میں دیر کر دیتی تھی تاکہ وہ کلیتہً روح کی جانب نہ چلا جائے اور عالم قدس کے ساتھ ملحق نہ ہو جائے۔ اور دنیا کا علاقہ ٹوٹ نہ جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کمال شوق اور اس عالم کے جذب و کشش کے سبب اور قلب کی حرکت کے سست پڑ جانے کی وجہ سے اس حکمت اور مصلحت کو سمجھنے اور قبول کرنے کے باوجود امت کی تکمیل اور ہدایت کی حرص میں استغفار فرماتے اور معذرت خواہ ہوتے۔

یہ دو وجوہ شیخ الوقت شہاب الدین[1] سہروردی قدس سرہ کے افادات اور کلمات میں سے ہیں اور طیبی[2] نے اس کو شرح مشکوۃ میں نقل کیا ہے۔

---

[1] ابو حفص عمر بن محمد بن عبداللہ البکری معروف بہ شیخ شہاب الدین سہروردی سلسلۂ سہروردیہ کے سرخیل ہیں ۵۳۹ھ/۱۱۴۴ء میں بغداد میں پیدا ہوئے اور ۶۳۲ھ/۱۲۳۴ء میں وہیں وصال ہوا۔ فقہ اور دیگر علوم میں متبحر تھے۔ علم باطنی اپنے چچا شیخ ابو النجیب سہروردی سے حاصل کیا۔ نہایت متقی اور متبع سنت تھے۔ آپ کی تصنیف عوارف المعارف تصوف کی امہات الکتب میں شمار کی جاتی ہے۔

Marfat.com

معی کی تشریح سب سے زیادہ مناسب ہے

اگرچہ پہلی وجہ کی نزاکت اور دوسری وجہ کی نفاست سے انکار نہیں کیا صلے[۲۶]

سکتا اس کے باوجود مجھے حضرت اصمعیؒ کی بات سب سے زیادہ بھلی لگی ہے۔ اور لب مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتِ شان اور اس کے ادب کے جس کی حقیقت سوائے خدائے تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا زیادہ قریب معلوم ہوتی ہے۔ ہر شخص جو کچھ بھی کہتا ہے اپنی معرفت اور قیاس کے اندازہ اور حد کے مطابق کہتا ہے چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام سب سے بلند ہے لہذا جو کوئی آپؐ کے مقام کے بارے میں کچھ بات بناتا ہے اور آپ کی اس حقیقتِ حال کو جو خدا کے ساتھ ہے کھولتا ہے۔ گویا وہ متشابہات کی تاویل کرتا ہے۔ بیچارہ اصمعیؒ باوجود اس کے کہ لفظ میں گرفتار ہے عجیب و غریب مفہوم و معانی کی طرف گیا ہے لیکن

صحبتِ نبویؐ اور زمانِ نبوت کا اثر

یہ فہم اس کو لغتِ عرب کی جو خود سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی لغت ہے پیروی کی برکت سے حاصل ہوئی تھی اور اس زمین کی آب و ہوا نے تاثیر کی تھی۔ اس نور کی اصل و حقیقت زمانِ نبوتؐ کے قرب کی تاثیر ہے چنانچہ امام علی حکیم ترمذیؒ[۱] کا کہنا ہے کہ میں جوانی میں جو کچھ انوار و آثار پاتا تھا وہ بڑھاپے کے وقت علم و عمل اور معاہدہ کی زیادتی کے باوجود نہ پا سکا۔ اور اس کی وجہ کے

---

[۱] شیخ محمد بن علی حکیم ترمذیؒ طریقہ حکیمہ کے سرخیل ہیں آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ متقدمین مشائخ میں آپ کا شمار ہے۔ امام اعظم حضرت نعمان بن ثابت ابو حنیفہؒ کے احباب میں تھے۔ نفحات میں آپ کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زمانِ رسالتؐ سے جتنا زیادہ بعد ہوتا جاتا ہے اتنا ہی علم و عمل میں ضعف ہوتا جاتا ہے آپ کی وفات ۲۵۵ھ ۸۶۹ء میں ہوئی۔

Marfat.com

سمجھنے میں حیران و پریشان تھا۔ آخر میری سمجھ میں آیا کہ جوانی کی حالت کا کمال سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے قربت کی وجہ سے تھا۔ جب زمانہ قرب کی یہ خاصیت ہے تو عین اس زمانہ کا کیا اثر ہوگا۔ (کیونکہ اس وقت) حقیقت کے جمال سے پردہ ہٹا ہوا تھا اور آفتابِ یقین سمت الراس پر پہنچا ہوا اسی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ کی فضیلت ہر اس شخص پر لا آتی ہے جو اُن کے بعد آیا۔ اور اسی لئے قوت القلوب میں تحریر ہے کہ ایک نے میں جو جمال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑتی تھی اور ایک ساعت کی نشست جو آپؐ کے حضور میں ہوتی تھی وہ بات ظاہر ہوتی اور کام بنتے تھے کہ دوسرا اس کو بہت سی تنہائیوں میں رہ کر اور متعدد چلے کھینچ کر بھی نہیں ظاہر کر سکتا یا بتا سکتا اور باوجود ان چند آیتوں اور حدیثوں کے جو امت کے ان غربا اور آنحضرت ۴۷ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان خاص متبعین کی فضیلت کے بارے میں آئی ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بعد ہوں گے۔ ان کے بارے میں گمان یہ کہ مقصود یہی لوگ ہیں۔

حضورؐ کا فیض اولیاء کیلئے خاص اور تمام امت کے لئے عام ہے

اولیائے امت کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معنوی صحبت دائمی ہے، اور حصولِ انوار اور فیض آثار مستقل اور باقی رہنے والے ہیں۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب توجہ کرنے والے تمام لوگوں کو اور اس کوچہ کے بھکاریوں کو اس نور میں سے حصہ ملے گا بلکہ تمام موجودات اور کل مخلوقات کو آپؐ کے وجود اور رحمتِ عام کے

Marfat.com

...صیب ہیں۔ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ۔ (اور ہم نے تجھ کو
...عالموں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے) اور اگر وہ لوگ رحمت کی قدر نہ سمجھیں
...کفرانِ نعمت کرتے رہیں تو اس کا کسی کے پاس کیا علاج ہو سکتا ہے ؎
...فیض تو چمن چوں کند اے ابر بہار   کہ اگر خار و اگر گل ہمہ پروردۂ تست
...: اے ابر بہار! چمن تیرے فیض و کرم کا اس لئے شکر گذار ہے کہ اس کے کانٹے اور پھل سب
...ے ہی پالے ہوئے ہیں)

ناامید نہیں ہونا چاہئے کیونکہ حقیقتِ محمدیؐ کے بھی اسی طرح ادوار ہیں
...طرح آسمان کے دورے ہیں۔ جب تک دورہ ہوا نسبت کس کے ساتھ
...م کی جائے ۔ اور ایک ستارہ کی نظر آپؐ کے صفات اور کمالات کے
...ب میں سے کس پر پڑے اور کس کے چہرے پر چمکے۔ جب تک کہ آپؐ سے کے
...ں کی پیشانی سے کمال کا نور ظاہر ہو اور عزتِ اسلام کے معنی آپؐ کی
...ت میں پیدا ہوں۔ غالباً یہ دورہ ایک سو سال میں ہوتا ہے: يُبْعَثُ لِهٰذِهِ
...صدی میں ایک مجدد پیدا ہوتا ہے | الْأُمَّةِ عَلَىٰ رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِينَهَا
...امتِ محمدیہ کے لئے ہر سو سال میں کوئی ایک شخص ایسا پیدا کیا جاتا ہے جو اس
...کو دین پر چلنے کا حکم دیتا ہے) ۔ اب یہ گیارھویں صدی ہجری
...یکھئے اس دولت کا سکہ کس کے نام رہتا ہے۔ وہ ایسا آدمی ہونا چاہئے کہ
...ت کا اعجاز اس کے ہاتھ پر ہو تاکہ اس زمانے کے عام انسانوں کو کہ جو حقیقت
...لعب سمجھنے لگے ہیں اور جنھوں نے اپنی جدوسعی میں ہزل کی آمیزش کر لی ہے

اعجاز اور قوت کے زور سے ایسا متاثر کیا جائے کہ ان کو دم مارنا ممکن نہ
حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ
وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا
یہاں تک کہ تنگ ہو جائے ان پر زمین باوجود اپنی وسعت اور کشادگی کے اور تنگ ہو
ان پر خود ان کی ذات اور وہ جان جائیں کہ کوئی پناہ کی جگہ نہیں ہے سوائے اللہ
کی ذات کے۔ پھر وہ ان کی طرف متوجہ ہو)

۴۸ روئے زمیں ز تیرگی منکران عشق محتاج شست و شوی دگر شد کجا ست
(یعنی: منکرانِ عشق کی تیرگی سے تمام روئے زمین دوبارہ شست و شو کی محتاج ہو
اب نوح علیہ السلام کہاں ہیں یعنی وہ طوفان آئے اور سطح زمین کو اس تیرگی کو دھو ڈالے) لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

وصل ۱۱

مشائخ کی لغزش حال اور سکر کے غلبہ کے سبب سے

پھر میں کہاں گرا اور کہاں سر اٹھایا (یعنی میں کہاں سے کہاں پہنچ گیا) بات یہاں سے چلی تھی کہ مشائخ کی لغزش کی وجہ حال سکر کا غلبہ ہے، اور وہ حال صحیح اور نسبت درست ہے لیکن وہ قول و فعل جو حال کے غلبہ سے نمودار اور صادر ہو، اقتدا کا محل اور اتباع کے قابل نہیں مشائخ اس کے صدور میں معذور ہیں، اور ایسے ہی ہیں کہ گویا کوئی اختیار نہ رکھتے۔ کچھ مثالیں اقوال و افعال سے بطورِ کلیہ اور اجمال ذکر کر دی گئی اب اگر ان میں سے بعض جزئیات تفصیل سے ذکر کریں تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن اقوال میں تعرض (اعتراض) کرنے کے لئے وقت میں گنجائش نہیں

Marfat.com

وہ فنا اور توحید کے اشاروں کے باب میں ہے۔ لہٰذا اس میں قیل و قال مناسب نہیں ہے۔ افعال کی جنس سے کچھ حکایتیں مذکور کی جاتی ہیں شاید اس سے مقصد حاصل ہو جائے۔

شیخ شبلیؒ کا ایک واقعہ

مثلاً کہا جاتا ہے کہ حضرت شبلی[1] قدس سرہ کا بیٹا فوت ہو گیا (جس کے صدمہ کی تاب نہ لا کر) لڑکے کی ماں نے کمزوری کا اظہار کیا اور بہت رونا اور چلانا شروع کیا اور اپنے سر کے بال نوچ ڈالے۔ اور شیخ شبلیؒ نے بھی اپنی داڑھی مونڈ ڈالی اور بیٹھ گئے۔ اہلِ بغداد ان کی خدمت میں (تعزیت کے لئے) آئے لیکن اُن کی اس حرکت (داڑھی مونڈی ہوئی) سے بہت بیزار ہوئے اور کسی شخص نے بھی ان کے بیٹے کی تعزیت ان سے نہ کی۔ آخر شیخ شبلیؒ کے دوستوں میں سے ایک نے دریافت کر ہی لیا کہ "آخر یہ کیا حرکت تھی جو تم نے کی، اور یہ کہ ایسی حرکت کس لئے کی"؟ انھوں نے جواب دیا "اپنی گھر والی کی موافقت میں"۔ لوگوں نے کہا "حقیقت حال بیان کیجئے، اس جواب سے ہماری تسلی نہیں ہوئی۔ اہل و عیال کی تقلید میں تو ایسی حرکت نہیں کرنی چاہئے"۔ شبلی نے کہا "اگر تم لوگ صحیح بات پوچھتے ہو تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ مجھے یہ بات معلوم ہے کہ جو کوئی دوسرے کو حق بات کرنے کی ہدایت کرتا ہے اور خود غافل رہتا ہے وہ لعنت کا سزاوار اور خدائے تعالیٰ کی

---

[1] آپ کا نام جعفر اور کنیت ابوبکر تھی۔ خراسان کے قصبہ شبلہ کے رہنے والے تھے اس لئے شبلی کے نام سے مشہور ہوئے۔ مالکی فقہ کے متبع اور حضرت جنید بغدادی سے مرید تھے۔ سکر کا غلبہ تھا اور ہمیشہ ذکر اسم ذات (اللہ۔ اللہ) کیا کرتے تھے۔ ۲۴۷ھ / ۸۶۱ء میں ولادت اور ۲۷ ذی الحجہ ۳۳۴ھ / ۹۴۶ء میں انتقال ہوا۔ مزار بغداد میں ہے۔

دوری کا مستحق ہو جاتا ہے اور رحمتِ حق کی نظر سے گر جاتا ہے۔ میں نہیں چاہتا
۴۹ کہ لوگ میرے پاس تعزیت کے لئے آئیں، دستور اور عادت کے مطابق باتیں
بنا کر اِنَّا لِلّٰہِ کہیں اور نصیحت کریں۔ لیکن ان کے دل حق تعالیٰ سے غافل اور
محجوب ہو جائیں اور اس طرح وہ لعنت ملامت کے مستحق ہوں۔ اور میں اس
سب معاملہ کا سبب بنوں۔ پس میں نے اپنی ڈاڑھی قربان کی اور اس طرح خلقِ خدا
کو ہلاکت اور نقصان کے بھنور سے بچا لیا۔"

اب دیکھئے کہ اس میں کیسی سچی نیت اور گہری نظر ہے، ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کی کسقدر تعظیم اور حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی کتنی عظمت ہے اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر ان کی کسقدر شفقت و رحمت ہے۔ اور یہ سب کچھ سینہ کے احوال اور بلند مقامات کا کرشمہ ہے۔ لیکن اس فعل کا صدور کہ اس نیت سے ڈاڑھی مونڈی جائے شریعت میں جائز نہیں ہوگی اور کسی ذی فہم سے اس قسم کا کام سرزد نہیں ہوتا۔ دیکھئے کہ علم و عمل، تقوی اور ریاضت کی رو سے ان کا درجہ کتنا بلند ہے اور اس نیت اور غلبہ اور اس حال کے باوجود اُن سے یہ فعل صادر ہوا تو کتنی شدت کے ساتھ غلبہ و بے اختیاری اور مستی نے زور مارا ہوگا۔ مگر اصل میں قاعدہ یہ ہے کہ نیت مباحات اور مستحبات میں چلتی ہے نہ کہ حرام اور مکروہ باتوں میں۔ یہ مقام وہ ہے جہاں ان کی اس حالت و کیفیت پر مجنونوں کا حکم لگایا جائے گا۔ واللہ اعلم

شبلیؒ کے سکر کی کیفیت

شیخ شبلی قدس سرہ اہلِ وجد کے امام اور ارباب سکر حال کے سرخیل تھے۔ ان کے برابر کسی دوسرے کو

Marfat.com

اس میں بھی نہیں لا سکتے۔ حال کے غلبہ میں اپنے آپے سے اس حد تک بے خبر اور مستغرق وغائب ہو جاتے تھے کہ کہا جاتا ہے کہ بھوؤں اور پلکوں کے بالوں تک نوچ ڈالتے تھے۔ بعض اوقات اپنے گوشت اور اپنی کھال تک کو زنبور سے پکڑ لیتے تاکہ محض تکلیف کی بنا پر تھوڑی دیر کے لئے ہوش میں آجائیں اور ان کو اس بیہوشی اور سکر سے نجات مل جائے۔ ان کے زمانے کے لوگ ان کو دیوانہ کہتے اور مجنوں سمجھتے تھے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے دور کے عقلا میں سے تھے کیونکہ: اَکْیَسُ النَّاسِ اَزْھَدُھُمْ فِی الدُّنْیَا (یعنی: سب سے زیادہ عقلمند وہ شخص ہے جو کہ دنیا کی طرف سے سب سے زیادہ بے رغبت ہو) سچی بات یہ ہے کہ اس دیوانگی پر لاکھوں عقلیں قربان ؎

دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی　　دیوانۂ تو ہر دو جہاں را چہ کند

(یعنی: تو نے دیوانہ کر کے دونوں جہان بخشدیئے (لیکن) تیرے دیوانے کو دونوں جہان سے لینا ہی کیا ہے)

شبلیؒ کی تعظیم کا ایک واقعہ

روایت ہے کہ ایک روز وہ (شبلی قدس سرہ) حضرت ابوبکر مجاہد[1] رحمۃ اللہ علیہ کے پاس (جو اپنے دور کے بڑے عالموں میں تھے) گئے۔ ابوبکر مجاہدؒ کی نظر جیسے ہی اُن پر پڑی کھڑے ہو گئے اور اُن (شبلیؒ) کی پیشانی کو بوسہ دیا اور پوری تعظیم کے ساتھ اپنے پہلو میں بٹھایا۔ فقہا کی وہ جماعت جو ابوبکرؒ کے پاس موجود تھی

---

[1] احمد بن موسیٰ بن العباس التمیمی البغدادی، المعروف بہ ابوبکر بن مجاہدؒ۔ آپ کا شمار اس زمانہ کے شہور قراء میں ہوتا تھا۔ خلق وادب میں بے مثل اور جود وسخا میں لاثانی تھے۔ ولادت ۲۴۵ھ اور انتقال ۳۲۴ھ بغداد میں ہوا۔ متعدد کتابوں کے مصنف تھے جن میں القرأۃ الکبیر، کتاب القراءت، قراءۃ السبعۃ، قراءۃ علیؓ بن ابی طالب وغیرہ زیادہ مشہور ہیں۔

Marfat.com

کہنے لگی "تم شبلیؒ کے ساتھ ایسا عمل کرتے ہو، حالانکہ تم خود اور تمام لو
ان کو مجنوں سمجھتے ہیں"۔ ابوبکرؒ نے کہا "یہ فعل میں نے ہی نہیں کیا بلکہ
کچھ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا ویسا ہی کیا ہے۔ چنا
آج رات میں نے خواب میں دیکھا کہ شبلیؒ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وس
کے حضور میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھتے ہی کھڑے
ہو گئے اور ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور اپنے پہلو میں بٹھایا۔ میں نے دریافت
کیا "یا رسول اللہ یہ باتیں جو آپؐ شبلیؒ کے ساتھ کرتے ہیں، وہ کس بنا پر
اکرام اور تعظیم کے مستحق ہیں؟" آپؐ نے فرمایا "وہ ہر نماز کے بعد یہ آیت پڑھتے
لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ
بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ (یعنی: تحقیق کہ تمہارے پاس تمہارے ہی قبیلہ
اور گروہ میں سے ایک رسول آیا جس پر تمہاری ہر تکلیف گراں گذرتی ہے وہ تمہا
ہدایت پر حریص ہے اور مؤمنین سے محبت کرنے والا ہے اور اُن پر مہربان ہے۔
اور اس کے بعد درود بھیجتا ہے۔

شبلیؒ کا ایک اور واقعہ

شیخ شبلی قدس سرہ ہی سے (متعلق) ایک یہ بھی
روایت ہے کہ ایک دن ان کے دل میں یہ بات
ڈالی گئی کہ "تو بخیل ہے"۔ (اسلئے) انھوں نے عہد کیا کہ جو کچھ آج فتوح سے
حاصل ہوگا اسے اُس پہلے فقیر کو دیدوں گا جو سامنے آئے گا۔ (چنانچہ اس دن
پچاس دینار اُن کو ملے، انھوں نے وہ دینار لئے اور باہر آئے۔ گذرگاہ پر
ایک ایسا فقیر ملا جس کی بینائی جاتی رہی تھی اور وہ ایک حجام کے پاس

بیٹھا ہوا سر منڈوا رہا تھا۔ شبلیؒ نے (دیناروں کی) وہ تھیلی اس کو دی تو اس نے کہا "مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے، اس حجام کو دیدو جو خدمت کرتا ہے" شبلیؒ نے کہا "اس تھیلی میں دینار ہیں" اس نے شبلیؒ کی طرف منہ کر کے کہا "ہم نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم بخیل ہو" پس شبلیؒ نے دینار اس حجام کے سامنے رکھدیئے۔ حجام کہنے لگا "ہمارا یہ عہد ہے کہ فقیروں کی خدمت اجرت لے کر نہیں کریں گے" پس شبلیؒ نے وہ تھیلی اٹھائی اور لے جا کر دریائے دجلہ میں ڈال دی اور کہا "جس شخص نے تجھے عزت دی اللہ تعالیٰ نے اسے ذلیل کیا"

اس موقعہ پر علمائے ظاہر کہتے ہیں کہ "انھوں نے اسراف کیا کہ تھیلی کو دریا میں ڈال دیا" لیکن یہاں یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ انھوں نے جو کچھ کیا اس کی تحریک کہاں سے ہوئی تھی۔ واللہ اعلم

شبلیؒ کا ایک تیسرا واقعہ

ایک مرتبہ شبلی قدس سرہٗ نئے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ لوگوں نے ان کے کپڑے کا دامن چاک کر کے کہا کہ "علم اس بات کا حکم دیتا ہے کہ نئے کپڑے کے ٹکڑے کر دیئے جائیں اور اس کو ضائع کر دیا جائے" شبلیؒ نے کہا "علم اس بات کا حکم دیتا ہے کہ گھوڑوں کے ٹخنے کی رگیں کاٹ دو اور ان کو ذبح کرو" (اس بات میں) حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے قصہ کی طرف اشارہ تھا کہ انھوں نے گھوڑوں کی پیشانی کے بال پکڑ رکھے تھے اتنے میں سورج غروب ہونے کے قریب ہوا اور عصر کی نماز کا وقت گذر گیا۔ پس اس جرم کی مکافات میں اور توبہ کے ارادہ سے انھوں نے گھوڑوں کے ٹخنہ کی رگیں کاٹیں اور ان کی گردن ماری چنانچہ

Marfat.com

قرآن شریف میں اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا: فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوقِ وَالْأَعْنَاقِ (یعنی: پس شروع کیا ہاتھ پہنچانا اس کی پنڈلی تک اور گردن تک) یعنی خدا کے ذکر کی غیرت کے سبب اس کو ذبح کر دیا اور اس کی پنڈلی کاٹ دی۔ بعض لوگوں نے مسح سوق اور اعناق کو ظاہر پر محمول کیا ہے یعنی گھوڑوں کی پنڈلی اور گردن پر ہاتھ پھیرا اور ان کو آزاد کر دیا۔

ارباب احوال کے نزدیک ان حکایات کی حیثیت

اکثر ارباب احوال ان حکایتوں کو جو مثال کے طور پر نقل کیا ہے اس کا مقصد نفس کی ریاضت، اس پر سختی برتنے، مشقت میں ڈالنے اور مقام توحید و توکل کی تحقیق اور وسائط و اسباب سے قطع نظر کرنے کے لئے ہے۔ ص۵۲

ابو حمزہ خراسانیؒ کا واقعہ

امام عبداللہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ[1]، ابو حمزہ[2] خراسانی قدس سرہ کے محاسن بیان کرتے ہوئے نقل کرتے ہیں کہ "انھوں نے کہا کہ میں حج کے لئے گیا۔ راستہ میں (ایک کنواں) تھا۔

---

[1] امام عبداللہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ یمن کے رہنے والے تھے۔ کنیت ابو السعادات اور لقب عفیف الدین تھا۔ شافعی فقہ کے پیرو اور صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔ علوم ظاہری اور باطنی میں ایک امتیازی درجہ رکھتے تھے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے بے حد عقیدت تھی۔ آپ کی متعدد تصانیف ہیں جن میں تاریخ یافعی، تکملہ روضۃ الریاضین اور نشر المحاسن مشہور ہیں۔ ان کتابوں میں آپ نے خصوصیت سے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے حالات اور خوارقِ عادت کا ذکر کیا ہے۔ آپ کی وفات ۲۱ جمادی الاول سنہ ۷۶۸ھ یکشنبہ کے دن ہوئی۔ مکہ معظمہ میں حضرت فضیل بن عیاض کے مزار کے متصل جنت المعلیٰ میں دفن ہوئے۔ (۱۲ اپریل ۱۳۵۹ء)

[2] حضرت شیخ ابو حمزہ خراسانی قدس سرہ نیشاپور کے رہنے والے اور مشائخ کبار میں سے تھے

(باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

میں اپنی دھن میں چلا جا رہا تھا) کہ یکایک اس کنوئیں میں گر پڑا۔ اب میرے نفس میں اور مجھ میں جنگ شروع ہو گئی (نفس کا کہنا تھا) کہ "فریاد کر تاکہ کوئی سنے اور تجھے کنوئیں سے باہر نکالے"۔ میں نے کہا "خدا کی قسم میں ہرگز فریاد نہیں کرونگا اور سوائے خدائے تعالیٰ کے اور کسی سے مدد نہیں چاہوں گا اور جب تک حق تعالیٰ اپنی قدرت سے پردۂ غیب سے غیر فطری اسباب نہیں پیدا کرے گا باہر نہیں نکلوں گا"۔ (ابھی میں اپنے نفس سے انہی باتوں میں مشغول تھا) کہ یکایک دو آدمی کنوئیں کی منڈیر پر آئے اور آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ "یہ کنواں بالکل سر راہ واقع ہے ہم اس کو بالکل پاٹ دیں تاکہ اس میں کوئی گرے نہیں"۔ چنانچہ انھوں نے کنوئیں کے منہ کو بند کر دیا اور اس کا نشان ہی مٹا ڈالا۔ اس دوران میں کہ وہ کنوئیں کا منہ بند کر رہے تھے میرا ارادہ ہوا کہ شور کروں اور اُن کنوئیں کے بند کرنے والوں کو اپنے حال سے آگاہ کر دوں۔ پھر میں نے اپنے جی میں کہا کہ "جو میں نے اپنے پروردگار کے ساتھ عہد کیا ہے اسے ہرگز نہیں توڑوں گا"۔ چنانچہ میں نے صبر کیا۔ اس کے بعد (ابھی تھوڑا ہی وقت گذرا تھا کہ) ایک اور جماعت آئی اور ان لوگوں نے کنوئیں کا منہ کھول دیا۔ اس مرتبہ بھی میں نے چاہا کہ "فریاد کروں" لیکن میں نے پھر یہی کہا "میرا

(بقیہ از صفحۂ گذشتہ) حضرت جنیدؒ بغدادی کے معاصر اور حضرت شیخ ابوسعید خراز کے صحبت یافتہ تھے۔ آپ کا توکل بہت بڑھا ہوا تھا۔ چنانچہ کنوئیں کا واقعہ جو حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے آپ کے توکل کی ایک عمدہ مثال ہے۔ اس واقعہ کا ذکر حضرت شیخ علی ہجویریؒ (داتا گنج بخش) نے اپنی مشہور آفاق تصنیف کشف المحجوب میں بھی کیا ہے۔ آپ کی وفات ۲۹۲ھ میں ہوئی۔

پروردگار بمقابلہ ان لوگوں کے مجھ سے زیادہ قریب ہے۔ اگر میں اس کے علم پر اکتفا کروں تو تھوڑی دیر اور خاموش رہوں۔ (اتنے میں) ناگاہ ایک شیر ظاہر ہوا اور اس نے اپنا پاؤں کنوئیں میں لٹکایا گویا وہ مجھے اشارہ کر رہا تھا کہ میں اس کے پاؤں میں لٹک جاؤں۔ چونکہ اس طرح شیر کا آنا قطعاً غیر فطری امر تھا اس لئے میں نے خیال کیا کہ یہ منجانب اللہ ہے۔ چنانچہ میں نے اس کا پاؤں پکڑ لیا اور باہر نکل آیا۔ تو ہاتف نے ندا دی (یَا اَبَا حَمْزَۃَ اَلَیْسَ ھٰذَا اَحْسَنَ نَجَّیْنَاکَ مِنَ التَّلَفِ بِالتَّلَفِ (یعنی: اے ابو حمزہ کیا یہ (امر) بہترین نہیں ہے کہ ہم نے تجھے ہلاکت سے ہلاکت کے ذریعے رہائی دی) (یعنی شیر کے ذریعہ جو خود انسان کو ہلاک کر دیتا ہے ہلاک ہونے سے بچا لیا)۔ اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ شیر آیا اور کنوئیں کا منہ کھولدیا اور پھر پاؤں کے ذریعہ نکال لیا۔

۵۳ حضرت ذوالنونؒ کا اللہ پر بھروسہ

حضرت ذوالنون[1] مصری قدس سرہ کے بارے میں روایت ہے کہ وہ ایک گاؤں میں پہنچے۔ جب رات ہوئی تو گاؤں والوں کو دیکھا کہ وہ بے حد پریشان ہیں، دروازے بند کر رہے ہیں اور مکانوں کے کونوں اور گوشوں میں چھپے جا رہے ہیں۔ حضرت ذوالنونؒ نے پوچھا کہ "یہ کیا معاملہ ہے اور تم لوگ یہ سب کچھ کیوں اور کس کے ڈر سے کر رہے ہو؟" انھوں نے کہا یہاں کا یہ معمول بن گیا ہے کہ جب

[1] حضرت ذوالنون مصری کا نام ثوبان بن ابراہیم تھا کنیت ابو عبداللہ اور ابوالفیض تھی۔ مصر کے رہنے والے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ امام مالکؒ سے علوم شرعیہ کی اور اسرافیل سے علم باطنی کی تعلیم کی تھی۔ صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔ اہل ملامت کے پیشوا سمجھے جاتے ہیں۔ ۲۶ شعبان ۲۴۵ھ کو فوت ہوئے۔ مزار مصر میں ہے۔

Marfat.com

ہوتی ہے تو ایک شیر جنگل سے نکلتا ہے اور جس کسی کو پاتا ہے مار ڈالتا ہے ہمارا
خوف وہراس اسی کی وجہ سے ہے"۔ بشریت کے تقاضے کے مطابق ذوالنون کے
دل میں بھی ہراس پیدا ہوا۔ انھوں نے چاہا کہ گاؤں کے لوگوں کی طرح وہ بھی چھپ
جائیں۔ لیکن پھر وہ اپنے دل میں کہنے لگے کہ " فاعلِ حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہے،
عمل اسی کا فعل ہے اور ارادہ اسی کا ارادہ ہے، شیر کیا چیز ہے کہ اس سے ڈرا جائے:
لا تتحرک ذرۃ الا باذن اللہ (یعنی: کوئی ذرہ بھی ایسا نہیں جو اس کے حکم کے بغیر
حرکت کر سکے)۔ یہ سوچ کر خدائے تعالیٰ پر توکل کیا اور گاؤں کے باہر اس جگہ
جا بیٹھے جہاں شیر آیا کرتا تھا۔ اور رات وہیں گزار دی۔

علماء کا کہنا ہے کہ یہ اقدام جان کے ہلاک ہونے اور اس کو خطرہ میں جھونکنے
کا موجب تھا اور شریعت میں یہ بات جائز نہیں: وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى
التَّهْلُكَةِ (یعنی: اور جان بوجھ کر اپنی جان کو خطرہ اور ہلاکت میں نہ ڈالو)

اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہاں درحقیقت مراد عام مخلوق سے ہے کہ ان کی
چشم بصیرت مشاہدۂ حق اور اس کے کاموں کو دیکھنے سے محروم ہے (ان کی چشم بصیرت
سے حقیقت اور اللہ تعالیٰ کے کام چھپے ہوئے ہیں) لیکن ارباب توحید و توکل کے لئے
کہ جن کی نظر ہمت سے اسباب اور ذرائع ساقط ہو جاتے ہیں اور جن کو عین الیقین کے
درجہ میں پہنچ کر معلوم اور ظاہر ہو جاتا ہے کہ بغیر اس کے ارادہ اور فعل کے کوئی بات واقع
نہیں ہو سکتی۔ گوشۂ عافیت میں چھپ جانا اور جنگل میں جا کر بیٹھ جانا یکساں ہے۔
اَيْنَمَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ (یعنی تمہیں موت پالے گی
خواہ تم مضبوط برجوں میں بھی جا کر بیٹھو)۔ واللہ اعلم

Marfat.com

مصرع ۵۴

ابوالحسن نوری کے ایثار کا واقعہ

شیخ ابوالحسن نوریؒ[1]، اللہ تعالیٰ ان کی قبر نورانی کرے۔ اپنے عزیز غلام کی جس کا احمد بن غالب تھا، اور جو صوفیہ کے گروہ کا انکار کرتا اور کفر و زندقہ میں مبتلا تھا مشقت کے بارے میں ذکر کرتے ہیں کہ جب خلیفہ نے فقراء کو گرفتار کرنے کا حکم دیا اور اس جماعت کو جس میں نوری قدس سرہ بھی تھے مارنے کا فرمان جاری کیا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ جلاد آیا اور اس نے تلوار کھینچ کر ایک طرف سے قتل کرنا شروع کر دیا۔ اس وقت شیخ سب سے پہلے دوڑے اور تواجد میں آکر جلاد کے پاس جا کھڑے ہوئے تاکہ وہ اُن کی گردن مارے۔ جلاد کہنے لگا "آخر تمہارا مقصد کیا ہے کہ تم سب سے پہلے خود کو قتل کے لئے پیش کر رہے ہو" آپؒ نے فرمایا: اُس طریقے کے سلوک میں میری روش ایثار کی رہی ہے، اب جبکہ زندگی مستعار کا صرف ایک لمحہ باقی رہ گیا ہے میں چاہتا ہوں کہ اس کو بھی اپنے بھائیوں پر قربان کر دوں" جلاد یہ کلمہ سُن کر حیران و ششدر رہ گیا۔ لوگوں نے یہ خبر خلیفہ تک پہنچائی۔ خلیفہ نے قاضی کو حکم دیا کہ وہ اس حال کی تفتیش کرے اور تحقیق کرے کہ آخر یہ کونسا گروہ ہے اور ان کا مذہب کیا ہے؟ — قاضی نے نوریؒ سے عبادتوں

---

[1] نام احمد بن محمد یا محمد بن محمدؒ اور لقب ابن بغوی تھا۔ آباؤ اجداد بغشور کے رہنے والے تھے۔ لیکن آپ بغداد میں پیدا ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کے نورِ باطن سے تاریک گھر بھی روشن ہو جاتا تھا۔ نیز اس نور سے مریدوں کے اسرار سے آگاہ ہو جاتے تھے۔ اس لئے آپ نوری کے لقب سے زیادہ مشہور ہیں۔ حضرت سری سقطیؒ کے مرید اور حضرت جنید بغدادیؒ کے اقران میں سے تھے۔ راہِ طریقت میں مجتہد کا درجہ رکھتے تھے۔ آپ کے طریقہ کو نوریہ کہا جاتا ہے۔ صاحبِ وجد و حال بزرگ تھے۔ ۲۹۵ھ/۹۰۸ء میں وصال ہوا۔

طہارت اور نماز وغیرہ کے بارے میں سوالات کیئے۔ نوری نے تمام سوالات کے تشفی بخش جوابات دیئے اور کہا اَمَّا بَعْدُ هٰذَا فَاعْلَمْ اَنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا یَسْمَعُوْنَ بِاللّٰهِ وَیَنْطِقُوْنَ بِاللّٰهِ وَیَرِدُوْنَ بِاللّٰهِ وَیَصْدُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَیَأْکُلُوْنَ بِاللّٰهِ وَیَلْبَسُوْنَ بِاللّٰهِ (یعنی: پس جان کہ خدا کے بندے صرف اللہ کے لئے ہیں، وہ اللہ کے لئے سنتے ہیں، اور اللہ کے لئے بولتے ہیں، اور اللہ کے لئے آتے ہیں اور اللہ کے لئے نکلتے ہیں، اور اللہ کے لئے کھاتے ہیں اور اللہ کے لئے پہنتے ہیں)۔

قاضی کے دل پر نوری کے کلام سے ایک ہیبت طاری ہوئی اور اس نے زور زور سے رونا شروع کر دیا۔ وہ خلیفہ کے پاس گیا اور اس سے کہا "اگر یہ جماعت زندیقوں کی ہے تو پھر روئے زمین پر ایک بھی مسلمان نہیں ملے گا ؎

۵۵ کافرانِ رہ عشقیم اگر انصاف است — صد مسلمان تو اے خواجہ و یک کافرِ ما

(یعنی: ہم لوگ راہِ عشق کے کافر ہیں۔ اور اگر انصاف سے دیکھا جائے تو اے خواجہ تمہارے سو مسلمان اور ہمارا ایک کافر برابر ہے)

پس ان سب کو چھوڑ دیا گیا اور ان سے معذرت چاہی گئی۔

یہاں یہ کہا جاتا ہے کہ شیخ نوریؒ کا یہ تواجد اور ان کا جلاد کی طرف اتنی تیزی سے جانا اپنی جان کے قتل کے سلسلہ میں اس کی امداد کرنا تھا۔ اور شریعت کے فتویٰ کے مطابق یہ بات جائز نہیں۔ کیونکہ قتل نفس پر اعانت کرنا دوسرے کی املاک میں تصرف کرنے کے مانند ہے۔ آدمی کا وجود خود اس کی اپنی کوشش سے نہیں بلکہ وہ حق کی مرضی سے پیدا ہوا ہے۔ اس کو کیا حق ہے کہ وہ اپنی بقا یا اپنی فنا چاہے۔ اسے تو چاہیئے کہ وہ ادب کے حدود سے واقف ہو۔ اسی لئے یہ بات ہر

کہ اپنی جان کو ہلاک کرنا اور اس کے قتل میں مدد دینا شرع کے فتوی کے مطابق جائز نہیں۔ اور اس بحث سے جو کی گئی ہے خود یہ بات لازم آتی ہے اور عبودیت کا ادب بھی یہی ہے۔ لیکن خدا جانتا ہے کہ جس حال اور مستی کا ان پر غلبہ ہوا وہ کہاں سے ہوا۔ اور اس وقت وہ سلوک و شہود کے کس مقام اور کس منزل میں تھے۔ نوری قدس سرہ بڑی شان کے امام اور حضرت جنیدؒ کے اقران میں سے نیز ارباب سکر اور وجد و حال میں سے تھے۔

نوریؒ کا ایک اور واقعہ

ایک مرتبہ لوگوں نے حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے پاس یہ خبر پہنچائی کہ "تین دن ہو گئے ہیں کہ ابوالحسن نوریؒ نے کھانا نہیں کھایا ہے اور نہ وہ سوئے ہیں صرف اللہ اللہ کہتے اور تواجد کرتے ہیں"۔ انھوں نے دریافت کیا "ان کی نمازوں کا کیا حال ہے"۔ لوگوں نے کہا "نماز تو پڑھتے ہیں بلکہ جتنا وقت نماز میں گذارتے ہیں اتنے وقت تک ہوشیار رہتے ہیں۔ جب نماز سے فارغ ہو جاتے ہیں پھر وہی سرمستی طاری ہو جاتی ہے"۔ انھوں نے فرمایا "اللہ کا شکر ہے کہ وہ محفوظ ہیں اور ان کی حالت درست ہے"۔

روایت ہے کہ حضرت جنید رضی اللہ عنہ غلام خلیل کی آزمائش کے
ص ۵۶ موقعہ پر فقہا کے پاس گئے اور ابو ثور[1] کے مذہب میں داخل ہو گئے اور اس طرح

---

[1] نام ابراہیم بن خالد کلبیؒ، کنیت ابو عبداللہ اور لقب ابو ثور ہے۔ بغداد میں تقریباً ۱۷۰ھ میں ولادت اور ۲۷ صفر ۲۴۰ھ کو ستر سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ مشہور ائمہ مجتہدین میں سے ہیں اور بہت سے مسائل میں جمہور سے منفرد ہیں۔ حافظ ذہبی نے ان کو الامام المجتہد الحافظ لکھا ہے امام مسلم، ابوداؤد اور ابن ماجہ تینوں آپ کے شاگرد ہیں۔

خود کو اُن لوگوں کے شر سے نجات دلائی جو خدائے تعالیٰ کو بھولے ہوئے تھے۔ پھر جب شیخ ابوالحسن نوریؒ ان کے پاس آئے تو وہ غصہ اور عتاب کی حالت میں تھے۔ کہنے لگے "تم فقہا اور عقلا کے پاس ہو آئے ہو۔ لہٰذا اب ہم دیوانوں اور بلا آشناؤں کے درمیان نہ آؤ اور اس راہ کی باتیں مت کرو"۔ واللہ اعلم

کسی شیخ کی نفس کشی کا واقعہ

اربابِ احوال میں سے ایک کے بارے میں جو حضرت جنیدؒ کے مشائخ کے طبقہ میں تھے یہ بھی روایت ہے کہ ایک رات اُن کو غسل کی حاجت ہوگئی۔ ہوا نہایت ٹھنڈی اور ان کا جسم نہایت کمزور تھا لہٰذا ان کے نفس نے گرانی اور سستی کی۔ پس نفس کی کراہت پر خرقہ کو بھی جو پہنے ہوئے تھے حوض کے اندر جو تمام کا تمام یخ بستہ تھا ڈال دیا۔ اس طرح روایت کی جاتی ہے کہ وہ خرقہ جو اُن کے بدن پر تھا انتہائی وزنی تھا۔ اللہ تعالیٰ ہی کو خوب معلوم ہے کہ یہ بات مبالغہ سے کہی گئی ہے یا اس میں کچھ حقیقت ہے کہ ان کا خرقہ ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر تھا۔ دوسرے یہ کہ انھوں نے اس خرقہ کو خشک نہیں کیا بلکہ اسی کو پہنے بیٹھے رہے اور سو بھی گئے۔ یہاں تک کہ کافی عرصہ کے بعد وہ خرقہ ان کے بدن پر ہی خشک ہوگیا ——— یہاں یہ کہا جاتا ہے کہ یہ نفس کو عذاب دینا اور تکلیف پہنچانا ہے۔ ایک اعتراض یہ بھی کرتے ہیں کہ آخر اس طرح کا بھاری بھرکم خرقہ پہننے کیلئے آیا کہاں سے تھا۔

ایک بزرگ کا مجاہدہ

ایک اور بزرگ کے بارے میں یہ بھی روایت ہے کہ وہ ننگے پاؤں حج کو جا رہے تھے۔ اگر ان کے پاؤں میں

Marfat.com

کانٹے چبھتے تھے تو وہ ان کو نکالتے نہیں تھے۔ اور ان کی آنکھوں میں جو تنکا وغیرہ آجاتا تھا اس کو اس نمدہ اور ٹاٹ سے صاف کر لیتے جو وہ پہنے ہوئے تھے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ رفتہ رفتہ ان کے پاؤں ورم کر گئے اور آنکھیں جاتی رہیں اور وہ خود ہلاکت کے قریب پہنچ گئے۔

نفس کشی کا ایک اور واقعہ

(ارباب حال میں سے) ایک اور بزرگ کے بارے میں روایت کی جاتی ہے کہ تیس سال کی مدت
سے ان کا دل ایک مخصوص کھانے کی خواہش کر رہا تھا لیکن وہ اس بات پر ص۵۷
راضی نہ ہوئے کہ نفس کو وہ کھانا دیا جائے اور اس کی خواہش کو پورا کیا جائے۔

اتباعِ نفس کی سزا

ایک اور بزرگ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ بھوکے تھے۔ کچھ روز بعد ان کو انگور کا ایک دانہ ایک ہرے پتّے کے ساتھ جڑا زمین پر پڑا ہوا ملا۔ ان کے نفس نے بحالتِ اضطرار اس دانہ یا پتے کو زمین سے اٹھایا اور منہ میں رکھ لیا۔ لیکن بعد کو انھوں نے اس کام کی پاداش میں اپنے نفس کو دو تین سال تک ریاضت و مجاہدہ میں رکھ کر گھلایا اور خود بھوک کی آگ سے جلتے رہے۔

نفس کیلئے علاج بالضد

ارباب سکر و حال کے اس قسم کے افعال کی بہت سی مثالیں نقل کی گئی ہیں اور ان افعال کے کرنے میں ان حضرات کا قصد نفس کی ریاضت، حال کی تحقیق اور اس کے کنہ و حقیقت تک پہنچنے کا ہوتا ہے۔ یہ باتیں نفس کا علاج کرنے والے اختیار کرتے ہیں۔ یہ بات لازمی ہے کہ علاج بالضد ہو۔ نفس کی حالت ایسی

کہ جب تک کام میں اتنی سختی نہ برتی جائے اور اس کو تنگی اور تکلیف میں نہ رکھا جائے اعتدال کے مرتبہ پر نہیں پہنچتا۔ اور اگر وہ لوگ نفس کے ساتھ رخصت کا معاملہ کرلیں تو وہ حق کے دائرے میں نہ رہے۔ اور اگر مطالبہ پختہ عزم وارادہ کے ساتھ کریں تو نفس مجبوراً اجازت دیدیتا ہے۔ مثل مشہور ہے کہ نفس کو مارنے کی ٹھان لیں تو وہ زحمت اور تکلیف گوارا کرلیتا ہے۔

فقہا کا اعتراض اور اس کا جواب

فقہا کہتے ہیں کہ ایسا کرنے میں نفس کو عذاب دینا حلال کو حرام کرلینا اور حد اعتدال سے تجاوز کرنا ہوا۔ اور یہ بات نص قرآنی اور احادیث کی رو سے ممنوع ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ۝ (یعنی: اے ایمان والو! ان پاک چیزوں کو جنھیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال کردیا ہے حرام مت کرو، اور اس طرح حد سے گذر جانے کے مرتکب نہ بنو کیونکہ اللہ تعالیٰ حد سے گذرنے والوں کو پسند نہیں کرتا)

اس آیۂ کریمہ کا شانِ نزول یہ ہے کہ تمام صحابہ جمع ہوکر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ ہم لوگ چاہتے ہیں کہ کھانا ترک کردیں اور اہل وعیال سے کنارہ کشی اختیار کریں اور صحرا کو نکل جائیں اور ادھر اُدھر گھومتے پھریں۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نازل ہوا: لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا۔ نفس کے ساتھ نرمی اور اس کی مدارات کے بارے میں بہت سی حدیثیں ہیں۔

جواب اس کا یہ ہے کہ جیسی احادیث نفس کے ساتھ نرمی اور اس کی

Marfat.com

مدارات کرنے کے بارے میں وارد ہوئی ہیں ویسی ہی نفس اور خواہش کی مخالف
اور لذتوں اور خواہشوں سے خود کو بچانے کے سلسلہ میں بھی آئی ہیں۔ اصحا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ریاضتیں، مجاہدے، سختیوں اور مصیبتوں پ
برداشت اور فقر و فاقہ اور بھوک پیاس کی تلخیاں اتنی زیادہ تھیں کہ کسی کے لئے
بھی اس معاملہ میں اُن کے ساتھ شرکت اور ان کی برابری کی مجال نہیں ہے۔ اول
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں آسودگی اور سیری بالکل نہیں تھی۔ بعض
غزوات میں آپؐ کو ایسی تنگ حالی سے سابقہ پڑا کہ اونٹ کی اوجھڑی کو نچوڑتے تھے
اور جو چند قطرے اس میں سے ٹپکتے تھے اس سے آپؐ دہن تر کرتے تھے۔ اور تجرد
(اکیلے زندگی گذارنے) اور رہبانیت سے اس وقت منع کرنا اس بنا پر تھا کہ جہاد
میں لوگ اکٹھے اور مجتمع ہوں اور اسلام کی بنیاد رکھی جائے۔ اس لئے کہ اسوقت
اصل مقصد یہی تھا۔ درحقیقت صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے جمال کے مشاہدہ، ایمان کی پختگی، یقین کی قوت، حجاب کے اٹھ جانے
اور شکوک و شبہات کے مٹ جانے کے سبب نفس کو تکلیف پہنچانے اور ریاضتو
کے تکلفات سے بے نیاز تھے: اِذَا طَلَعَ الصَّبَاحُ اَنْطَفَیَ الْمِصْبَاحُ (یعنی
جب دن نکل آتا ہے تو چراغ بجھ جاتا ہے)۔ اس کے باوجود بھی یہ روایت موجود ہے کہ
۵۹ حضرت عمرؓ کے لئے شربت لایا گیا لیکن آپ نے اس کو نوش نہ کیا اور فرمایا کہ "میں ان
لوگوں میں سے نہ ہو جاؤں جن کی شان میں آیا ہے: اَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ
الدُّنْيَا (یعنی، تم اپنی دنیا کی زندگی میں اپنے (حصے کے) مزے اڑا چکے)
اور اصحابِ صفہ کے فقراء اور ان کی سختیوں کا حال کہ جو لفظی اور معنوی اعتبار

Marfat.com

مستند اور مستقل گروہ صوفیہ ہے، خود معلوم ہے کہ کیا رہا ہے۔

حضرت ابولبابہؓ کی پشیمانی کا واقعہ

حضرت ابولبابہ انصاری رضی اللہ عنہ[1] کے واقعہ کے بارے میں آپ کیا کہیں گے کہ انھوں نے اس قصور کی وجہ سے جو بنی نضیر[2] کے قضیہ کے سلسلہ میں ان سے ظہور میں آئی تھی تصحیح توبہ اور عذر خواہی کے لئے خود کو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ستون سے باندھ کر کھانا پینا بند کر دیا تھا۔ اور بھوک اور پیاس کی

---

[1] اصل نام رفاعہ اور کنیت ابولبابہ تھی والد کا نام عبدالمنذر تھا۔ آپ قبیلہ اوس سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقیب تھے۔ بیعت عقبہ کے موقعہ پر ایمان لائے۔ غزوۂ بدر کے وقت مدینہ منورہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم مقامی کا شرف حاصل ہوا۔ بدر کے بعد تمام غزوات میں شریک رہے حضرت علیؓ کے دورِ خلافت میں انتقال ہوا۔ حضرت عبداللہؓ ابن عمرؓ اور حضرت نافعؒ نے آپ سے حدیث کی روایت کی ہے۔

یہاں جس واقعہ کی طرف حضرت شیخ عبدالحقؒ نے اشارہ کیا ہے اس کا تعلق بنو نضیر سے نہیں بلکہ یہودیوں کے ایک دوسرے قبیلہ بنو قریظہ سے تھا۔ اس قبیلہ نے غزوۂ خندق کے وقت (۵ھ) بدعہدی کی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غزوہ سے فراغت کے بعد اُس بستی کا محاصرہ کر لیا۔ بنو قریظہ نے خود میں مقابلہ کی سکت نہ پاکر درخواست کی کہ حضرت ابولبابہؓ کو مشورہ کیلئے بھیجدیا جائے۔ جب حضرت ابولبابہ پہنچے تو اُن کی آہ وزاری سے بیحد متاثر ہوئے۔ تاہم آپ نے مشورہ دیا کہ وہ خود کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ کر دیں۔ لیکن ساتھ ہی گلے پر انگلی پھیر کر اشارہ کر دیا کہ قتل کر دیئے جاؤ گے۔ اس انکشاف کے بعد حضرت ابولبابہؓ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ میں نے اللہ اور رسولؐ کی خیانت کی ہے۔ یہ سوچ کر مسجد نبوی میں تشریف لے گئے اور خود کو ایک ستون سے باندھ لیا۔ وہ ستون آج بھی ستون ابولبابہؓ کے نام سے مشہور ہے۔

[2] یہودیوں کا ایک قبیلہ جو مدینہ منورہ کے جنوب مشرق میں آباد تھا ۴ھ میں معاہدہ سے پھر گیا آخر اس بستی کا محاصرہ کر لیا۔ تقریباً دو ہفتہ کے بعد اہلِ قبیلہ نے معافی مانگی اور وہاں سے چلے گئے۔

وجہ سے نابینا اور بہرے ہو گئے تھے۔ اور عہد کیا تھا کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آکر اپنے دست مبارک سے نہیں کھولیں گے وہاں سے نہیں ہلوں گا۔ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم (کو یہ اطلاع پہنچی تو آپؐ نے فرمایا " میں کیا کروں۔ اگر وہ شروع میں میرے پاس آجاتے تو میں ان کے لئے استغفار کرتا اور پروردگار سے ان کی بخشش چاہتا۔ جب انھوں نے خود ہی اپنے کو درگاہِ خداوندی میں پیش کر دیا ہے تو خدائے تعالیٰ ہی ان کے بند کھولے گا۔ میں نہیں کھول سکتا۔" (آخر) دس بارہ دن کے بعد (جس کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے) قرآن مجید، ابولبابہؓ کی توبہ کے سلسلہ میں نازل ہوا۔ چنانچہ آپؐ تشریف لائے اور خود ان کے بندوں کو کھولا۔

اب دیکھئے ابولبابہؓ کا خود کو مسجد نبویؐ کے ستون سے باندھ لینا اور کھانا پینا ترک کر دینا اور اس طرح خود کو ہلاکت میں ڈالنا آخر کیوں تھا۔ کیا یہ شریعت تھی۔ نہیں! شریعت تو صرف توبہ، ندامت اور عزم کا نام ہے۔ یہ تمام باتیں توبہ میں داخل نہیں۔ اگر نفس کو غذا نہ دینا، اور ان کا اسقدر سختی و جہاد کرنا، مجاہدہ اور ریاضت کے مقام میں حرام اور ممنوع ہے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس فعل سے کیوں
ف۶ منع نہیں فرمایا، اور اس کام سے کیوں باز نہیں رکھا۔ یہ بات غلبۂ حال و سکر اور وجد کے علاوہ کچھ نہیں تھی۔

صحابہؓ کے سکر و مستی کے واقعات

صحابہ رضوان اللہ علیہم پر بھی غلبۂ حال و مستی ہوتا تھا۔ آخر حضرت بلالؓ کا اس آیت کے نزول کے وقت مسجد میں وجد کرنا اور رقص کرنے لگنا، وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ (یعنی: اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے)

Marfat.com

اور حضرت عمر بن خطابؓ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صلح کفار سے حدیبیہ کے روز منع کرنا، اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قضیۂ افک کے موقع پر اپنی پاکیزگی اور بریت کے سلسلہ میں قرآن مجید کے نزول پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شکریہ ادا کرنے سے انکار کرنا۔ اور حضرت معاذ بن جبلؓ[1] کا ذکر کے جاری ہونے کے وقت یہ قول کہ وہ اس امت کے لئے خصوصیت سے رحمت ہے۔ اے اللہ! معاذ اور اہلِ معاذ کو اس رحمت سے فراموش نہ کر۔ اور ان کا بیہوشی اور سکراتِ موت کے وقت یہ قول اِخْنَقْ خَنْقَكَ فَوَعِزَّتِكَ لَتَعْلَمُ اَنِّیْ اُحِبُّكَ (یعنی گلا گھونٹ اپنا گلا گھونٹنا۔ تیری عزت کی قسم، تو جانتا ہے کہ میں تجھے دوست رکھتا ہوں) یہ سب وجد و مستی

وصل ۱۲

مشائخ کا اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈالنا

مشائخ طریقت میں سے جو توحید و توکل کے طریق کے سالک رہے ہیں بعضوں کے متعلق روایت ہے کہ وہ بغیر سامان اور بلا کسی ساتھی کے ایسے صحراؤں اور جنگلوں میں جا پہنچے جہاں جان کا خطرہ تھا۔ وہاں ان کو حیران و سرگشتہ ہونا پڑا۔ فقہا کا ان سے نزاع و اختلاف ہے کہ وہ ایسا کیوں کرتے ہیں۔ وہ اسباب جو حکیم مطلق نے

[1] معاذ نام اور ابو عبداللہ کنیت ہے۔ جلیل القدر صحابی تھے۔ مدینہ کے مشہور قبیلہ خزرج سے تعلق تھا۔ بیعت عقبہ ثانی میں حاضر تھے۔ بدر اور بعد کے تمام غزوات میں شریک رہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو قاضی اور معلم کی حیثیت سے یمن روانہ فرمایا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امین الامت حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کے بعد شام کا والی مقرر کیا لیکن اسی سال ۱۸ھ ۶۳۹ء میں طاعون کے مرض میں مبتلا ہو کر ۳۸ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ آپ سے عمرو بن العاصؓ اور عبداللہ بن عمرؓ نے حدیث کی روایت کی ہے۔

Marfat.com

پیدا کئے ہیں ترک کرتے ہیں اور اپنے نفس کو ہلاکت میں ڈالتے ہیں۔ یہ سب کچھ سنت کے خلاف ہے۔

جواب اس مسئلہ کے متعلق یہ ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے جو اسباب کہ جریان عادت کے حکم سے پیدا کئے ہیں۔ اور مسببات کا ان کے ساتھ ربط و تعلق رکھنا ہے وہ تین قسموں پر ہیں۔

اسباب کی پہلی قسم ایک قسم ان میں سے یقینی ہے کہ فعل کا تعلق اور اس پر اس کا موقوف ہونا ضروری ہے اور اس کا ختم کر دینا (سقوط) اور اس سے تجاوز کرنا عادتاً محال ہے کسی کے لئے بھی ان میں سے کسی ایک کا ترک کرنا ممکن نہیں اور اس کا ترک کرنا گناہ ہے۔ چنانچہ لقمہ اٹھانا اور منہ میں رکھنا اور اس کو چبانا اور حلق سے اتارنا۔ ان اسباب کو ترک کرنا توکل میں داخل نہیں ہے۔ مگر یہ کہ حق تعالیٰ کسی کے حق میں اس کو خرق عادت کر دے، اور معجزہ اور کرامت کے طور پر اس کا اسقاط فرما دے۔

اسباب کی دوسری قسم دوسری قسم اسباب ظنیہ کی ہے کہ جو عام حکم پر غالب ہے اور اس کے لئے عادت کا جاری ہونا ایک مدخل اور سبب کی حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن یہ قسم طبائع کے اختلاف، عادت، ریاضت، تفاوتِ قویٰ اور افرادِ انسانی کی ہمتوں کے مطابق مختلف ہو جاتی ہے۔ مثلاً ایک شخص ہے جو اپنی طبیعت کی مضبوطی سے اور ہمت کو کام میں لا کر تین دن یا پانچ دن یا اس سے بھی زیادہ بھوکے رہنے کی طاقت رکھتا ہے، دوسرا ایسا ہے جس نے اپنی عادت اور ریاضت سے خود کو اس منزل پر پہنچا لیا ہے کہ اس کو دس دن تک

Marfat.com

نے کی حاجت نہیں ہوتی۔ اور بھوک اس کو ہلاکت تک نہیں پہنچاتی۔ اور اگر ایسا
ہے تو درختوں کے پتے جنگل کی گھاس پھوس اور اسی قسم کی اور چیزیں کھا کر
ک کو دفع کر دیتا ہے۔ یا باطن کی سیری کو نورِ یقین، غذائے روحانی اور عشق و
تِ الٰہی کے غلبہ سے دور کرتا ہے۔ چنانچہ مشائخ طریقت میں سے کسی ایک سے
وں نے دریافت کیا "آپ کی قوت کیا ہے"؟ انھوں نے کہا "اللہ تعالیٰ اور اس
کی قدرت پر اس بھروسہ کے ساتھ کہ وہی رزق اور موت کا دینے والا ہے اور اس
بتین کے ساتھ کہ زندگی اور بقا کا اصل سبب قدرت باری تعالیٰ ہے نہ کہ کھانا اور
انی ۔ "ذکر الحی الذی لا یموت" (میری قوت ہے)

پس اگر ایک شخص دس دن تک بھوکا رہنے کی عادت ڈال لے اور دوسرا دس
ن تک بغیر سامان کے سفر کرے تو وہ گنہگار کیوں ہوگا اور واجب کا ترک کرنے والا
یسے سمجھا جائے گا۔ اس کو ان عام لوگوں پر قیاس کرنا جو ایک دن کی بھی بھوک اور
یاس برداشت نہیں کر سکتے درست نہیں ہے۔ اور مشائخ طریقت میں سے یہ امر
ایت صحت کے ساتھ پہنچا ہے کہ وہ ریاضت اور عادت ڈالنے سے رفتہ رفتہ
طاریعین ایک مدت معینہ میں حاصل کر لیتے ہیں۔ پس سالکین جو مرتبہ توکل و یقین پر
نچ گئے ہیں جنھوں نے ریاضت و مجاہدہ کیا ہے اور جن کو مشاہدہ توحید حاصل ہو چکا
ہے ان کے حق میں ان اسباب کی رعایت رکھنے کا وجوب ساقط ہو جائے گا۔ واللہ اعلم

ایک بزرگ کے بارے میں روایت ہے کہ ان کا بارگاہِ خداوندی میں عہد تھا کہ
ں روز یا زیادہ جیسا کہ نقل کیا گیا ہے بغیر کھانے اور پانی کے گذاروں گا۔ اتفاق سے
نے کسی سفر میں دس روز بھوکا رہ کر گذارے اور دس دن کے بعد زمین پر گر پڑے اور

مجبور ہو گئے۔ پیروں نے چلنے سے جواب دیدیا۔ اور سفر کی طاقت باقی نہ رہی
کے لئے ہاتھ اٹھائے اور عرض کی: "بار خدایا! دس روز گذرے اور ابھی سے یہ حال ہے
کہ بھوکا رہنے کی طاقت نہیں رہی۔ اب تیرا کیا حکم ہے"۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم
کہ "تو غذا چاہتا ہے یا قوت"؟ انھوں نے کہا "مقصد اصلی تو قوت ہے کہ اس سے میں
راستہ طے کر سکوں"۔ جواب ملا "ہم قوت دیتے ہیں تو اس کا غم مت کر"۔ پھر وہ اتنی
تک جتنا کہ خدا نے چاہا تھا بغیر کھائے سفر کرتے اور قوت روحانی کے غلبہ اور خدا کی
کی تائید و تقویت سے سیاحت کرتے رہے۔

اسباب کی تیسری قسم | تیسری قسم اسباب وہمیہ کی ہے جو کلیتہً وہم سے پیدا ہوتا ہے۔ یعنی یہ خیال ہونے لگتا ہے کہ اگر ان اسباب کو
میں خود فراہم نہ کروں تو ہلاک ہو جاؤں گا۔ چنانچہ ایک شخص کہتا ہے کہ اگر آج میں
کل کے اسباب کی فراہمی کا تہیہ نہ کروں تو کیا حال ہوگا اور کس طرح بسر کر سکوں گا۔ یہ
خالص وہم ہے۔ اور ان اسباب کا اتباع اور رعایت توکل کے منافی ہے۔ مگر جس جگہ
اس کے فقدان کا غلبہ ہو وہاں وہ پھر اسباب عادیہ کی جانب لے جاتا ہے۔ اور اس کا
حکم معلوم ہی ہے۔ مثلاً جنگل میں جلنے سے اجتناب کہ اس جگہ درندہ کا وجود عرف اور
عادت کے حکم میں داخل ہے اور اسباب عادیہ سے ہے۔ اگرچہ کسی نے بھی وہاں کبھی
کوئی درندہ نہیں دیکھا مگر شاذ و نادر، تاہم محض اس وہم اور احتمال کی بناء پر کہ شاید
خلاف عادت اس کا وجود ظاہر ہو جائے اور وہ مار ڈالے۔ یہ حکم وہم اور توکل
کی حقیقت کے منافی ہے۔ اور اسی طرح خواب اور سیلاب اور وہ جگہ جو سیلاب کے
پھوٹ نکلنے کا عادتاً محل ہے ظنی چیز ہے۔ اور جس جگہ کہ سیل بالکل نہیں آیا ہے

Marfat.com

نفس الامر میں عقلاً اس کا امکان ہے کہ شاید پیدا ہو جائے یہ وہم ہے۔ هٰذَا هُوَ الْقَوْلُ الْفَصْلُ وَعَلَيْهِ التَّعْوِيْلُ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ۔ (یعنی: یہ جو کچھ مذکور ہوا حق اور باطل کے درمیان فصل پیدا کرتا ہے۔ اور اسی پر بھروسہ ہے اور اللہ حق بات کہتا ہے اور راہ ہدایت پر چلاتا ہے)

حاصل کلام یہ کہ اربابِ احوال کے (جو خدا کی راہ کے صادق لوگ اور اس کی درگاہ کی طرف متوجہ رہنے والے ہیں) احوال و اقوال میں توقف اور تسلیم و رضا کی خوبی معلوم و مسلم ہے۔ اس باب میں غور و خوض ضروری ہے کیونکہ بغیر کسی مصلحت و ضرورت کے انکار کر دینا خطرہ سے خالی نہیں۔ اَسْلِمْ تَسْلَمْ (اسلام اختیار کر لے سلامت رہے گا) یہ اس گروہ کے حق میں نہایت ادنیٰ مرتبہ ہے۔ اس گروہ کے حق میں تو راستی، تسلیم و انکار میں برابر ہے اور نہ تمہارے فائدہ کے لئے نہ نقصان کیلئے لیکن اگر توفیق ساتھ دے اور کام کے شروع ہی میں پتہ چل جائے نیز باطن میں ان پر حال اور وجد کی کیفیت طاری ہو جائے تو وہ ایک دوسری ہی بات اور ایک اور قسم کی سعادت ہے جو کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔ بہر حال تجھے اعتقاد اور ایمان کو ہاتھ سے نہیں دینا چاہئے۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمارے طریقہ میں ایمان جو ولایت میں سے ہے یہ ہے: "اوسط و اعتدال کا راستہ ہر کمال کی جڑ اور اس کا بلند ترین سرا ہے"۔ واللہ الموفق۔

مؤلف کتاب کے اشعار

اے مخالف اربابِ حال تو اپنا کام کر کہ یہ ایک دوسرا ۶۴
ہی راستہ ہے۔ ہر شخص الگ الگ کاموں کے قابل ہوتا ہے لیکن یہ بات ذہن میں رکھ کہ انکار مت کر، خدا کے لئے اس کام کی مخالفت

نہ کر، درویشوں (درگاہِ بے نیاز کے محتاجوں) کی حالت کو دیکھ اور ان کے عشق
کوشش و شورش پر نظر رکھ کہ وہ اس راستہ میں کیسی طلب رکھتے ہیں اور اس
طلب ہی کی وجہ سے کیسی سختی جھیلتے ہیں۔ اگر اس طلب سے ان کا مقصد
خدائے تعالیٰ کو پانا نہیں ہے تو آخر یہ سب دوڑ دھوپ ان کی کس وجہ سے ہے؟
طلب میں ان کی یہ ساری جانبازی کیا ہے اور اپنا مال و اسباب کس لئے فدا
کر رہے ہیں۔ کشف اگر کوئی چیز نہیں ہے تو تمہارا قیاس کیا چیز ہے۔ عقل جو تیرے
حواس کا ورک و ادراک ہے کہاں سے آئی ہے۔ بہرحال اگر تجھے وجد میسر نہیں ہے
تو کم از کم اس پر اعتقاد رکھ اور ایمان لے آ۔

وصل ۱۳

وہ باتیں جن میں مشائخ و علما کا اجماع ہے

اب ہم (چاہتے ہیں کہ) مشائخ کے کلام میں سے وہ باتیں بیان کریں جو اس چیز (وجد و حال) کی موافقت اور تقویت کے لئے ہیں جو ہم نے (اوپر) بیان کی ہیں تو یہ مناسب ہوگا۔ تاکہ طالب کو حق بات کے بارے میں کوئی شک و شبہ باقی نہ رہے۔ تصوف کی کتابوں میں جن کی صحت پر دونوں طرف کے لوگوں کا اجماع ہے اور جن پر دونوں فریق متفق ہیں اس کی تصریح موجود ہے۔ لیکن ہم نے کتاب "قواعد الطریق فی الجمع بین الشریعۃ والحقیقۃ" سے کہ جو الشیخ الامام الہمام قدوۃ المتاخرین حجۃ المتقدمین صاحب الطریق القویم والداعی بخلق اللہ الی الصراط المستقیم الامام العالم العامل الکامل القیم المعدل الفارق شہاب الحق والحقیقت والشرع والدین سیدی احمد المغربی البرنسی

عرف بہ زروق کہ جو اکابر علمائے وقت اور اعاظم مشائخ مغرب سے تھے اور ص ۶۵
جن کو دیار عرب کے تمام مشائخ تسلیم کرتے تھے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ واسعۃ کاملۃ کی
تصنیف ہے نقل کیا ہے اور جب اہلِ حق اور اربابِ تحقیق سب کی ایک ہی رائے
ہے تو پھر ایک کے کلام سے نقل کر دینا ایسا ہی ہے جیسا سب کے کلام سے نقل
کرنا۔ اور چونکہ کتاب مذکور میں مسائل کے عنوانات کیلئے لفظ قاعدہ استعمال کیا گیا ہے
اس لئے ہم بھی اس موقع پر لفظ قاعدہ ہی کو کام میں لاتے ہیں۔ توفیق کا دینے والا
اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

قاعدہ (۱)

فقہ کا حکم عام اور تصوف کا خاص ہے

فقہ کا حکم عام ہے اس میں تمام مخلوق شامل ہے اور خواص و عوام سب اس کے محکوم ہیں۔ اس لئے کہ اس کا مقصد شریعت کے مراسم کا قیام اور دین و ملت کے جھنڈوں کو بلند کرنا ہے۔ فقہ کی بنیاد علم پر ہے۔ اس لئے اس کے قواعد و ضوابط کلیہ کا حکم رکھتے ہیں اور افراد و اشخاص کے اختلاف کی وجہ سے بدلتے نہیں۔ تصوف کا حکم خاص ہے۔ یعنی وہ مخصوص ہے صرف اہل قرب و خصوص کے لئے اس لئے کہ وہ پروردگار اور بندہ کے درمیان ایک معاملہ ہے۔ اس کا مدار ذوق اور حال پر ہے۔ اس کے احکام ایسے جزئیات ہیں جو حال، وجد اور ذوق کے اختلاف سے بدلتے رہتے ہیں۔ اور اسی لئے یہ بات ہے کہ فقیہ کا صوفی کو حکم دینا اور کسی بات سے منع کرنا صوفی کے لئے صحیح ہے لیکن صوفی کا فقیہ کی کسی بات سے انکار درست نہیں ہے بلکہ صوفی کا احکام کے لئے

فقیہ سے رجوع کرنا ضروری ہے۔ تاکہ وہ ان پر عمل کرے۔ اور حقائق کے بارے بھی تاکہ وہ شریعت کے خلاف نہ چل پڑے۔ چنانچہ یہ حکم ہے کہ ہر وہ حقیقت جو شریعت کو رد کرتی ہو سراسر زندقہ ہے۔ فقہ کے لئے ضروری نہیں کہ وہ احکام میں صوفی سے رجوع کرے۔ پس تصوف شریعت کا محتاج ہے اور فقہ تصوف سے مستغنی ہے۔ اگرچہ تصوف مرتبہ کے لحاظ سے فقہ سے اعلیٰ وارفع ہے لیکن فقہ مصلحت میں اسلم اور اعم (جس کو سب جانتے ہیں) ہے۔ اور اسی کی بنیا
۶۶ پر کہا گیا ہے کہ "کُنْ فَقِیْھًا صُوْفِیًّا وَلَا تَکُنْ صُوْفِیًّا فَقِیْھًا" (یعنی فقیہ صوفی بن اور صوفی فقیہ نہ بن) یعنی پہلے فقاہت اور شریعت کے عمل اور ظاہر کی حفاظت کر اس کے بعد مقام تصوف، اتصاف، حقیقت اور باطن کی صفائی کی طرف ترقی کر۔ اس لئے کہ یہ چیز سب سے مکمل سب سے زیادہ پوری اور سب سے زیادہ مسلم ہے، عملاً بھی حالاً بھی اور ذوقاً بھی۔ اور صوفی فقیہ نہ بن، یعنی اول ہی سے تعلق حقیقت، توجید اور مواجید باطن سے مت قائم کر۔ اس لئے کہ اس کے بعد ظاہر کی رعایت اور شریعت کے اتباع میں مضبوطی پیدا نہیں ہوگی جیسا کہ فرمایا ہے وَلَا یُقَدِّمُ الْبَاطِنَ عَلَی الظَّاھِرِ وَلَا یَکْتَفِیْ بِالظَّاھِرِ عَنِ الْبَاطِنِ (یعنی، مت مقدم رکھ باطن کو ظاہر پر اور نہ کافی سمجھ ظاہر کو باطن کے بغیر)۔ اس میں یہ وصیت کی گئی ہے کہ مرید کو چاہئے کہ حقیقت کے باطن کو شریعت کے ظاہر پر مقدم نہ رکھے تاکہ مذہب باطنیہ میں نہ چلا جائے اور الحاد میں نہ مبتلا ہو جائے (معاذ اللہ) اور باطن کے بغیر ظاہر پر اکتفا نہ کرے تاکہ اہل قشر و تقشف میں شامل نہ ہو اور صرف فقاہت پر توقف نہ کرے اور انوار و اسرار سے محروم نہ رہے۔ فقہ سے تصوف

Marfat.com

کی جانب رجوع زیادہ طلب اور ترقی کے شوق اور کمال کے حصول کی پیاس کے باعث آسان ہے۔ لیکن تصوف سے فقہ کی جانب رجوع ذوق باطن کے استیلا اور حقیقت کے غلبہ کے بعد دشوار ہے۔ پس پہلے شریعت کے عروۃ الوثقیٰ اور فقاہت کے ساتھ تمسک کرے اس کے بعد حقیقت اور تصوف کی بلند ترین چوٹی تک رسائی پائے۔ فقاہت اسلام کا مرتبہ ہے۔ کلام ایمان کا درجہ ہے اور تصوف مقام احسان ہے۔ چنانچہ حدیث جبرئیل علیہ السلام میں یہ تینوں مقام بیان کئے اور تفصیل سے دیئے گئے ہیں: اَلْاِحْسَانُ اَنْ تَعْبُدَ رَبَّكَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ (یعنی: احسان یہ ہے کہ عبادت کر اپنے رب کی گویا تو اسے دیکھ رہا ہے) (الحدیث) اور امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "جو صوفی ہوا اور فقیہ نہ ہوا وہ زندیق ہے اور جس کسی نے فقہ حاصل کیا لیکن تصوف اختیار نہ کیا اس نے فسق کیا۔ اور جس کسی نے ان دونوں چیزوں کو ملایا وہ تحقیق کی منزل پر جا پہنچا۔" حاصل کلام یہ کہ کمال کا مرتبہ فقہ صحیح اور ذوق صریح ہے۔ اور دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دینا زوال اور نقصان کا موجب ہے۔ چنانچہ علم طب ہی کو لے لیجئے۔ بغیر تجربہ کے یہ علم کافی نہیں ہے۔ اور طب کا تجربہ بغیر اس کے علم کے کام نہیں دیتا۔ واللہ اعلم

قاعدہ ۲۷

کیا صوفی کا کوئی مذہب نہیں | تشعب (شاخ در شاخ ہونا) اصل اور اس کا

Marfat.com

تفرق موجب تشعب ہے۔ اور مذہب فرع ہے لہٰذا توحید کو برہان اور تحقیق کو مستند ہونا چاہیئے۔ اور فرع کو اصل کے ساتھ کہ ان پر رجوع اور اعتماد کیا جاتا ہے مضبوطی کے ساتھ تھامنا چاہیئے تاکہ کام کے کرنے میں جدوجہد کا عنصر شامل ہو جائے۔ اور کامیابی ظاہر ہو۔ کیا فقہ کیا کلام اور کیا تصوف امام، ہادی اور شیخ ایک ہی ہونا چاہیئے پس یہ جو کہا جاتا ہے کہ صوفی کا کوئی مذہب نہیں صحیح نہیں۔ مگر اسی ایک مذہب کی۔ روایات سے اخذ و اقتباس ادنیٰ و احوط ہے۔ جس کے اتباع کا التزام کیا گیا ہے۔ خواہ اس مذہب کے عام ائمہ کا وہ قول نہ ہو طریقت کے تمام ائمہ اور ملت کے جملہ اساطین فقہا کے مذہب کے تابع رہے ہیں۔ چنانچہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی[1] قدس سرہ، حضرت سفیان ثوریؒ کے مذہب پر تھے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ مذہب امام حنبلؒ میں، اور حضرت شیخ شبلیؒ مذہب امام مالکؒ میں، اور حضرت جریریؒ[2] امام اعظمؒ کے مذہب میں۔ اور حارث محاسبی مذہب شافعیؒ[3] رکھتے تھے رضی اللہ عنہم

---

[1] آپ کا نام سعید اور کنیت ابو عبداللہ ہے۔ حضرت امام اعظمؒ کے ارشد تلامذہ میں آپ کا شمار ہے۔ علوم ظاہر و باطن میں یکتائے روزگار تھے۔ چنانچہ پانچ مجتہدوں میں سے ایک آپ بھی ہیں۔ آپ نہ صرف ایک بڑے راوی حدیث ہیں بلکہ جتنی حدیثیں آپ نے سنیں ان پر عمل بھی کیا۔ ۲ رشعبان ۱۶۱ھ کو بصرہ میں انتقال ہوا۔

[2] شیخ احمد ابو محمد جریریؒ، حضرت جنید بغدادیؒ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ فقہ اور اصول فقہ کے امام سمجھے جاتے ہیں۔ طریقت میں بھی نہایت بلند درجہ تھا۔ آپ کی وفات ۳۱۲ھ/۹۲۵ء میں قرامطہ کے حملہ کے وقت پیاس کی شدت سے ہوئی۔

[3] اصل نام محمد بن ادریس، کنیت ابو عبداللہ اور لقب شافعی ہے مکہ معظمہ کے قبیلہ قریش سے تھے اور آٹھویں پشت پر سلسلہ نسب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد عبدالمطلب سے مل جاتا ہے اسی لئے آپ کو امام ہاشمی مطلبی کہا جاتا ہے۔ ۱۵۰ھ/۷۶۷ء بمقام منیٰ ولادت ہوئی مکہ میں تعلیم پائی پھر مدینہ منورہ میں حضرت امام مالکؒ کے سامنے زانوئے شاگردی تہ کیا۔ وہاں سے کوفہ و بغداد گئے اور امام محمد شیبانیؒ اور امام ابو یوسفؒ سے اکتساب فیض کیا تعلیم سے فارغ ہو کر مصر میں مقیم ہو گئے اور وہیں ۲۰۴ھ/۸۱۹ء میں بعمر ۵۴ سال انتقال فرمایا۔

Marfat.com

اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ صوفی کا مذہب جزئیات میں صاحبِ حدیث کا تابع ہے، یہ بات اس اعتبار سے ہے کہ اپنے مذہب پر عمل روایت کے مطابق کرتا ہے جو نص حدیث کے موافق ہے اور یہ بھی اس صورت میں ہے کہ وہ احتیاط کے مخالف اور وسع کے خلاف نہ ہو۔ اگر علما کے مذاہب میں جمع ارشد و احوط (سب سے زیادہ احتیاط کے ساتھ) ظاہر ہو تو یہ بھی جواز کی صورت رکھتا ہے لیکن نرم اور آسان چیز کا تتبع جائز نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم

قاعدہ ۳۷ ص۶۸

کتاب و سنت کا اتباع ضروری ہے

فرع کا اعتبار اصل اور قاعدہ سے ہے۔ اور اصل اور قاعدہ کتاب و سنت ہے۔ پس جو قول بھی ہو اور جس قائل سے بھی ہو خواہ وہ فقیہ سے ہو، متکلم سے ہو یا صوفی سے ہو اصل اور قاعدہ ہے اس کو قبول کرے لیکن اگر اہلیت رکھتا ہو رد کردے۔ اور اگر تاویل کے قابل ہے تو تاویل کی راہ چلے۔ اور اگر تاویل پذیر نہیں ہے اور اس کا قائل علم و دیانت میں پورا ہے تو اسے مان لے۔ ہر صورت میں حقیقی طور پر کوئی تردید کرنے والا اور نہ اس کے قاعدے پر کوئی وقیع اعتراض ہی ہے اس لئے کہ فاسد کا فساد بھی اس سے رفع ہو جاتا ہے اور نیک آدمی کی نیکی کو بھی اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ پس غالی قسم کے صوفی متکلمین اور فقہ میں مطعون لوگوں پر اہلِ ہوا کا حکم لگایا جاتا ہے۔ ان میں سے کسی کا بھی قول و فعل مسلم اور مقبول نہیں ہے۔ بلکہ ان کے قول کا رد لازم اور ان کے فعل سے اجتناب واجب ہے۔ مذہبِ حق کو ترک کرنا اور اس بات میں جو یقین سے ثابت ہے توقف اور تردد کرنا خواہ وہ قول سے ہو یا اس فعل سے جو ان سے منقول یا منسوب ہے جائز نہ ہوگا۔ "جو کچھ ہونا ہے ہوتا ہے" کا اصول ہر کسی پر نہیں چلتا

Marfat.com

چاہیئے۔ اور ہر کسی کی بات پر کان نہیں دھرنا چاہیئے۔ جس کا اتباع حقیقی اور صحیح ہے وہ شارع علیہ السلام ہیں اور جو کوئی آپؐ کے علاوہ ہے وہ آپؐ کا تابع ہے۔ کتاب و سنت حجت ہے اور جو کچھ اس کے علاوہ ہے اس سے اجتناب ضروری ہے۔

قاعدہ ۴۲

کلام میں اشکال و ایہام کا سبب اور اس کا حکم

ایسا اشکال اور ایہام اگر کلام میں موجود ہو کہ بغیر تامل و تکلف اس سے منع کیا گیا ہو اور ممانعت کو ماننا لازم ہو تو اس کا حکم وہ ہے جو پچھلے قاعدہ میں مذکور ہوا۔ لیکن اگر الزام اور اشکال کا قائم کرنا تکلف اور تامل کے ساتھ ہوا ہے اور ظاہر کلام صحیح اور واضح ہے تو اس کا اعتبار نہیں کیا جائیگا۔ اس لئے کہ تامل اور تکلف کے بعد اشکال کے عارض ہونے سے خلو کلام اس کے ایجاد اور ایراد میں نادر اور اقل قلیل کا درجہ رکھتا ہے اور اگر اشکال اور عدم اشکال کا لزوم
عقل میں متبادر (جلد آنے والا) متجاذب (ایک دوسرے کو کھینچنے والا) اور برابر ۶۹
ہوں تو بلاشک کلام کے تجاذب کے حکم پر کلام بھی مشکوک اور متنازع فیہ ہو جاتا ہے کلام میں اشکال کبھی تو معنی و مفہوم کی زیادتی اور عبارت کی تنگی کی وجہ سے ہوتا ہے اور کبھی اصل کلام میں کچھ گڑبڑ ہوتی ہے اور جو مفہوم اس میں دیا گیا ہے اس میں انتشار و اختلال ہوتا ہے لیکن اس گروہ کے کلام میں اشکال و ایہام کا وجود اصل میں قسم اول سے ہے اس لئے کہ ان کا مقصد و مقصود غایت نزاکت اور بلندی میں ہے ہر چند کہ اس کی فصاحت و وضاحت میں کوشش کرتے ہیں لیکن مشکل اور موہوم نہیں ہوتا۔ اور منکروں کے نزدیک دوسری قسم سے ہے۔ بہر حال اس میں ہر شخص حنفی

اگر کوئی معتقد پرہیز اور یکسوئی نہ اختیار کرے تو وہ بھی خطرہ میں ہے۔ امن اور سلامتی تفویض اور تسلیم میں ہے۔ واللہ اعلم

قاعدہ ۵

علم اور حال کا فرق علم کی بنیاد بحث اور تحقیق پر ہے اور حال کی بنیاد تسلیم اور تصدیق پر۔ پس عارف اگر علم کی حیثیت سے باتیں کرے تو اس کی نظر اصول علم پر (کہ جو کتاب، سنت اور آثار سلف ہے) پڑنا لازم ہے۔ اس لئے کہ علم کا اعتبار اس کی اصل اور دلیل کے ساتھ ہے۔ اور اگر بات کی جائے حال کے اعتبار سے تو اس کے لئے تسلیم کے سوا چارہ نہیں ہے اس لئے کہ وصول اور اس کی حقیقت کا علم سوائے اس حال کے اور کسی طرح میسر نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اس کا اعتبار اس کے ذوق و وجدان پر ہوگا۔ اور اس چیز کا علم صاحب حال کی اعانت سے مستند ہوتا ہے۔ اس کے باوجود اتباع اور اقتدا نہ ہونا چاہیئے سوائے ایسے شخص کی جو اس حال میں اس کے ساتھ ایک ہو گیا ہو۔ ایک استادِ طریقت اپنے مرید سے خود فرماتے تھے "اے میرے بیٹے پانی کو ٹھنڈا کر کے پیو کیونکہ ٹھنڈے پانی کے پینے سے دل کے اندر سے شکر ادا ہوتا ہے۔ پس اس شخص یعنی سری سقطی[1] قدس سرہ کے بارے میں تم کیا کہتے ہو کہ صٹ

---

[1] حضرت شیخ سری بن المغلس السقطیؒ کی کنیت ابو الحسن ہے۔ شیخ معروف کرخیؒ کے مرید اور خلیفہ اور حضرت جنید بغدادیؒ کے ماموں اور مرشد تھے پھلوں کی تجارت کرتے تھے لیکن نفع بہت کم لیتے تھے۔ علم میں کامل وماہر اور صاحب تصرف بزرگ تھے۔ حضرت جنید بغدادیؒ کا کہنا ہے کہ میں نے عبادت میں ان سے زیادہ کسی کو کامل نہیں پایا۔ ۳ رمضان ۲۵۰ھ مطابق ۸۶۴ء کو منگل کے دن بغداد میں وصال ہوا۔

Marfat.com

ان کے پانی کے ہر برتن پر دھوپ آجاتی تھی اور وہ نہیں اٹھاتے تھے۔ کہتے تھے کہ "مجھے شرم آتی ہے کہ اس کو صرف حظِ نفس کی خاطر اٹھاؤں"۔ ان کا کلام، صاحبِ حال کا کلام ہے اسلئے ان کی اقتدا صحیح نہیں۔ واللہ اعلم

قاعدہ ۶

صاحبِ وجد و حال کیلئے احکامِ شرعیہ کی قضا لازم ہے

صاحبِ وجد اور صاحبِ حال کا وجد اور حال جب اس مقام پر پہنچ جائے کہ اختیار کی باگ ڈور اس کے ہاتھ سے چھوٹ جائے اور وہ اپنے نفس کا مالک نہ رہے تو وہ معذور ہے اور اس حالت میں اس پر مجنون کا حکم لگتا ہے۔ اس لحاظ سے کہ اس پر افعال کا اعتبار ساقط اور احکامِ تکلیفیہ کا جاری ہو جانا معدوم ہو جاتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اس کے وجد و حال کی تحقیق ہو سکے اور وہ صحیح ثابت ہو کر تکلیف اور اختیار کے شائبہ سے خالی ہو جائے۔ اس حالت میں اس سے جو چیز بھی فوت ہو جائے گی فائت (چھوٹ جانے والی چیزوں) کا استدراک اور فوت ہونے والی اشیاء کی قضا لازم آئے گی۔ اسباب کے سبب بنانے اور خود کرنے میں کسب اور اختیار کے وجود کا اعتبار ہے جیسے سکران (نشہ) کہ اگرچہ حالتِ سکر پر وہ قدرت اور اختیار نہیں رکھتا لیکن چونکہ اس حالتِ سکر کا حصول خود اس کے ارتکاب اور اختیار سے ہوتا ہے تو فوت ہونے والی چیزوں کی قضا اس پر واجب ہے بخلاف اصلی مجنون کے عذر اور مواخذہ کے رفع ہو جانے کے باوجود اس فعل میں اس کا اقتدا جائز

Marfat.com

نہیں ہوگا، اور اس کی متابعت روا نہیں ہوگی۔ مثلاً حضرت ابوالحسن نوریؒ کا جلاد کے نزدیک وجد کرنا، اور حضرت ابو حمزہؒ کا کنوئیں میں ٹھہرنا، اور حضرت شیخ شبلیؒ کا حال ڈاڑھی کے مونڈنے میں اور نئے کپڑے کے پھاڑ ڈالنے میں اور سمندر کے اندر مال کے ملنے میں۔ اور اسی طرح کی اور مثالیں بھی ہیں۔ ان کے ان اعمال کے ظاہر سے جو وجد اور حال کے غلبہ کی وجہ سے سرزد ہوتے۔ چنانچہ ایسی روایتوں کی ایک طویل فہرست ہے جو بیان کی جاتی ہیں۔ سماع کی حالت میں رقص اور وجد بھی اسی قبیل سے ہے اگر تکلیف کی آمیزش اور اختیار اور قصد کے دخل کے بغیر صرف اس وجہ سے کہ اس سے صبر کرنا اور رکنا ممکن نہ ہو صادر ہو جائے اور ضبط کے دائرہ اور حفاظت کے امکان سے خارج ہو تو اس کا کرنے والا معذور ہے اور تحقق اور صحت کی صورت میں اس کا حال مسلّم ہوگا انکار میں مبالغہ اور اعتقاد میں تعصب نہیں ہونا چاہیئے۔ ماے

جب ایک مجنون عورت حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور مرگی اور جنون سے جو اس کو لاحق تھا اور ستر عورت کو ظاہر کرنے اور بری حرکتوں کی وجہ سے کہ جو اس وقت اس سے سرزد ہوئی تھیں اس نے آپ سے شکایت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر تو چاہے تو صبر کر تاکہ تجھے مصیبت اور تکلیف کی جزا بہشت بریں دی جائے اور اگر چاہے تو میں دعا کروں اور پروردگار جل شانہ سے درخواست کروں کہ وہ تجھ کو صحت اور اس بلا سے نجات دے۔" وہ عورت اس بات پر راضی ہو گئی کہ صبر کرے اور بہشت میں جائے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کو

Marfat.com

جنون وطلب شفا پر اختیار دینا اور آپؐ کا اس کو جنون کے اختیار کرنے میں اقرار کرانا اور منوانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ افعالِ نامرضیہ کی شکل میں اس سے جو امور سرزد ہوئے اس میں وہ معذور تھی اور اس سے اس کو کوئی ضرر بھی نہیں پہنچا تھا۔

قاعدہ ۷

درجۂ کمال پر فائز ہونے کے بعد بھی شریعت کے احکام ساقط نہیں ہوتے

زیادتی اور کمال کا ثابت ہو جانا احکامِ تکلیفیہ کے رفع ہونے اور حدودِ شرعیہ کے ساقط ہو جانے کا موجب نہیں ہے۔ اور اجرائے حدود اور احکامِ شرع لازم کر دیتا ہے کہ خصوصیت کو رفع اور زیادتی کا انکار کیا جائے۔ (یعنی اِن باتوں کے سامنے خصوصیت اور بڑائی و بزرگی کی کوئی حقیقت نہیں) نہ یہ کہ جس کسی پر حقوق شرع میں سے کوئی حق یا اس کی حدود میں سے کوئی حد لازم آتی ہے۔ اس پر حق کا اثبات اور اس حد پر قائم رہنا ضروری ہو جاتا ہے۔ لیکن ضبط اور اعتدال کی رعایت کی شرط کے ساتھ مبالغہ اور افراط سے احتراز و اجتناب اور حرمتِ ایمانیہ اور عزتِ اسلام کی حد سے تجاوز اور اس کا انتساب اللہ تعالیٰ کے حضور سے اور احتیاط اور اقامتِ حد میں خود کی پوری طرح حفاظت ... اس وجہ سے کہ ان باتوں کے لئے فرمایا اور حکم دیا گیا ہے کہ یہ امور صاحبِ شریعت کی نیابت میں بغیر کسی زیادتی یا کمی اور افراط و تفریط کے ہونے چاہئیں (رضوی)

اور بعض لوگ جو اقامتِ حدود اور اجرائے احکام میں حدِ اعتدال سے

Marfat.com

تجاوز کرتے اور بڑھ جاتے ہیں۔ اہلِ خصوص اور اربابِ کمال سے جن کا تعلق جنابِ حق سے ہے اور جو درگاہِ الٰہی کے مقربین میں سے ہیں وہ نقصان پہنچانے والے ہوتے ہیں۔ اس حیثیت سے کہ اس کے بعد تلافی اور علاج ممکن نہیں ہوتا۔ اور یہ نقصان اس لئے نہیں ہوتا کہ وہ حق کو قائم کرتے ہیں بلکہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ حق سے تجاوز اور معصیت کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اقامتِ حد مرتبہ خصوص اور رتبۂ ولایت کے منافی نہیں ہے تا وقتیکہ فسق اور ضد اور اپنی بات پر اڑے رہنے کی حد تک نہ ہو:۔ لَا تَلْعَنْهُ فَإِنَّهُ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ (یعنی اس پر لعنت مت کرو کیونکہ اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں) —— اسی وجہ سے حضرت شیخ شبلیؒ نے حلاج[1] کے قتل کا فتویٰ دیدیا تھا اور جریریؒ نے اس کے یعنی

---

[1] حسین بن منصور حلاج کی کنیت ابوالمغیث تھی۔ طبری نے لکھا ہے کہ منصور کا عرف الحلاج اور کنیت ابو محمد مشہور ہے۔ ایران کے شہر بیضا کا رہنے والا تھا۔ اس کے مسلک و مذہب کے متعلق مختلف اقوال پائے جاتے ہیں۔ بعد والوں نے اس کے عقائد کی حسین توجیہات کی ہیں اور اس کو صاحبِ سکر اور بحرِ معرفت کا بنا کر اولیاء کبار میں شامل کر دیا ہے لیکن اس کے زمانے میں لوگوں نے اسے گمراہ بتایا اور حکومت نے شریعت کی خلاف ورزی کے جرم میں اس پر مقدمہ چلایا۔ علماء نے متفقہ طور پر اس کو گردن زدنی قرار دیا۔ چنانچہ ۲۴ ذیقعدہ ۳۰۹ھ / ۹۲۲ء منگل کے دن اس کو بغداد میں قتل کر دیا گیا۔

بہرحال منصور حلاج کے متعلق کافی اختلاف ہے۔ کچھ لوگوں نے اسے گمراہ کہا ہے بعض حضرات نے اولیاء اللہ میں شمار کیا ہے۔ بہت سے ایسے بھی جنھوں نے خاموشی اختیار کی ہے۔ واللہ اعلم

Marfat.com

حلاج قدس سرہ کے مارنے اور قید کو طول دینے کا حکم دیا تھا۔ (حلاج) کہا کہ "مسلمانوں کے لئے کوئی کام اس کے قتل سے زیادہ اہم اور مصلحت سے نزدیک تر نہیں ہے تاکہ دین کی نصیحت کا حق اور اس کے دائرہ کی پاکی و پاکیزگی زندیقوں اور ملحدوں کے دعووں سے محفوظ رہیں۔ اس لئے نہیں کہ اُس سے اپنی برتری کا اقرار کرایا جائے اور اس کے قتل میں اعانت کی جائے۔ واللہ اعلم

قاعدہ ۸

انبیاء علیہم السلام کے سوا ہر شخص میں بشری کمزوری ہوتی ہیں

کمال مطلق کا اعتقاد کہ جس میں کوئی نقص اور کمی راہ نہ پائے انکار اور تنقیص کو مستلزم ہے

یہ خیال کرکے کہ اس میں حرج ہی کیا ہے۔ کسی شخص پر بھی کمال مطلق کا اعتقاد نہیں رکھنا چاہیئے۔ اس لئے کہ آدمی بشریت کے نقص سے خالی نہیں ہوتا۔ اور معصوم ہونا صرف انبیاء کے لئے مخصوص ہے، ولایت کی شرط نہیں ہے ایسی خطا اور معصیت کا وجود کہ جس پر نہ اصرار کیا جائے اور نہ مبالغہ مرتب ہو قرب اور درجۂ ولایت کے منافی نہیں ہے۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے دریافت کیا: هَلْ يَزْنِي الْعَارِفُ؟ (یعنی: کیا عارف زنا کرتا ہے؟) آپ تھوڑی دیر سر لٹکائے بیٹھے رہے۔ اس کے بعد سر اٹھایا اور فرمایا: وَكَانَ أَمْرُ اللهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا (یعنی: اللہ تعالیٰ کے جتنے کام ہیں ایک امر تقدیری ہیں) یعنی اگر سابقۂ ازل اور تقدیر الٰہی

اسی طرح ہوئی ہے کہ اس سے یہ گناہ سرزد ہو تو اس کے لئے کیا چارۂ کار ہے۔ صرف یہی ہے کہ توبہ اور انابت کے ذریعہ اس سے رجوع کیا جائے۔ بندہ کی ہلاکت خطا و معصیت میں نہیں ہے بلکہ توبہ اور رجوع کے ترک میں ہے چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام اور شیطان کے حالات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔ اور شیخ ابن عطاء اللہ اسکندری صاحب کتاب الحکم قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اگر لوگ سوال کریں کہ اَتَتَعَلَّقُ هِمَّةُ الْعَارِفِ بِغَيْرِ اللهِ (یعنی: کیا عارف، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے تعلق رکھتا ہے) انھوں نے جواب دیا "کوئی تعلق نہیں رکھتا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی معرفت ولایت کے منافی اور متناقض ہے۔ اگر توجہ کسی غیر حق کی طرف ہو جائے تو معرفت نہیں ہوگی نہ وہ شخص عارف رہے گا۔ واللہ اعلم

قاعدہ ۹

کیا فتنہ کے خوف سے ارتکاب جرم کر سکتا ہے؟

ایسی مکروہ و مباح چیزوں کے دور کرنے کی غرض سے جن میں فتنہ کا خوف اور آفت کا گمان ہو، ارتکاب جرم کرنا جب تک کہ ان کے وقوع ہونے کا پورا یقین نہ ہو جائز نہیں ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص اس خیال سے

۵؎ احمد بن محمد بن عبدالکریم بن عطاء اللہ الاسکندری الجذامی الشاذلی معروف بہ ابن عطاء اللہ الاسکندری علوم ظاہری و باطنی میں درجۂ کمال پر فائز تھے۔ تفسیر، حدیث، نحو اور اصول میں کافی درک تھا۔ طریقۂ شاذلیہ میں منسلک تھے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ سے مخالفت تھی۔ ماہ جمادی الاخری ۷۰۹ھ/۱۳۰۹ء قاہرہ میں انتقال ہوا کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔

Marfat.com

کہ گمنامی کی زندگی بسر کرے اور لوگوں کی نظروں میں خود کو گرادے اور غیر شرعی
باتیں اور کھیل کود اختیار کرے تو اگر اس (فعل) کی حرمت علماء کے نزدیک
متفق علیہ ہے تو یہ جائز نہیں ہوگا۔ اور اگر مختلف فیہ ہے تو صحیح ہے اور
اس میں چنداں حرج اور دشواری نہیں۔ اور اگر اہل تجرید و معرفت کے نزدیک
کسی بہتر مصلحت اور غرض کی بنا پر ہو تو اس میں جواز کی صورت نکلتی ہے
اس میں بھی دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ راجح کے خلاف اور اس شخص کے نز
کے فتوے کے جن کی تقلید اور جن کا اتباع کیا جارہا ہے برعکس نہ پڑے
دوسری شرط یہ کہ دونوں طرف قوی اختلاف ہو۔ صرف قول غریب اور
مذہب ضعیف کے مطابق عمل نہ کیا جاتا ہو۔ اس موقعہ پر وہ صوفیہ جو غلو
کام لیتے ہیں اپنی جگہ سے ہٹ جاتے ہیں۔ اور اس مصلحت پر کہ جو نفس کے
خلاف سوچی ہے تھوڑی بات پر ہی قناعت کرلیتے ہیں اور ان حکایتوں
جو ارباب احوال کی منقول ہوئی ہیں تمسک کرتے ہیں۔ لیکن محقق اس سے
منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حمام کے چور کے قصہ کے بارے میں آپ کیا
ہیں کہ اس مرد عارف نے چوری کی جو شرع شریف میں بالاتفاق فعل حرام
ہے یہاں تک کہ لوگوں کی نظر سے گر گیا اور خلق کی بھیڑ بھاڑ اور عوام کے
سے چھٹکارہ پاگیا اور حمام کے چور کا قصہ یہ ہے کہ مشائخ میں سے کوئی ایک
شیخ جو اپنے زہد و صلاح کی وجہ سے مشہور اور اپنے زمانے کے لوگوں کا مر
جب انھوں نے اپنی جانب خلق کو اس قدر رجوع کرتے اور اتنی تعظیم کرتے
دیکھا تو ان کو اپنے سر سے ہٹانا چاہا۔ انھوں نے ایک حیلہ سے کام لیا

لوگ ان کے گرد نہ آئیں (وہ یہ کہ) ایک حمام میں پہنچے اور وہاں سے ایک شخص کے کپڑے اٹھائے انھیں پہنا اور راستہ پر آکر کھڑے ہو گئے۔ جس شخص کے کپڑے تھے جب وہ حمام سے باہر آیا اور اپنے کپڑوں کو تلاش کرنے لگا (آخر اپنے) کپڑے ان صاحب کو پہنے ہوئے دیکھا تو اسی وقت پکڑ لیا اور (خوب) مارا اور توہین کی یہاں تک کہ شہر کے تمام لوگوں کے کانوں تک یہ بات پہنچی کہ شیخ نے چوری کی ہے سب کا اعتقاد ان پر سے جاتا رہا اور دوسری مرتبہ پھر کوئی ان کے پاس نہ آیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کپڑوں کا اٹھا لے جانا اور ان کو پہن لینا نہ اس قسم کا سرقہ ہے جو شرع میں بالاتفاق حرام ہے اور حد کا مستوجب ہے حقیقت میں سرقہ یہ ہے کہ حفاظت کی جگہ پر رکھے ہوئے مال کو خفیہ طریقہ پر اٹھایا جائے۔ اور حمام حفاظت کی جگہ میں داخل نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ اس کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ بغیر اجازت دوسرے کے مال میں تصرف کیا گیا۔ اس لئے کہ کپڑوں یا اسی قسم کی دوسری چیزوں میں مسامحت بہت چلتی ہے۔ اگر کوئی شخص مسلمانوں کے کپڑے کسی اعتقاد یا مسامحت یا حسن خلق پر اعتماد کے سبب اٹھا لے اور پہن لے تو کیا ظلم ہوتا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ اگر اجازت لے لے تو مناسب ہے (تاہم جس طرح بھی ہو) فعل مکروہ ہوگا اس کو حرام نہیں کہا جائیگا پھر آپ اس بارے میں کیا کہیں گے کہ حضرت بایزید بسطامی[1] قدس سرہٗ

---

[1] آپ کا نام طیفور بن عیسیٰ بن آدم بن سروشان اور لقب سلطان العارفین ہے۔ آپ کے دادا پہلے آتش پرست تھے پھر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ حضرت بایزید کا وطن بسطام تھا اسی کی نسبت سے

(باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

ہ کا ایک مرید اُن کی خدمت میں آیا اور اس نے راستہ کی تکلیف اور اپنے کا
کی مشکلات کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا "کام آسان ہے۔ اگر تو ایک د
خرچ کر دے تو ابھی مقصد حاصل کرلے۔ اخروٹ خرید۔ ان کو ایک توبرے میں
ڈال اور توبرے کو اپنی گردن میں لٹکا۔ ڈاڑھی کو مونڈ ڈال اور اکابر و معارف
کے پاس اور ان مقامات پر جا جہاں تیرے معتقد رہتے ہیں۔ لڑکوں کو
جمع کر اور ان سے کہہ کہ جو لڑکا میری گردن پر ایک تھپڑ مارے گا اس کو
ایک اخروٹ دوں گا۔ اگر تو یہ کام کر گذرا تو راستہ کی آفات سے چھوٹ
جائے گا اور اپنے مقصد پر پہنچ جائے گا"۔ مرید نے کہا "سبحان اللہ۔ کیا
میری طرح کا کوئی آدمی ایسا کام کرتا ہے؟" فرمایا "یہ سبحان اللہ جو
تو نے کہا ہے تیرے تنزیہ اور تقدیس کے لئے تھا۔ نہ ذکر و تسبیح حق کے لئے۔
لہذا یہاں سے چلا جا کہ تیرا اس درگاہ میں کوئی کام نہیں"۔

جواب یہ ہے کہ حضرت سلطان بایزید بسطامی قدس سرہ کی یہ بات حقیقت امر میں نہیں تھی اور نہ واقع ہوئی۔ بلکہ صرف اس شخص کے امتحان اختیار اور حالت کی آزمائش کے لئے تھی کہ کس حد تک وہ شخص اپنے اوپر اعتماد رکھتا ہے ــــ لیکن اس کی کیا صورت ہوتی ہے کہ جو اس فعل کے لئے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) بسطامی مشہور ہوئے۔ آپ نے فیض روحانی حضرت جعفر صادقؒ، ابو حفصؒ، یحییٰ بن معاذؒ اور شفیق بلخی وغیرہم سے حاصل کیا۔ بعد میں خود ایک طریقہ کے بانی ہوئے۔ یہ طریقہ طیفوریہ کہلاتا ہے۔ تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔ مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ نے سنہ وفات ۲۳۴ھ، ۲۶۱ھ بتایا ہے۔

Marfat.com

حکم دیتے ہیں اور اس کو عمل میں بھی لے آتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ تمام علمائے شریعت اس بات پر متفق ہیں کہ اگر کسی شخص کے حلق میں لقمہ اٹک جائے اور پانی موجود نہ ہو اور قریب المرگ ہو کر ہلاک ہو جائے تو مناسب ہے کہ شراب کا گھونٹ اس غرض سے پی جائے کہ وہ لقمہ حلق سے اتر جائے۔ اور یہ اس وقت ہے کہ شراب کی حرمت پر سب کا اتفاق ہے۔ اور جہاں یہ ہے کہ حیاتِ دنیوی کو جو فنا ہونے والی ہے محفوظ رکھنے کے سبب بھی حرام چیز جائز ہو جاتی ہے تو پھر طاعت میں خلوص پیدا کرنے اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی غرض سے جبکہ یہ حیاتِ ابدی کا بھی سبب ہے کیوں درست نہ ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ غصّ لقمہ (لقمہ کو دانت سے کاٹنے) کے اس مسئلہ پر قیاس درست نہیں ہے کیونکہ یہاں شراب کے گھونٹ کو ترک کرنے سے زندگی کی جڑ کٹ جاتی ہے کہ جس پر وجود و بقا کا دارومدار ہے اور تمام کمالات کی تحصیل بھی اسی پر موقوف ہے۔ اعانتِ قتلِ نفس ایک ایسی چیز ہے جو شرع میں بالاتفاق حرام ہے۔ اور جاہ اور شہرت شرعی طور پر حرام نہیں۔ اس کے ص۲۶
وجود سے کمال کی زیادتی ہوتی ہے۔ یہ بھی اس فعل سے متیقن نہیں ہے۔ اور وہ افعال و حرکات جو ملامتیہ فرقہ کے محققین کرتے ہیں دوسرے ہیں۔ وہاں شرعی طور پر حرام اور مکروہ چیزوں کا ارتکاب نہیں ہے۔

اس کا خلاصہ تو صرف یہ ہے کہ عبادات کو چھپایا جائے اور بعض ایسی عادتوں کا اظہار ہو جو ظاہر میں عیب معلوم ہوتی ہوں اور حقیقتِ حال پر مطلع

ہونے سے پہلے نامشروعات ظاہر ہوں کیونکہ ملامتیہ فرقہ کا مقصد اور ان کی نیت نفس سے فرار اور اس کی نگہداشت ہے، نہ کہ حال کو خلق سے چھپانا، اور اخفا کا قصد خلق کی نظر میں ان کی تعظیم معلوم ہوتا ہے۔ پھر وہی بات لازم آئی کہ اس سے دور رہا جائے۔ اور حقیقت میں اس حال کا حصول خصوصاً اس صوفی کے لئے ہے جو اصطلاحِ مشہور میں فرقہ ملامتیہ میں اکمل و اتم ہے اور اس کی نظر خلق سے پوری طرح ہٹ جاتی ہے۔ فعلاً بھی ترکاً بھی وجوداً بھی اور عدماً بھی۔ چنانچہ ابو العباس[1] المرسی رضی اللہ عنہ نے کہا: مَنْ اَرَادَ الظُّهُوْرَ فَهُوَ عَبْدُ الظُّهُوْرِ وَمَنْ اَرَادَ الْخَفَاءَ فَهُوَ عَبْدُ الْخَفَاءِ وَعَبْدُ اللّٰهِ سَوَاءٌ عَلَيْهِ اَظْهَرَ اَوْ اَخْفٰى (یعنی: جس کسی نے ظہور کا ارادہ کیا وہ بندۂ ظہور ہے اور جس نے خفا کا قصد کیا وہ بندۂ خفا ہے۔ لیکن خدا کا بندہ وہ ہے جس کے لئے ظہور اور اخفا دونوں برابر ہیں) واللہ اعلم

قاعدہ ۱۰۱

مقصودِ اصلی حق کی موافقت ہے

اصل مقصود تو حق کی موافقت ہے نفس کی مخالفت نہیں۔ اگر نفس حق کے ساتھ موافقت کرتا ہے تو وہ شریعت کا تابع ہوتا ہے اور اس لئے اتم و اکمل ہے: حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ (یہاں تک کہ اس کی ہوائے نفس تابع ہو جائے اس چیز کی جو میں اس کے لئے (دین و شریعت کے اعتبار سے) لایا ہوں۔) اسی کی طرف اشارہ ہے

---

[1] پورا نام احمد بن محمد الصنہاجی الاندلسی ہے۔ اندلس کے شہر مرسیہ کی نسبت سے شیخ ابو العباس المرسی کہلاتے ہیں۔ باپ کا نام عریف تھا۔ ابو العباس ظاہری اور باطنی علوم کے جامع تھے مریدوں اور معتقدوں کی تعداد بہت تھی۔ ۵۳۶ھ / ۱۱۴۲ء میں مراکش میں آپ کا انتقال ہوا۔

Marfat.com

قَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اِذَا وَافَقَ الْهَوَى الْحَقَّ فَذٰلِكَ تَشْبِيْهٌ بِالزَّبَدِ (یعنی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے کہا: جب نفس نے حق کے ساتھ موافقت کرلی تو اس میں وہ لذت پیدا ہوگئی جو مکھن میں شہد کے مل جانے سے اور دودھ میں شکر کے گھل جانے سے ہوتی ہے کہ وہ ایک دوسرے میں گھل مل جاتے ہیں ـــــ مثلاً اگر کسی شخص کو اس کے ماں باپ حلوا کھانے کا حکم دیں اور جو کی روٹی کھانے سے منع کریں۔ تو اس کے لئے یہ حلوا کھانا اور اس سے لذت حاصل کرنا زیادہ بہتر اور نفع بخش ہوگا جو کی روٹی کھانے میں اور ترک لذت کرنے سے۔

ایک دوسرا گروہ نفس کی مخالفت کرتا اور اس کے خلاف کرنے میں اتنا مبالغہ کرتا اور ایسا اغراق دکھاتا ہے کہ ان پیچیدگیوں کے سبب حق کی مخالفت ہونے لگتی ہے۔ متعدد طاعات و عبادات کے فوت ہونے کا سبب پیدا ہو جاتا ہے اور بعض وہ سنن و نوافل بھی کہ نفس کو جن سے لگاؤ اور جن کی عادت ہو جاتی ہے ترک ہو جاتی ہیں۔ اگرچہ یہ بھی نفس کے علاج کے باب میں نافع ہے اور اس کا اثر ہوتا ہے۔ تاہم اس طریق کا سلوک تمام جدوجہد کو باطل کر دیتا ہے۔ اور اس طریق پر چلنے والے کو مقصود کی مخالف راہ پر لے جاتا ہے۔

مشائخ شاذلیہ[1] کا طریق یہ ہے کہ وہ طالبوں کی ہدایت اور مریدوں کی تربیت ان کی طبیعت کے موافق اور ان کے رفق و راحت کا خیال رکھتے ہوئے کرتے ہیں اور فوری طور پر ان کی پہلی حالت سے زور زبردستی کر کے نہیں نکالتے نیز مجاہدہ اور ریاضت میں ان پر کسی قسم کی سختی نہیں برتتے۔ بلکہ ان اوراد

---

[1] یہ تصوف کا ایک سلسلہ ہے جس کی نسبت یمن کے مشہور بزرگ حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی سے ہے۔

اشغال سے جو طالب کے نرم طبیعت اور مزاج کے موافق ہوں راہ دکھاتے اور مشغول رکھتے ہیں۔ اور مہربانی اور آرام اور رفتہ رفتہ مزید آسانی کے ساتھ منزلِ مقصود پر پہنچا دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جو کوئی اس راہ میں اپنا سفر طبیعت کے موافق اور اپنے مرغوب طریقے سے کرتا ہے، درگاہِ حق تک اس کی رسائی سب سے زیادہ آسان اور سب سے زیادہ قریب ہو جاتی ہے۔ اور جو کوئی حرکت طبعی کے خلاف چلتا ہے اس کے فاصلے کے اندازہ میں طبیعت سے ناموافقت کی وجہ سے اس کی سیر زیادہ آہستہ اور اس کی رسائی دشوار ہو جاتی ہے۔

شیخ ابن عطاء اللہ اسکندری صاحب کتاب الحکم تاج العروس میں کہتے ہیں:۔ لَا تَأْخُذْ مِنَ الْاَذْکَارِ اِلَّا مَا یُعِیْنُکَ الْقُوَی النَّفْسَانِیَّۃُ عَلَیْہِ بِحُبِّہٖ (یعنی کوئی ذکر اختیار نہ کر سوائے اس ذکر کے جس میں نفسانی قوتیں خدا کی محبت میں تیری مدد کریں)۔

لہ اور قطب وقت شیخ ابو الحسن شاذلیؒ جو شاذلیہ سلسلہ کے امام اور منتہا ہیں فرماتے ہیں: اَلشَّیْخُ مَنْ دَلَّکَ عَلٰی رَاحَتِکَ (یعنی شیخ وہ ہے جو تیری راحت کی جانب تیری رہنمائی کرے) (یعنی تجھے مجاہدہ اور ریاضت کا حکم نہ کرے) اور اس حدیث کے معنی کے بیان میں کہ یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا (یعنی آسان کرو دشوار نہ بناؤ) فرمایا ہے یعنی

لہ اصل نام علی بن عبد اللہ ہے۔ سلسلہ نسب حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ملتا ہے۔ آپ کا قیام ایک طویل عرصہ تک شہر اسکندریہ میں رہا۔ وہاں بے شمار لوگ آپ سے رجوع کرتے تھے۔ آپ اولیائے عظام اور مشائخ کبار میں سے ہیں۔ دعائے حزب البحر جو اولیاء اللہ میں بے حد مقبول رہی ہے آپ ہی سے منسوب ہے۔ ۶۵۶ھ/۱۲۵۸ء میں یمن میں وصال ہوا۔ مزار یمن کے شہر مخا میں ہے جو اپنی قہوہ کی پیداوار کے لئے مشہور ہے۔

Marfat.com

دُلُّوهُمْ عَلَى اللهِ وَلَا تَدُلُّوهُمْ عَلَى غَيْرِهِ فَإِنَّ مَنْ دَلَّكَ عَلَى الدُّنْيَا فَقَدْ غَشَّكَ وَمَنْ دَلَّكَ عَلَى الْعَمَلِ فَقَدْ أَتْعَبَكَ وَمَنْ دَلَّكَ عَلَى اللهِ فَقَدْ نَصَحَكَ (یعنی: جس کسی نے تیری رہنمائی دنیا کی طرف کی اس نے تیرے حق میں خیانت کی اور جس کسی نے تجھ کو مجاہدہ اور ریاضت کی شدت میں پھنسایا تو تجھے سختی اور تکلیف میں مبتلا کیا۔ اور جس کسی نے تجھے خدا کا راستہ دکھایا وہی حقیقت میں تیرا ناصح اور خیر خواہ ہے) واللہ اعلم

قاعدہ ۱۱

الفاظ کی نگہبانی اور معانی کا ضبط دونوں ضروری ہیں

جس طرح لفظ میں معنی کی رعایت لازم ہے اور لفظ کا قالب معنی کی روح کے بغیر صحیح اور معتبر نہیں ہوتا۔ اسی طرح لفظ میں ایسی رعایتیں ہونا ضروری ہیں جو معنی کو سننے والے کے ذہن میں اتار دیں اور اس کے فہم پر اس کی وضاحت اور اظہار کر دیں۔ پہلے معنی کی صحت اور دل میں اس کا ربط و ضبط تلاش کرنا چاہیئے اس کے بعد زبان کی نگہبانی اور اس کی ادائیگی میں اس کی حفاظت کرنی چاہیئے تاکہ بیان مقصود لفظاً اور معناً تمام ہو جائے اور اشکال و ابہام سے خالی رہے۔ کیونکہ معنی کے ضبط کے بغیر گمراہی لازم آتی ہے اور لفظ کی نگہبانی کے بغیر بے راہ روی ضروری ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ محققین کامل اس وجہ سے کہ لفظ اور عبارت میں نقص ہے معنی مقصود کی ادائیگی اور حقیقت کے بیان میں ابہام اور اشتباہ کی وجہ سلیم کے چکر میں پڑ جاتا ہے۔ اور ظاہر بین اور عبارت پرستوں کے نزدیک کفر، بدعت، فسق کے ساتھ منسوب ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جو کچھ خصوصیت سے اس گروہ کو بالخصوص ان کے متاخرین کو پیش آیا

Marfat.com

اس میں سے اکثر اسی قبیل کا ہوگا۔ کبھی عام رہ گذر سے اشخاص اور واقعات کا
۵۹ ضرر بھی لازم آتا ہے یہاں تک کہ ایک شخص سے اسی کے معنی معتبر و مقبول قرار
پاتے ہیں اور دوسرا ان کو منکر و مردود قرار دیتا ہے۔ اور یہ بھی ہوتا ہے کہ لفظ اور
معنی کے اتحاد کے باوجود ایک ہی شخص سے ایک وقت میں مستحسن اور دوسرے
وقت میں مردود ہو جاتے ہیں۔ جس طرح متکلم کے حال کے بدل جانے سے حکم میں
اختلاف ہو جاتا ہے اسی طرح سامع کا حال ہے: حَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا يَعْرِفُونَ
أَتُرِيدُونَ أَنْ يُكَذَّبَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ (یعنی: لوگوں سے اس انداز کے ساتھ بات کرو
جس کو وہ پہچانتے ہیں۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ وہ اللہ اور رسول کو جھٹلائیں۔ ۔ ۔ ۔

. . . . . .

حضرت جنید قدس سرہ کے بارے میں روایت ہے کہ کچھ لوگ آپ کے پاس آئے
اور انھوں نے آپ سے ایک مسئلہ پوچھا۔ آپ نے ہر ایک کو جواب مختلف دیا۔
لوگوں نے دریافت کیا، یہ کیا بات ہے آخر ایک مسئلہ کا حکم تو ایک ہی ہے فرمایا
اَلْجَوَابُ عَلٰى قَدْرِ السَّائِلِ (یعنی جواب سائل کے فہم کے مطابق ہوتا ہے) جیسا کہ
رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُمِرْنَا اَنْ نُكَلِّمَ النَّاسَ عَلٰى قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ
(یعنی، ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق بات کرو) واللہ اعلم

قاعدہ ۱۳

ہر بات کتاب و سنت کی روشنی میں کی جائے

حقیقت کو پرکھنے کے سلسلہ میں نظر کو کوتاہ کر لینا طریقت کی
اصلیت کو سمجھنے میں مخل ہوتا ہے اور اسی سبب سے واضح شریعت کی روشنی

ایک گروہ کے طامات اور شطحیات پر اعتراض وارد کرنے کا موجب اور ان کے انکار کا سبب ہوتا ہے۔ پس قول میں احتیاط واجب ہے تاکہ کتاب وسنت کے علاوہ کسی جگہ سے کوئی بات نہ لیں اور الفاظ میں تحفظ کریں تاکہ بیان مقصود غیر واضح اور مبہم نہ رہے سوائے منکر کے کہ اصل میں مستند ہے اور جس کی وجہ واضح ہے وہاں تو مجبوری ہے اور اس لئے عتاب اور ملامت کا محل نہیں۔

ابوسلیمان[1] دارانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کسی گروہ کے کلام سے کوئی نکتہ میرے دل میں جاگزیں ہو جاتا ہے۔ اور ایک مدت تک میں اسی پر غور کرتا رہتا ہوں۔ ہر چند کہ وہ نکتہ اپنے حسن و لطافت کے اقتضا سے زبانِ حال سے فریاد کرتا رہتا ہے کہ مجھے قبول کر لیکن میں اسے قبول نہیں کرتا۔ سوائے اس کے جس پر قرآن وسنت شاہد ہوتے ہیں۔ ف۸ ہر صوفی خلق کے ساتھ حقیقت بیان کرنے پر مامور و مشروع نہیں ہوتا۔ اور توجیہ صرف حقیقت کو جانچنے میں ظاہر کرتا ہے۔ اور بلا حظہ اور اعتبار کی نظر سنت و شریعت الٰہی پر جو اس نے اپنے بندوں کے لئے بنائے ہیں اور جن کا حکم فرمایا ہے، نہیں پڑتی۔ البتہ اعمال یا شطح در احوال یا ابہام اور اشکال واقوال میں غلط راہ پانے سے محفوظ نہیں رہتی اور اس طرح یا خود ہلاک

---

[1] آپ کا نام عبدالرحمن اور والد بزرگوار احمد بن عطیہ تھے۔ دمشق کے نواحی دیہات میں ایک قریہ دارا ہے اسی کی نسبت سے آپ دارانی کہلاتے ہیں۔ شام کے مشائخ متقدمین میں آپ کا شمار ہے۔ زہد و تقوی میں یکتا اور پیشوا سمجھے جاتے تھے۔ آپ سے کسی نے معرفت کی حقیقت پوچھی تو آپ نے نہایت مختصر الفاظ میں جواب دیا کہ "معرفت یہ ہے کہ بجز ایک کے دل میں کسی دوسرے کی طلب نہ ہو" وفات ۲۱۵ھ/۸۳۰ء اور مزار موضع دارا میں ہے۔

Marfat.com

ہوجاتی ہے یا دوسروں کو ہلاک کردیتی ہے یا دونوں کا یہی انجام ہوتا ہے
قَالَ بَعْضُ الْعَارِفِيْنَ مَنْ عَامَلَ الْحَقَّ بِالْحَقِيْقَةِ وَالْخَلْقَ بِالشَّرِيْعَةِ فَهُوَ صِدِّيْقٌ وَمَنْ عَامَلَ الْحَقَّ بِالشَّرِيْعَةِ وَالْخَلْقَ بِالْحَقِيْقَةِ فَهُوَ زِنْدِيْقٌ وَمَنْ عَامَلَ الْحَقَّ بِالشَّرِيْعَةِ وَالْخَلْقَ بِالشَّرِيْعَةِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ سُنِّيٌّ (یعنی: بعض عارفوں نے کہا جس نے خدا کے ساتھ معاملہ حقیقت کی روشنی میں کیا اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ شریعت کی روشنی میں وہ صدیق ہے۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریعت کا اور مخلوق کے ساتھ حقیقت کا معاملہ کیا وہ زندیق ہے اور جس نے معاملہ خدا کے ساتھ شریعت کا اور مخلوق کے ساتھ شریعت کا کیا وہ مومن سنی ہے) واللہ اعلم

قاعدہ ۱۳

اشتباہ کے موقع پر توقف مناسب ہے ایسے اشکال اور اشتباہ کے موقع پر توقف کرنا کہ جہاں دلیل یقینی نہ ہو محمود ہے۔ اور مقام یقین کہ جہاں دلیل قاطع اور واضح ہو مذموم۔ اس طریقے کا مبنیٰ اور مدار حسن ظن اور اس کی ترجیح ان چند دلیلوں پر ہے جو اس کے پاس اس دلیل کی مخالف و معارض ہیں۔ یہاں تک کہ کہا گیا ہے کہ ہزار کافروں کا اسلام کے شبہ میں کفر سے خارج ہوجانا صحیح ہے نہ ایک مومن کا کفر کے شبہ میں ایمان سے خارج ہوجانا۔ درحقیقت اہل قبلہ کی عدم تکفیر کی بنیاد بھی اسی نکتہ پر ہے۔ ایک اور گروہ اس طرف گیا ہے کہ جزم جو اجتہاد کا مورد ہے اور دلیل ظاہر کا مقتضیٰ ہے قبول اور انکار سے واجب اور

Marfat.com

لازم ہے۔ کام کی غرض وغایت امر الٰہی سے باطن کے کام کی تفویض ہے اور اسی سے صوفیہ کی جماعت میں ہر دم اختلاف رونما ہوتا ہے کیونکہ ان صوفیہ سے مشتبہات اور وہم فعلاً اور قولاً ظاہر ہوتے ہیں۔ ایک فرقہ انکار کے راستہ پر جاتا ہے اور دوسرا گروہ مقام توقف اختیار کرتا ہے اور حقیقت ۸۱ اور انصاف کی نظر میں دونوں گروہ اس مقتضا کے سبب جوان کو دکھائی دیتا یا ظاہر ہوتا ہے صحیح ہیں۔

مشائخ طریقت میں سے کسی سے لوگوں نے پوچھا "ابن عربیؒ کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟" یعنی شیخ محی الدین ابن عربی ؒ کے بارے میں کچھ لوگوں کے درمیان نزاع اور اختلاف ہے آپ کا کیا خیال ہے اور آپ کیا اعتقاد رکھتے ہیں" انھوں نے جواب دیا: هُوَ اَعْرَفُ بِكُلِّ فَنٍّ مِنْ اَهْلِ كُلِّ فَنٍّ (وہ ہر علم میں ہر علم و فن کے آدمیوں سے زیادہ عالم اور زیادہ ماہر تھے)۔ لوگوں نے کہا "ہم آپ سے اس باب میں نہیں پوچھتے کہ ان کو کسقدر علم و مہارت اور برتری تھی۔ سوال ان کے اعتقاد اور انکار کے بارے میں ہے یعنی ایمان، اتباع اور ہدایت کے بارے میں" فرمایا: اُخْتُلِفَ فِيْهِ مِنَ الْكُفْرِ اِلَى الْقُطْبَانِيَّةِ۔ اگر آپ اس بارے میں پوچھتے ہیں تو ان کے متعلق لوگوں کے درمیان اختلاف ہے جو کفر سے شروع ہو کر قطبیت کی حد تک پہنچتا ہے۔ ایک جماعت ایسی ہے جو انھیں کافر سمجھتی ہے دوسری ان کو قطب گردانتی ہے" لوگوں نے کہا "پھر آپ کس طرف ہیں اور آپ کے نزدیک کونسی بات واضح ہے" فرمایا "اَسْلِمْ تَسْلَمْ (اسلام اختیار کرو سلامت رہوگے) میرا مذہب تسلیم ہے اور سلامتی تسلیم کے

اختیار اور غلو کے ترک کرنے میں ہے۔ اور زیادتی انکار کرنے یا حد سے زیادہ اعتقاد رکھنے میں۔ اس لئے کہ تکفیر میں سراسر خطرہ ہے اور تعظیم میں مبالغہ بھی اپنے اندر ضرر کا احتمال رکھتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ عوام الناس ان کی ان مبہم و موہوم باتوں کا اتباع کرنے لگیں۔ اور مقصد کے کنہ و حقیقت سے عدم واقفیت کی بنا پر کسی دوسری ہی راہ پر جا پڑیں۔ واللہ اعلم

قاعدہ ۴۱

پانچ چیزیں جن چیزوں کو حاصل کیا جائے وہ پانچ ہیں۔ اول چیز اُن کے علوئے مرتبہ، رفعتِ شان، صفوتِ حال اور بلاحظۂ کمال پر نظر رکھنا کہ جب رخصت سے تعلق قائم کریں۔ یا آداب میں سے کسی ادب میں محتاجی دکھائیں۔ یا امور دین میں سے کسی امر میں سہل انگاری سے کام لیں ۸۲
یا صفاتِ نقص میں سے کسی صفت سے متصف ہوں تو اعتراض کرنا ضروری اور انکار کرنا لازمی ہوتا ہے۔ جو چیز جتنی زیادہ لطیف اور پاکیزہ ہوتی ہے اتنا ہی زیادہ اس کا عیب اور نقص واضح ہوتا ہے۔ چنانچہ سفید کپڑے میں اگر ایک سیاہ نقطہ پڑ جائے تو وہ نمایاں ہو جاتا ہے۔ اس قسم کی باتوں کے دفع کرنے کے دو طریقے ہیں۔ اول یہ بات سمجھ لیں کہ کسی شخص میں بھی خالص کمال ثابت نہیں ہے اور کوئی شخص بھی بشریت کے نقص سے خالی نہیں، عصمت صرف انبیاء کے ساتھ مخصوص ہے اور لغزش بلکہ خطا اور گناہ جس میں اصرار اور ہمیشگی نہ ہو کمال کے مرتبہ اور ولایت کے درجہ کے منافی نہیں ہے چنانچہ پچھلے قاعدوں میں اس پر گفتگو کی جا چکی ہے۔

دوم یہ کہ اس گروہ پر اعتراض وانکار کی وجوہ ان کے علوم کی دقت اور اشارات کی لطافت ہیں جو ہر شخص کی سمجھ میں جلدی نہیں آتے۔ درحقیقت سب سے زیادہ شریف اور سب سے زیادہ دقیق و لطیف علم تصوف ہے کہ اس کی بنیاد کتاب وسنت، ذوق صحیح اور کشف صریح پر ہے چنانچہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ لَوْ کَانَ تَحْتَ اَدِیْمِ السَّمَاءِ عِلْمٌ اَشْرَفُ مِنْ عِلْمِنَا ھٰذَا لَرَحَلْتُ عَلٰی شَرَفِ ھٰذَا الْعِلْمِ۔ یعنی اگر اس نیلگوں آسمان کے نیچے کوئی دوسرا علم اس علم سے زیادہ شریف ہوتا کہ جس میں ہم اپنے ساتھیوں سے گفتگو کرتے ہیں تو ہم اس کے لئے کوشش کرتے اور اس کی طلب میں دوڑتے۔ ہر علم کا یہ وصف ہے کہ وہ طبیعت کی تیزی، عقل کی قوت، افہام وتفہیم اور بحث ومباحثہ کی مدد سے سمجھ میں آجاتا ہے۔ مگر یہ علم ایسا ہے کہ اس میں فطرت کی سلامتی، مزاج کی درستی فہم کی تیزی کے علاوہ نفس کی ریاضت، باطن کی صفائی اور ماسوی اللہ سے دل کا پوری طرح خالی ہونا بھی شرط ہے۔ پس انکار کا سبب اصل میں فہم کا قصور، استعداد کی کمی، حوصلہ کی تنگی، معرفت کا نہ ہونا اور ایمان کا ضعف ہے۔ پھر بھی منکر اگر تورع، خوف، حذر، یکسوئی اور سلامتی کی راہ چلتا ہے تو اس پر زیادہ الزام عاید نہیں ہوتا۔ تاہم طریقوں میں سے انصاف پر مبنی توقف اور تسلیم کا طریقہ ہے۔

سوم: اسباب انکار میں سے ایک یہ بھی ہے کہ تصوف کے مدعیوں کی کثرت ہوگئی ہے۔ اور جھوٹے، بناوٹی اور ریاکار اس گروہ میں داخل ہوگئے

Marfat.com

کہ وہ غرض کے بندے اور بدلے کے خواہشمند ہیں۔ پس اس یکسانیت کی وجہ سے اگر محققوں میں سے کوئی ایک حق کا دعوی کرے تو ظاہر بینوں کی نظر میں وہ جھوٹے مدعیوں کی طرح نظر آتا ہے۔ یہاں ایسی کوئی دلیل اور ثبوت ہونا چاہیے جو جھوٹے کو سچے سے الگ کردے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دلیل تو موجود ہوتی ہے لیکن دیکھنے والے میں اتنی قوت نہیں ہوتی کہ وہ اس کو سمجھ سکے۔ لہذا اس موقع پر توقف اور تامل بہتر ہے۔

چہارم :۔ عام لوگوں کی گمراہی کا خوف، الحاد کے چکر میں جا پڑنا اور ظاہر شریعت پر اعتبار نہ کرنا ہے جیسا کہ اکثر جاہل اور گمراہ لوگوں کا مشاہدہ ہوا ہے۔ اور یہ حقیقت میں اس طریقہ کی اصل اور اس علم کے وجود کا انکار نہیں ہے۔ بلکہ ایک مصلحت کی وجہ سے اور حکمت کی بنا پر ہوتا ہے اور یہ قطعاً ایک مختلف چیز ہے۔

پنجم :۔ حق بات کے ماننے، اس کا اعتراف کرنے اور عدل وانصاف کے راستہ پر قائم اور ثابت قدم رہنے میں بخل کو حسب مراتب لوگوں کی سرشت میں ودیعت کر دیا گیا ہے۔ چونکہ صوفیہ کا تعلق اور توجہ حقیقت کی طرف اور اظہارِ حقیقت پر ہے اور اس چیز کے غلبہ کے سبب جملہ اعتبارات باطل ہو جاتے اور مٹ جاتے ہیں اس لئے یقینی ہے کہ اپنی نیک نامی، تسخیر قلوب، رجوع خلائق اور عزت وغلبہ کی بنا پر ان کی زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی ایک مخصوص شان ہوتی ہے اور ان کو ایک خاص امتیاز نصیب ہوتا ہے۔ یہ بات فقہا اور علمائے ظاہر کو نصیب نہیں ہوتی۔

اس لئے عام لوگوں کے دل میں ان کی طرف سے ایک گونہ جلن، رشک اور ۸۴
حسد پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور وہ اہلِ کمال کی تنقیص کرنے لگتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کے دلوں میں عزت و تعظیم کے لئے کوئی جگہ نہیں رہتی۔ وَذَالِكَ نَفْخَةُ الصُّدُوْرِ (اور یہ سینوں کا ورم کرنا ہوتا ہے) یعنی اس سے لوگوں میں بے اعتقادی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اس قسم کا شخص انکار میں معذور ہی نہیں بلکہ محروم اور نقصان اٹھانے والا بھی ہوتا ہے۔ اس کے برعکس پہلی قسموں کے لوگ معذور بلکہ ماجور ہیں۔ اور حقیقی سبب علما اور عرفا کی نہ کہ فقہا اور علمائے ظاہر کی اچھی شہرت قائم رہنے اور اچھے الفاظ میں ان کا ذکر ہونے کا یہ ہے کہ تصوف اور تعبد کے غلبہ اور اللہ کی طرف توجہ سے وہ عاری اور خالی ہوتے ہیں۔ فقیہ اپنے نفس کی صفات میں سے ایک صفت کی طرف منسوب ہوتا ہے اور اسی سے اس کو شغف رہتا ہے۔ وہ صفت اس (فقیہ) کی عقل اور سمجھ ہے۔ اور وہ اس کی حس اور حیاتِ ظاہر کے ختم ہو جانے سے ختم اور نابود ہو جاتی ہے اور عارف اور عابد کی نسبت پروردگار سے جو حیّ و قیوم ہے ہوتی ہے، اور پروردگار کی صفت یہ ہے کہ وہ ازل سے ابد تک باقی ہے۔ پھر وہ کیسے مر سکتا ہے کہ جس کا تعلق بغیر علت نفس، ذات حی لایموت کے ساتھ ہو گئی ہو ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

(یعنی ؎ جس شخص کا دل عشق کی وجہ سے زندہ ہو گیا ہے وہ کبھی نہیں مرتا۔ چنانچہ ہم (عاشقوں) کا دنیا کی کتاب پر ہمیشہ نام باقی رہے گا)

اور اسی لئے مجاہد بھی جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں شرفِ شہادت سے سرفراز ہوتا ہے
اور جب اس نے اللہ تعالیٰ کے کلمہ کی تحقیق اور دین کا اعلان حسّاً و معناً کیا ہے
وہ دونوں قسم کی حیات سے کہ جو حسی و معنوی ہیں سرفراز ہو جاتا ہے : وَلَا
تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ
يُرْزَقُوْنَ ○ (یعنی: اور ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوئے ہیں مردہ مت
سمجھو، بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کی طرف رزق پاتے ہیں) اور جب صلحاء کا عمل
اور اُن کی عبادت کلمۃ اللہ اور دین کی تحقیق اور اعلائے معنوی ہے حیاتِ
معنوی کے اور اس پر اقتصار کرنے کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اور وہ دوام اس کی
کرامت اور ذکر خیر و برکت ہے چنانچہ کہا گیا ہے ع

قَدْ مَاتَ قَوْمٌ وَهُمْ فِي النَّاسِ اَحْيَاءُ

(یعنی: ایک جماعت مرگئی ہے اگرچہ وہ جماعت مردوں کے درمیان زندہ ہے) واللہ اعلم

قاعدہ ۱۵

۸۵

صوفیہ کے اقوال سے متعلق کتابوں کے مطالعہ کی شرطیں

جو کتابیں علما اور فقہا نے صوفیہ کے اقوال کے ظاہری مفہوم کے رد و انکار میں لکھی ہیں اگرچہ ان کے غلط مواقع پر استعمال سے
ڈرانے، روکنے اور حفاظت کرنے کی غرض سے ہیں اور اگرچہ ان میں نفع کا شائبہ
ہے لیکن ساتھ ہی نقصان کا بھی احتمال ہے ان سے حقیقت کا حصول اور نفع
اور فائدہ حاصل کرنا چند شرطوں کی رعایت پر موقوف ہے۔ اوّل یہ کہ نظر کو اپنے
احوال پر مختصر کر دیئے (زیادہ نہ جائیے) اور اس کو اپنے نفس پر انکار و مواخذہ کا

Marfat.com

سبب بنائے۔ فصاحت اور طلاقت لسانی اور مجلس آرائی کا اظہار نہ کرے اور سالک راہ کے علاوہ کہ جو طبیعت کی ذہانت، عقل کی تیزی اور مزاج کی سلامتی رکھتا ہو اور جانتا ہو کہ کس وقت بات کی جائے۔ مقصد کی کیا نزاکت ہے۔ صدق۔ تحقیق اور سلوک کے مقام میں ثابت قدم رہے اور ورع اور احتیاط کے طریقوں سے موصوف ہو، کسی سے بیان نہ کرے۔ اور سادہ لوح اور خالی الذہن مریدوں کے جو گہری عقیدت کی بنا پر کہ وہ حضرات مشائخ سے رکھتے ہیں اور بات کو سمجھنے کی قوت نہیں رکھتے درمیان نہ لائے اور جو اعتقاد اور ارتباط ان کو مشائخ سے ہے اس میں انھیں پریشانی اور الجھن (پراگندگی) میں نہ ڈالے۔ اگر بفرضِ محال وعظ و نصیحت کے موقع پر کسی بات کو جتانے یا تنبیہ کرنے کی ضرورت ہو تو ایک عام بات کے انداز میں دخل دے یا اعتراض کرے۔ قائل کا نام نہ لے اور بیان کے سلسلہ میں اس گروہ کی عظمت حال اور جلالتِ شان کا لحاظ کرتے ہوئے اعتراض کرے۔ اس لئے کہ اماموں کی لغزشوں کو چھپانا، بزرگوں کی خطاؤں کو پوشیدہ رکھنا واجباتِ وقت اور اسبابِ سعادت سے ہے۔ اور دین کی نگہبانی مملکتِ اسلام کی حفاظت اور شریعت کی مراعات اس سے زیادہ واجب اور لازم ہیں۔ خدا کے دین پر قائم رہنے والا ماجور اور اس کی مدد کرنے والا منصور ہے۔ حق بات کے سلسلہ میں انصاف لازم اور نفس اور خواہش کی پیروی ممنوع ہے۔ وہ دیانت جو خواہش اور ہوا کی ساتھی ہو فاسد ہے۔ اور وہ نصیحت جس میں نفسانی غرض کی آمیزش ہو باطل ہے۔

Marfat.com

دوسری شرط۔ مشائخ کے ساتھ مضبوط اعتقاد اور حسن ظن اور ان کے دامن عزت وکمال کی طعن اور تنقیص کے غبار سے پاکی وصفائی اور حسنِ ظن کا اظہار اس طریقہ پر کہ جس بات کی تنقیص کی جارہی ہے اس کی نسبت ان سے ممکن نہیں یا یہ کہ ان سے یہ فعل صادر نہیں ہوسکتا اور دوسرے ان کے افعال کی اس طرح تاویل کہ یہ کام جس کا ظاہر مخالف ہے درحقیقت مخالف نہیں۔ یا اگر مخالف بھی ہے تو ان سے سکر وحال اور غلبۂ وجد کی وجہ سے صادر ہوگیا۔

تیسری شرط: اس بات کا اعتقاد کہ ردوانکار کا باعث دراصل مادہ فاسد اور غلط تصورات کی روک تھام ہے تاکہ عام خلقت اور اس راہ پر چلنے والے گمراہ نہ ہوں اور صدق وتمکن حقیقت کے مقام کی تحقیق کے بغیر ان کی تقلید اور پیروی کی راہ پر نہ چلیں کیونکہ تقلید واتباع شریعت کے ظاہری احکام میں چلتی ہے۔ احوال ومواجید اور اذواق میں نہیں۔ اور فقہا میں سے جو لوگ صوفیہ کے گروہ کے ردوانکار کی راہ پر چلے ہیں اور جنھوں نے اس معاملہ میں سختی اور شدت سے کام لیا ہے وہ ابن جوزی ہیں جو فقہ اور حدیث کے بڑے علما میں سے ہیں۔ انھوں نے کہا ہے کہ "اس کا بھی مقصد ذرائع کی روک تھام ہے۔ اس کی آرائش وزیبائش کے خیال سے اپنی کتابوں کو مشائخ کی حکایتوں اور کلمات اور ان کے افعال واقوال سے استشہاد کے ذکر میں ردوانکار کے باوجود انھوں نے ان کے بارے میں بعض موقعوں پر اپنی کتاب تلبیس ابلیس میں جو ان کی مشہور تصنیف ہے چند جگہوں پر کیا ہے۔

Marfat.com

انھوں نے مبالغہ سے کام لیا ہے اور قسم کھائی ہے کہ میرا مقصد علم کا اظہار اور سنت کی تحقیق اور بدعت کے مواضع پر تنبیہ اور تحذیر (ڈرانا) ہے۔ رجال پر طعن کرنا اور اہلِ کمال کی تنقیص کرنا نہیں۔ لیکن ان کے کلام کی شدت، سختی اور لہجہ کی تیزی سے جو انھوں نے اپنی کتاب میں اختیار کیا ہے ظاہر ہو جاتا ہے کہ ان کا انکار قوی اور ان کی نزاع معنوی ہے اور انصاف کی نظر میں یہ کتاب شیطان کے داخل ہونے اور بدعت و جہالت کے مادہ کو کاٹ ڈالنے کی معرفت میں بے نظیر ہے۔ قطع نظر اس سے کہ ان کے الفاظ کی سختی، انکار کی شدت اور طعن و تشنیع میں گہرائی وحشت میں مبتلا کرنے اور تشویش میں ڈالنے والا ہے، اس لئے اربابِ نصیحت میں سے محققین نے اس کتاب کے پڑھنے اور اس کی مثالیں دینے سے منع کیا اور روکا ہے اور وصیت کی ہے کہ اس پر غور و خوض نہ کیا جائے۔ تاکہ مشائخ اور اربابِ احوال سوءِ ظن اور ان کی تنقیص میں مبتلا نہ ہوں۔ جیسا کہ اس کتاب اور اس میں مذکور مثالوں سے منع کیا ہے۔ اسی طرح اربابِ طریقت کی بعض کتابوں مثلاً فصوص اور اس کے مثل اور کتابوں پر غور کرنے سے بھی روکا ہے کہ ان میں اسرارِ حقائق اور مواجید کو صریحاً بغیر توقف اور یکسوئی کے لکھ ڈالا ہے۔

چوتھی شرط جو خلاصۂ کلام اور حاصلِ مقصد ہے یہ ہے کہ اپنے علم کی کمی اور عقل کی کمزوری کا اعتراف کرے۔ خدا جانتا ہے کہ انھوں نے (مشائخ نے) کیا کہا ہے اور کس بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ان کی باتوں کو انھیں کے ساتھ چھوڑے اور خود کو اور اپنے تصرف کو درمیان سے ہٹا لے۔ انصاف کی بات یہ ہے کہ توقف اور انکار اس بات پر کیا جاتا ہے جو اس کی سمجھ میں آ رہی ہے یا احتمال اس امر کا ہو

Marfat.com

کہ انھوں نے اس چیز کا قصد کیا ہے جو فی نفسہٖ بُری نہیں ہے۔ پس حقیقت میں انکار خود اپنے نفس پر ہوتا ہے ان پر نہیں۔

حاصل کلام یہ کہ شریعت ایک واضح چیز ہے، خود اس کے موافق چل اور اسی کے مطابق کام کر۔ اور اگر تجھ سے مسئلہ شرعی پوچھا جائے تو شریعت کے حکم کے مطابق جواب دے۔ اور اگر صادقانِ راہ کے بارے میں کوئی بات آجائے تو تغافل سے کام لے اور چشم پوشی اختیار کر۔ واضح رہے کہ انکار دوری اور حرمان کا سبب ہوتا ہے اور تصدیق و اعتقاد کامیابی کا موجب ہے وَاللّٰہُ الْھَادِیْ وَمِنْہُ التَّوْفِیْقُ لِنَیْلِ الصَّوَابِ (یعنی: اللہ تعالیٰ ہی ہدایت کرنے والا ہے۔ وہی توفیق دیتا ہے اور وہی صحیح بات تک پہنچاتا ہے)۔

کتاب قواعد الطریقۃ فی الجمع بین الشریعت والحقیقۃ سے قواعد کی نقل پوری ہوئی۔ چونکہ اس کتاب کی عبارتیں وقت کی مناسبت سے بیحد مختصر تھیں اس لئے اگر شرح اور وضاحت کی وجہ سے کسی کلمہ یا فقرہ کی زیادتی ہوگئی ہو تو کچھ بعید نہیں۔ لیکن کسی بات یا حکایت کی نقل میں اس اصل سے زیادتی نہیں کی گئی جو شیخ کا مقصود یا اُن کا اپنا کلام ہے سوائے بعض جگہوں کے۔ اور اگر توفیق ملی تو اس مفہوم کو دوسرے رسالوں میں بھی وقت کے تقاضہ کے مطابق کچھ اور مضمون شامل کرکے تفصیلاً دیا جائیگا انشاء اللہ تعالیٰ

خاتمہ اب اہلِ حق کے اعتقادات کی طرف مختصر طور پر اشارہ کرکے رسالہ کو ختم کرتے ہیں تاکہ کلام کا انجام آغاز کے مطابق ہو۔ اعتقاد کی فصلیں حسب ذیل تین ہیں۔

Marfat.com

اوّل: ربوبیت پر اعتقاد۔ اس اعتقاد کا خلاصہ تنزیہ کا اثبات اور تشبیہ کی نفی ہے۔ صفاتِ کمال میں سے جو کچھ ہو اس کا اثبات اور متشابہات اور مشکلات سے جو کچھ وارد ہوا ہے اس کی حقیقت پر ایمان رکھنا یا حقیقت کو سونپنا کہ جس سے مراد علمِ الٰہی ہے۔ اس باب میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نہایت جامع ہے جب اُن سے: اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى (رحمٰن نے عرش پر قرار پکڑا) کے معنی دریافت کئے گئے تو انھوں نے فرمایا اَلْاِسْتِوَاءُ مَعْلُوْمٌ وَالْكَيْفُ غَيْرُ مَعْقُوْلٍ وَالْاِيْمَانُ بِهٖ وَاجِبٌ وَالسُّؤَالُ عَنْهُ بِدْعَةٌ (یعنی: استواء تو معلوم ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس کی کیفیت و حقیقت مجہول ہے۔ اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے) اور شیخ ضیاء الدین ابو النجیب سہروردی نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفتوں کے بارے میں صوفیہ کا یہی مذہب ہے۔

دوم: نبوت کے درجوں پر اعتقاد رکھنا اور جملہ انبیاء علیہم السلام کی نبوت کو ماننا اور اُن کی عصمت پر اعتقاد رکھنا اور ان کی عزت و کمال کی پاکیزگی (پر یقین رکھنا)۔ ہر علم، عمل اور حال سے جو کمال کے مرتبہ کے لائق نہیں ہے۔ یا جن کی تعویض مشکل یا مشتبہ ہو گئی ہے۔ اور اگر حق تعالیٰ کی جانب سے ان پر عتاب یا خطاب کیا گیا ہو۔ یا کوئی بات جو عزت و کبریائی کی وجہ سے آئی یا ان کی طرف سے جناب کبریا میں کوئی ایسی بات جو تواضع اور بندگی کے اظہار کے طور پر کہی گئی ہو، ہمیں نہیں چاہئے کہ اس میں مشارکت تلاش کریں۔ اور ان کے ادب اور ان کی بلندی شان سے منافی اور حفظِ مراتب کا

۵۹ خیال رکھے بغیر کوئی بات کہیں۔ مالک کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے غلام کے لئے جو چاہے کہے۔ اور غلام کو بھی روا ہے کہ وہ عجز و مسکنت کے ساتھ جو چاہے تمسک کرے۔ کسی دوسرے کی کیا مجال ہے کہ وہ دم مارے۔ اور سید کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں مختصر اعتقاد یہ ہے کہ کمالات اور کرامات میں سے اُن باتوں کے سوا جو مرتبۂ الوہیت کے لئے ہیں آپ کے لئے اور ہر بات کو مانے۔ کائنا ما کان (پھر جو کچھ ہونا ہے سو ہو) ؎

دَعْ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارٰی فِیْ نَبِیِّهِمْ ۔۔۔ وَاحْکُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحًا فِیْهِ وَاحْتَکِمٖ

وَانْسُبْ اِلٰی ذَاتِهٖ مَا شِئْتَ مِنْ شَرَفٍ ۔۔۔ وَانْسُبْ اِلٰی قَدْرِهٖ مَا شِئْتَ مِنْ عِظَمٖ

(یعنی: اپنے نبی کے بارے میں جو دعویٰ نصاریٰ نے کیا تھا وہ چھوڑ دے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں تعریف کو حکم دے جو کچھ تو چاہے اور حاکم بن۔ اور بزرگی میں جو کچھ تو چاہے (آپ کو) اللہ تعالیٰ کے ساتھ نسبت دے اور عظمت سے اس کی قدر کے ساتھ جو چاہے نسبت دے) ؎

مخواں او را خدا از بہر امر شرع و حفظ دیں ۔۔۔ دگر ہر وصف میخواہی اندر مدحش املا کن

(یعنی: شریعت کے حکم کے مطابق اور دین کی حفاظت کے خیال سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا مت کہہ، اس کے علاوہ ان کی مدح میں جو خوبی تو چاہے تحریر کر)

سوم: آخرت کے بارے میں وہ تمام خبریں جو انبیا اور رسل صلوات اللہ علیہم اجمعین نے دی ہیں ان پر اعتقاد اور اس اعتقاد میں سب کچھ ان خبروں کا صدق اور راستی ہے اس وجہ سے کہ تغیر و تبدل اور تفصیلات و تاویلات میں غور و خوض کئے بغیر جو صحیح اور واضح ہے وہ وارد ہوا ہے اور تمام اعتقادات کا جامع یہ کلمہ ہے، اٰمَنَّا بِمَا جَآءَ عَنِ اللّٰهِ عَلٰی مُرَادِ اللّٰهِ وَبِمَا جَآءَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ عَلٰی مُرَادِ

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَبِمَا جَاءَ مِنْ عِنْدِ الْکُمَّلِ الرَّاسِخِیْنَ فِی الْعِلْمِ عَلٰی مُرَادِھِمْ (یعنی: ہم ایمان لائے اس چیز پر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے قصد و ارادہ کے مطابق آئی۔ اور جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ ؐ کی مراد پر آئی اور جو کچھ ان کاملین سے جو علم میں پختگی رکھتے ہیں ان کی مراد سے آئی)۔

حصول ایمان اور صحتِ اعتقاد میں اتنا ہی کافی ہے۔ اس کو ایمانِ مجمل کہتے ہیں اور تفصیل اس کی یہ ہے کہ دین کی ضروریات میں سے جو کچھ بھی ہے اس پر الگ الگ ایمان رکھتے ہیں۔ اس کی تفصیلات اس رسالہ میں جو اس مقالہ کا ضمیمہ ہوگا بیان کریں گے۔

وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ وَالْمُعِیْنُ وَھُوَ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَیَھْدِی السَّبِیْلَ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝

تَمَّتْ

Marfat.com

فہرستِ مضامین رسالہ مرج البحرین

عنوان	صفحہ
مقدمہ مولانا عبدالحلیم صاحب چشتی ایم اے۔ فاضل دیوبند	۳
افتتاحیہ : از مترجم	۶
مرج البحرین فارسی متن	۹
مرج البحرین : اردو ترجمہ	۹۱
حمد و صلوٰۃ	۹۴
رسالہ کا موضوع	"
فرقہ بندی کی پیشینگوئی	۹۴
صحیح راستہ	۹۵
اہل قبلہ کو کافر نہیں کہنا چاہیے	"
کفر و ضلالت کی وضاحت	"
وصل ۱۔ دنیا کی محبت خطاؤں کا اصلی سبب ہے	۹۷
دورِ رسالتؐ سے بُعد کا نتیجہ	۹۸
قرآن کریم کی لذت و حلاوت	۹۹
آنحضرتؐ کے وصال پر صحابہؓ کی کیفیتِ قلب	۱۰۰
عہدِ رسالت میں غیبت و حضور کا فرق	"
صحابہؓ کے یقین کی کیفیت	۱۰۳
وصل ۲ : خیر القرون میں اور اس کے بعد ایمان و یقین کی حالت	۱۰۴
فلسفہ کا مطالعہ ضعفِ ایمان کا سبب بنا	۱۰۵
علم کلام کی ابتدا	۱۰۶
علم کلام کے فوائد و نقصانات	۱۰۹
وصل ۳ : سلامتی کا راستہ فلسفہ سے اجتناب ہے	۱۱۰
عقل کو ذات و صفات کا مجملاً ادراک ہو سکتا ہے	۱۱۲
عقل راہِ معرفت میں چراغ کی مانند ہے	۱۱۳
وصل ۴ : عقل کی حقیقت اور اس کے اول مخلوق ہونے کا مطلب	۱۱۴
ذکر و فکر کا فرق	۱۱۷
معقول و منقول کی صحیح تطبیق	۱۱۸
وصل ۵ : نبی کی سچائی کو سمجھنے کے لئے عقل کی نہیں بلکہ ہدایت کی ضرورت ہے	۱۱۹
عقل کا صحیح مصرف	۱۲۰
وصل ۶ : عقل اشیاء کے کنہ و حقیقت کو سمجھنے سے قاصر ہے	۱۲۲
دینِ اسلام نے کس طرح لوگوں کے درجے بلند کئے	۱۲۴
سرورِ کائناتؐ کا ارشادِ گرامی	۱۲۶
اسلام سے تعلق یا عشق	۱۲۷
علم بقدرِ استعداد عطا ہوتا ہے	۱۲۸
وصل ۷ : نورِ حقیقت دل کی آنکھ سے دیکھا جا سکتا ہے	۱۳۰

Marfat.com

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
حضرت غوث الاعظمؒ کے ایک مرید کا واقعہ	۱۳۱	شارحینِ حدیث کی توجیہات	۱۵۲
وصل: شرع شریف کی اہمیت	۱۳۲	اصمعی کی تشریح سب سے زیادہ مناسب ہے،	۱۵۵
رسولؐ یا اشراد صحابہؓ کا اتباع ہی نجات کا ذریعہ ہے	؍؍	صحبتِ نبویؐ اور زبانِ نبوت کا اثر	۱۵۵
اہلِ بدعت نورِ ولایت و حقیقت سے محروم ہیں	۱۳۴	حضورؐ کا فیض اولیاء کیلئے خاص اور	
وصل: صوفیہ ہی رازِ حقیقت کو صحیح طور پر		تمام امت کیلئے عام ہے	۱۵۶
جانتے ہیں	؍؍	ہر صدی میں ایک مجدد پیدا ہوتا ہے	۱۵۷
طریقۂ جنیدیہ کی بنا کتاب و سنت ہے	۱۳۶	وصل: مشائخ کی لغزش، حال اور	
مشائخ کے شطحیات و ہفوات	۱۳۷	سکر کے غلبہ کے سبب ہے	۱۵۸
صوفیہ کے احوال	؍؍	شیخ شبلیؒ کا ایک واقعہ	۱۵۹
احوالِ مشائخ کے بارے میں تین گروہ	۱۳۸	شیخ شبلیؒ کے سکر کی کیفیت	۱۶۰
متصوفین اور فقہاء متقشفہ	۱۴۰	شیخ شبلیؒ کی تعظیم کا ایک واقعہ	۱۶۱
راہِ تسلیم اور غلبۂ وجد و حال	؍؍	شیخ شبلیؒ کا ایک اور واقعہ	۱۶۲
اربابِ صحو و تمکین	۱۴۱	شیخ شبلیؒ کا ایک تیسرا واقعہ	۱۶۳
غلبۂ حال قابلِ اعتبار نہیں	۱۴۲	اربابِ احوال کے نزدیک ان حکایات کی حیثیت	۱۶۴
وصل: مشائخ اور انبیاء کی لغزشوں کا فرق۔	۱۴۴	ابو حمزہ خراسانیؒ کا واقعہ	؍؍
کوئی ولی نبوت کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔	۱۴۵	حضرت ذوالنونؒ کا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ	۱۶۶
انبیاء علیہم السلام کی لغزش	؍؍	ابوالحسن نوریؒ کے ایثار کا واقعہ	۱۶۸
حضورؐ کے حوصلہ کی وسعت	۱۴۷	شیخ نوریؒ کا ایک اور واقعہ	۱۷۰
حضورؐ کے سوال کی جامعیت و وسعت	۱۴۸	کسی شیخ کی نفس کشی کا واقعہ	۱۷۱
ایک حدیث کی تشریح	۱۴۹	ایک بزرگ کا مجاہدہ	؍؍
اسی حدیث کی دوسری تشریحات	۱۵۰	نفس کشی کا ایک اور واقعہ	۱۷۲
آنحضرتؐ کو اللہ تعالیٰ سے کتنا قرب تھا	۱۵۱	اتباعِ نفس کی سزا	؍؍

Marfat.com

عنوان	صفحہ
نفس کے لئے علاج بالضد	۱۷۲
فقہاء کا اعتراض اور اس کا جواب	۱۷۴
حضرت ابولبابہؓ کی پشیمانی کا واقعہ	۱۷۵
صحابہؓ کی سکر و مستی کے واقعات	۱۷۶
وصل: مشائخ کا اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈالنا	۱۷۷
اسباب کی پہلی اور دوسری قسم	۱۷۸
اسباب کی تیسری قسم	۱۸۰
مؤلف کتاب کے اشعار کا ترجمہ	۱۸۱
وصل: وہ باتیں جن میں مشائخ و علماء کا اتفاق ہے	۱۸۲
قاعدہ: فقہ کا حکم عام اور تصوف کا خاص ہے	۱۸۳
قاعدہ: کیا صوفی کا کوئی مذہب نہیں	۱۸۵
قاعدہ: کتاب و سنت کا اتباع ضروری ہے	۱۸۷
قاعدہ: کلام میں اشکال و ایہام کا سبب اور اس کا حکم	۱۸۸
قاعدہ: علم اور مال کا فرق	۱۸۹
قاعدہ: صاحب وجد و حال کیلئے احکام شرعیہ کی قضا لازم ہے	۱۹۰
قاعدہ: درجہ کمال پر فائز ہونے کے بعد بھی شریعت کے احکام ساقط نہیں ہوتے	۱۹۲
قاعدہ: انبیاء علیہم السلام کے علاوہ ہر شخص میں بشری کمزوری ہوتی ہے	۱۹۴
قاعدہ: کیا فتنہ کے خوف سے ارتکاب جرم کر سکتا ہے؟	۱۹۵
قاعدہ: مقصود اصلی حق کی موافقت ہے۔	۲۰۰
قاعدہ: الفاظ کی نگہبانی اور معانی کا ضبط دونوں ضروری ہیں	۲۰۳
قاعدہ: ہر بات کتاب و سنت کی روشنی میں کی جائے	۲۰۴
قاعدہ: اشتباہ کے موقع پر توقف مناسب ہے	۲۰۶
قاعدہ: پانچ چیزیں	۲۰۸
قاعدہ: صوفیہ کے اقوال سے متعلق کتابوں کے مطالعہ کی ضرورت	۲۱۳
خاتمہ	۲۱۶

Marfat.com

قابلِ قدر کتابیں

تصانیف حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

• اثبات النبوۃ: اصل رسالہ عربی زبان میں ہے اسی کے ساتھ سلیس اردو سلیس ترجمہ ہے تقطیع ۳۰×۲۰/۱۶ ضخامت ۲ صفحات کاغذ و کتابت و طباعت بہتر قیمت ۵۰/۱

• رسالہ تہلیلیہ: اصل عربی رسالہ اور مقابل صفحہ پر اس کا اردو سلیس ترجمہ۔ یہ رسالہ ان علماء سے متاثر ہو کر لکھا گیا تھا جنہوں نے اکبری عہد میں کلمہ طیبہ کا غلط استعمال کیا جانے لگا تھا تقطیع ۳۰×۲۰/۱۶ صفحات ۵۵ کاغذ کتابت و طباعت بہتر قیمت ۷۵/

• شرح رباعیات: اصل فارسی مسلسل اس کے بعد مسلسل اردو سلیس ترجمہ۔ تقطیع ۳۰×۲۰/۱۶ صفحات ۱۲۔ کاغذ کتابت و طباعت عمدہ قیمت ۵۰/۱

• کوائف شیعہ: فارسی مع اردو ترجمہ۔ تقطیع ۳۰×۲۰/۱۶ ضخامت ۹۶ صفحات کاغذ کتابت و طباعت عمدہ قیمت ۶۲/۱

• مبدا و معاد: فارسی مع اردو ترجمہ۔ تقطیع ۳۰×۲۰/۱۶ ضخامت صفحات کتابت و طباعت اور کاغذ بہت عمدہ قیمت ۳/-

• معارف لدنیہ: فارسی مع اردو ترجمہ۔ تقطیع ۳۰×۲۰/۱۶ صفحات کتابت و طباعت اور کاغذ بہت عمدہ قیمت ۳/-

• مکاشفاتِ عینیہ: فارسی مع اردو ترجمہ تقطیع ۳۰×۲۰/۱۶ ۱۹۲ صفحات کتابت و طباعت اور کاغذ عمدہ قیمت ۵۰/۱

• انتخاب مکتوبات: صرف اردو۔ کاغذ معمولی صفحات ۳۳۶ قیمت ۲/-

Marfat.com

تصانیف حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب مدظلہ

- حیاتِ سعیدیہ: حضرت خواجہ محمد سعید قریشی احمد پوری کی مفصل سوانح۔
- عمدۃ السلوک حصہ اول: مبتدی طالبانِ سلوک کیلئے تصوف کے بیشمار مسائل۔ ۲/۲۰
- عمدۃ السلوک حصہ دوم: منتہی حضرات کے لئے بہت ضروری ۲/۵۰
- عمدۃ الفقہ حصہ اول: تقطیع کلاں۔ مشتمل بر کتاب الایمان و کتاب الطہارۃ
- عمدۃ الفقہ: حصہ دوم۔ تقطیع کلاں۔ کتاب الصلوۃ۔ ضخامت ۵۶ صفحات ۱۵/-
- عمدۃ الفقہ حصہ سوم: تقطیع کلاں۔ مشتمل بر کتاب الزکوۃ، کتاب الصوم اور کتاب الحج
- گلدستہ مناجات: عربی، فارسی اور اردو مناجاتوں کا مجموعہ۔ . . ۳۸/-

دیگر رسائل

- انتخاب مکتوبات: اردو ترجمہ۔ کاغذ معمولی صفحات ۳۳۶ . . -/۲
- تحقیقی جائزہ: اردو۔ کاغذ معمولی صفحات ۹۸۔ ۷۵/-
- تحفہ ابراہیمیہ: حضرت حاجی دوست محمد قندھاریؒ کے مکتوبات کا اردو ترجمہ۔ ۴/-
- آگاہی سید امیر کلال: (فارسی) ۱۲۰ صفحات۔ ۱/۲۵
- ضیاء القرأت: حضرت مولانا قاری ضیاء الدین الہ آبادی کا تجوید و قرأت پر رسالہ ۵۰/-
- ہدایت الطالبین: حضرت مولانا شاہ ابو سعید دہلوی رح کا مشہور رسالہ مع اردو ترجمہ ۵۰/-

ملنے کا پتہ برکت اللہ پاکستان چوک۔ رقیہ منزل۔ کراچی

Marfat.com